کاشف پبلی کیشنز
301-A، جوہر ٹاؤن، لاہور

نام کتاب	گفتگو-24
مصنف	واصف علی واصف
سال اشاعت	2008ء
قیمت	270روپے

﴿ناشر﴾

سنگِ درِ حبیبؐ ہے اور سرِ غریب کا
کس اَوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا

(واصف علی واصفؒ)

فہرست

﴿1﴾

ن

﴿2﴾

﴿3﴾

﴿4﴾

﴿5﴾

1 سر ! ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کسی کے بولنے کی بہت تاثیر ہوتی ہے اور کسی کی تبلیغ سے بھی کوئی اثر نہیں ہوتا؟

2 قرآن اور حدیث کی کچھ باتیں تو بالکل سمجھ نہیں آتیں۔ اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟

3 یہ جو مشاہدے کا آپ نے بیان فرمایا ہے تو کیا اچانک مشاہدہ ہو جانے کو ہم رزقِ بغیر حساب میں شامل کر سکتے ہیں؟

4 ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ حساب سے چلو اور اللہ کہتا ہے کہ میں بغیر حساب کے رزق دیتا ہوں۔

5 آپ نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان جنگ کر رہے ہیں تو ایک غلط ہو گا۔ ہر مسلمان کے ذہن میں جنگِ جمل اور اب ایران عراق کی جنگ آتی ہے ______

6 پہلے جب جمعرات کی محفل کا وقت ہوتا تو جمعہ کی چھٹی کی وجہ سے کاروبار بند ہو جاتا تھا مگر اب اتوار کی چھٹی کے باوجود جمعرات کی شام کو اس وقت بھی کاروبار بند ہونے لگ جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

7 بزرگان یہ کہتے ہیں کہ ایسی بات کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

8 کیا میں نفسِ مطمئنہ کے بارے میں کچھ پوچھ لوں؟

9 اگر ہم آپ کی بات مان لیں تو معاشرے میں یہ اظہار کرنا پڑے گا کہ میرا تو یہ خیال ہے۔

10 تبلیغ کی بات نہیں ہے، لوگ پوچھنے کے لیے آتے ہیں۔

سوال:

سر ! ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کسی کے بولنے کی بہت تاثیر ہوتی ہے اور کسی کی تبلیغ سے بھی کوئی اثر نہیں ہوتا؟

جواب:

تاثیر الفاظ کی ہوتی ہے۔ الفاظ کسی پیغمبر نے بولے تو وہ اور ہیں۔ اگر کہا کہ "ہو جا" تو وہ ہو گیا۔ بلکہ ارادہ کیا تو وہ ہو گیا۔ وہی الفاظ کسی اور انسان نے بولے تو اثر نہیں ہوا۔ تو الفاظ کے پیچھے جو بولنے والا ہے اس کا مخلص ہونا لازم ہے ورنہ الفاظ تو وہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن پہاڑوں پر نازل ہوتا تو وہ پھٹ جاتے مگر لوگ قرآن کی جھوٹی قسمیں کھا کے آ جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اب تاثیر نہیں ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ بولنے والا صاحب تاثیر ہونا چاہیے۔ سننے والے کا مخلص ہونا ایک الگ شرط ہے یا اس کا مخلص ماحول میں ہونا ایک الگ شرط ہے۔ تو ماحول کا مخلص ہونا، بولنے والے کا مخلص ہونا، سامع کا مخلص ہونا ضروری ہے اور بعض اوقات وہ جگہ خاص ہوتی ہے جہاں وہ واقعہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ناں کہ یہ چیز پلید تھی، ناپاک تھی۔ ناپاک تو ناپاک رہنی چاہیے مگر کمال کی بات یہ ہے کہ وہ ناپاک جو ہے پاک ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس کے

پیچھے جو عمل ہے وہ پاکیزہ ہوتا ہے۔ ایک ضروری واقعہ یہ ہے کہ پاکیزہ ہونے کے لیے کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ ناپاک لوگ اس کے قریب نہ جائیں۔ تو ناپاک اس کو نہ چھوئے اور چھوئے بغیر پاکی رہ نہیں سکتی۔ اس کے اندر راز یہ ہے کہ جس شخص کی نیت پاکیزہ نہ ہو تو اس کی کیا تاثیر ہوگی۔ اور اگر نیت صاف ہو جائے تو ستر سال کا کفر ایک کلمے سے پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ یہ ہے ارادے کی بات۔ نصیب کی بات بھی ہے۔ تو ارادہ' نصیب جو ہیں یہ کفر کو مٹا سکتے ہیں اِلّا یہ کہ کسی کو خدانخواستہ کفر پر ہی موت آ جائے۔ کفر ہی تو ہمیشہ مسلمان ہوا۔ وہ اچھے مسلمان ہوا کرتے تھے جو دعا کرتے تھے کہ یا اللہ کفر مِلا تا کہ اُسے مسلمان کریں۔ اس لیے یہ ایک واقعہ ہے کہ وہ مسلمان' کافروں کی تلاش میں رہا۔ پیغمبروں کی خوبی دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پوری محبتیں لے کے آئے' ارادے لے کے آئے اور آ کے ان لوگوں کے لیے کام کیا جو اسلام پر نہیں تھے۔ ان لوگوں کا نصیب دیکھو کہ انہوں نے آ کے ایسے معاشرے میں کام کیا جو معاشرہ ایسے آدمی کو قتل کر دیتا تھا۔ میں نے آپ کو ایک دفعہ بتایا تھا کہ اسلام سے قبل عرب معاشرہ اس قابل تھا کہ تباہ کر دیا جائے۔ سارے مؤرخ یہی بتاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوئی کہ تباہی کی بجائے رحمت بھیج دی بلکہ رحمت اللعالمین ﷺ کو بھیج دیا۔ کبھی کبھی اللہ یہ کمال کرتا ہے کہ یہ تباہ تو ہیں ہی سہی لیکن اس تباہ کو بچالیا جائے اور پھر اس کو بچانے کے لیے کہاں کہاں سے انتظام ہوتے ہیں۔ میں نے آپ کو ایک کہانی سنائی تھی۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں نے دریا کے کنارے ایک بچھو دیکھا جو ایک طرف چلتا جا رہا ہے۔ فرمانے لگے میں اس بچھو کے پیچھے چل پڑا۔ دریا کے

کنارے پہ وہ بچھو رکا' ایک لکڑی کا ٹکڑا آیا اور بچھو اس پہ سوار ہو گیا۔ وہ آدمی اس کے پیچھے چل پڑا۔ پار جا کے کنارے پہ وہ ٹکڑا رکا۔ بچھو اترا اور ایک طرف چل پڑا۔ یہ بھی پیچھے چل پڑے۔ یہ اللہ کے بندے تھے اور اس کی نشانیاں تلاش کرتے تھے۔ آگے وہ گئے تو ایک درخت کے قریب ایک آدمی سویا ہوا تھا۔ بچھو اس کے قریب پہنچ گیا۔ انہوں نے سوچا کہ اب یہ اس کو ڈنگ مارے گا۔ قریب جا کے دیکھا کہ ایک سانپ اس آدمی کو ڈسنے والا ہے۔ اس سانپ کو جا کے بچھو نے ڈس لیا۔ سانپ ختم ہو گیا۔ بچھو اسی طرح واپس آیا۔ ایک لکڑی آئی اور وہ اس پہ سوار ہو کے دوسرے کنارے پر چلا گیا۔ کہنے لگے کہ میں نے اس آدمی کو جگایا اور کہا کہ سرکار میرے لیے دعا کریں' آپ تو بہت بڑے ولی اللہ ہیں' آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ اس آدمی نے کہا کہ میں تو خدا کو نہیں مانتا۔ انہوں نے کہا کہ تم خدا کو نہیں مانتے لیکن یہ دیکھو کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے۔ یہ مرا پڑا ہے اور وہ آیا تھا بچانے والا' پتہ نہیں کہاں سے آیا تھا ______ تو اس آدمی نے کلمہ پڑھ لیا۔ اگر انسان اپنی آنکھ نشانیوں کے لیے کھلی رکھے تو میرا یہ یقین ہے کہ ہر آدمی کے لیے اس دنیا میں ایک مبلغ ایسا موجود ہے جسے آپ مبلغ نہیں کہہ سکتے بلکہ تجربہ' مشاہدہ کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً چلتے چلتے کسی نے قبرستان میں ہڈیاں دیکھ لیں' کاسۂ سر دیکھ لیا تو اُسے پتہ چل گیا کہ یہ انجام ہے۔ ایک شہزادہ تھا' اس نے جنازہ دیکھا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ زندگی کی آخری منزل یہی ہے۔ وہ بچہ تھا' گوتم بدھ اُسے کہتے تھے' تو اس نے کہا کہ اگر یہ زندگی کی آخری منزل ہے تو ہم کون سی منزل میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ ابتدائی منزل میں

ہیں۔ گوتم بدھ نے کہا کہ چھوڑو ابتدائی منزل کو' آخری منزل ہی دیکھو۔ تو وہ پیچھے چل پڑا' گیان دھیان کیا اور حقیقت پالی۔ تو بعض اوقات مشاہدے کا ذرا غور سے جائزہ لیا جائے تو آپ کو زندگی کے اندر ہی حقیقت مل جائے گی۔ پھر صاحبِ ہوش کو صاحبِ یقین بنا دیا جاتا ہے۔ یہ یقین کسی بندے نے نہیں دیا۔ ابھی بندہ کوئی نہیں آیا' نہ کوئی مبلغ آیا' نہ کوئی اصلاح کرنے والا بلکہ صاحبِ ہوش کو صاحبِ یقین بنا دیا گیا۔ تو اس زندگی میں ہوش والے کے لیے الٰہیات کے مضامین بکھرے پڑے ہیں۔ اگر صرف آنکھ کو دیکھیں تو اس کے اندر ایک اور چیز ہے۔ آپ کو ایک کہانی سناتا ہوں۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں جا رہا تھا کہ ایک اونٹ کو دیکھا۔ اس پر بہت بوجھ لدا ہوا تھا۔ جب وہ کیچڑ یا دلدل سے گزرا اور وہاں اس کا پاؤں پڑا تو وہ پھسلا' بوجھ کی وجہ سے گرا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی' مجھے بڑا سخت صدمہ ہوا اور تکلیف ہوئی۔ پھر ہم نے دعا کی کہ یا اللہ تُو تو مالک ہے' تو جو چاہے کر' کسی کو زندہ رکھ' کسی کو مار' لیکن یہ واقعہ میرے سامنے کیوں ہوا؟ میری تو ساری منزل ہی خراب ہو گئی کیونکہ میں تو محبت کے سفر میں آپ کی طرف آ رہا تھا' میں محبت کے کام میں تھا اور یہ میں نے دیکھا کہ سختی کا مقام آ گیا ہے' اس سفر میں مجھے غلط مشاہدہ مل گیا' مجھے ایسا مشاہدہ ملا جس سے میرا دل جل گیا۔ تو وہاں ہم نے دعا کی' بہت دعا کی۔ پھر ہم نے دیکھا کہ اونٹ ہلا' بوجھ سمیت اُٹھا اور اللہ اللہ کرتے ہوئے چلا گیا۔ پھر میرے سفر کا یقین قائم ہو گیا اور میں نے کہا کہ یا اللہ تُو نے میرے سفر میں یہ نشانی دکھائی ہے کہ کتنی ہی مشکلات آئیں تُو چلتا چلا جا۔ اس میں کسی پیر کی بات نہیں ہے' پڑھنے پڑھانے کی بات نہیں ہے' کسی اور

منزل کی بات نہیں ہے بلکہ یہ صرف مشاہدہ ہے اور خلوص ہے۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے سفر پر تب تک روانہ نہ ہونا جب تک آپ کے اندر خلوص نہ ہو۔ باقی تو کئی لوگ تکلفات کرتے ہیں جھوٹ سچ بولتے ہیں' کہ آپ سے مل کے خوشی ہوئی ہے' ہم آپ کے پاس آنے والے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ اللہ کے سفر میں نہ کرنا۔ تو جاننے والے کے پاس کبھی غیر مخلصانہ Effort نہ کرنا ______ تو جگہ بھی بعض اوقات صاحب تاثیر ہوتی ہے۔ مثلاً ایک جگہ آپ گئے' بیٹھے اور پتہ نہیں کیا ہو گیا' دل ذکر کرنے لگ گیا۔ کہتا ہے پتہ نہیں یہاں کیا ہو جاتا ہے۔ کسی اور جگہ آپ جا کے بیٹھیں تو رونا شروع کر دیں گے۔ تو ایسے بھی مقام ہیں۔ کچھ جگہیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس مقام سے گزرتے وقت انسان کو فیض حاصل ہو جاتا ہے' غصے کا' نفرت کا' محبت کا اور عرفان کا۔ اور بعض اوقات اور کیفیتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ تو وہ جگہ بولتی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مشاہدہ بولتا ہے' چلتے چلتے آپ نے مشاہدہ دیکھا اور اس مشاہدے نے آپ کو کیا سے کیا بنا دیا۔ جس طرح کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ تو نے یہ کیا کر دیا ۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حُسن کی جلوہ گاہ میں

اور پھر کہتا ہے کہ ۔

اب نہ زمیں نہ وہ زماں اب نہ مکاں نہ لامکاں
تو نے جہاں بدل دیا آ کے میری نگاہ میں

تو صرف ایک بندہ آپ کے سامنے سے گزر گیا اور آپ کی دنیا بدل گئی' ایسا ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا ہوا؟ ضرور ہوا۔ یعنی کہ ایک آدمی سفر پر جا رہا تھا اچانک ایک آدمی پاس سے گزرا تو اس کی زندگی میں انقلاب آ گیا اور سب کچھ اور سے اور ہو گیا۔ تو یہ مشاہدہ ہے۔ اسی طرح ایک آدمی ہوتا ہے جو نہیں مانتا اور ایک جگہ جاتے جاتے کسی چیز کو صرف دیکھا اور مان گیا۔ تو یہ مشاہدہ ہے کہ

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سُوکھ گئے

تو یہ جو مشاہدہ ہے یہ مشاہدہ ہی مبلغ ہوتا ہے اور یہ صاحبانِ ہوش کے لیے ہوتا ہے۔ بس انسان ہوش رکھتا ہو اور عقل رکھتا ہو۔ عقل رکھنے والا انسان باتوں پہ غور کرتا کرتا سبب تک پہنچتا ہے کہ اس کا واقعہ یہ ہے' اس کا سبب یہ ہے' سورج کیوں گرم ہے' موسم کیوں بدلتے ہیں اور اس طرح واقعات ہوتے ہیں کہ سارا سیزن بدلتا ہے۔ سبب سے مُسبّب کا فاصلہ دو قدم پر ہے۔ یہ ہے صاحبِ ہوش کے لیے۔ تو صاحبِ ہوش اس کو کہتے ہیں جو نتیجے سے سبب تک پہنچے اور پھر اچانک سبب سے مُسبّب تک پہنچے۔ بیشک اتفاقاً پہنچے۔ پھر مشاہدہ آپ کو ظاہر سے باطن تک کا سفر کرا دیتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ہوا' کس نے کیا' کیسے کیا' وہ مالک ہے' ارادہ رکھتا ہے' اس کے ارادے کو چیلنج کوئی نہیں کر سکتا۔ اتنی بات سمجھ آ جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات ساتھی آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ ساتھی ایک کتاب کی طرح کھلتا ہے۔ ساتھی جسے آپ ہمسفر یا رفیقِ طریق کہتے ہیں' وہ کھلتا ہے' کتابوں کی طرح کھلتا ہے اور پھر غور و فکر کرتے کرتے آپ کو منزل کی سمجھ آ جاتی ہے' سچ جھوٹ سمجھ آ جاتا ہے۔ بعض اوقات حادثہ آپ

کو نیک بنا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جانے ایسی کیا بات ہوگئی کہ خطرہ پیدا ہو گیا'
کشتی ڈوبنے لگ گئی تھی' یک لخت کلمہ منہ سے نکلا اور لوگ مسلمان ہونا شروع ہو
گئے۔ تو حادثہ انسان کی زندگی میں ایسا انقلاب پیدا کر دیتا ہے کہ صاحبانِ نصیب
کسی اور منزل پہ چلے جاتے ہیں۔ پھر ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ حادثہ ہو گیا'
مشاہدہ ہو گیا اور نیک بخت کو راستہ مل گیا۔ تو خوف تو اُسے انسان بناتا ہی ہے لیکن
بعض اوقات احسان جو ہے وہ انسان کو بدل دیتا ہے کہ دینے والے نے حق سے
زیادہ دے دیا۔ اب جو خوش نصیب ہیں ان کی گردنیں جھک جاتی ہیں' سر جھک
جاتے ہیں اور سجدہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ میرا حق نہیں تھا' میں اس
قابل کہاں تھا' میں تو فنا کا بندہ تھا' یہ میں بقا کے پاس کیسے چلا گیا۔ یعنی کہ کسی کا
احسان جو ہے وہ مومن بنا جاتا ہے۔ تو توجہ جو ہے یہ مقام کا نام ہے' جگہ کا نام
ہے۔ یہ صرف خلوص والے پر اثر کرے گا' دوسرے پر اثر نہیں کرے گا ______

ایک اور کہانی سُنو۔ ایک بزرگ نے سنا کہ کسی اور علاقے میں بزرگ ہیں۔ وہ
ان کو سلام کرنے کے لیے گئے کہ دیکھیں تو سہی یہ کیسے درویش ہیں۔ صبح کا وقت
تھا' نماز ہو رہی تھی' وہ بزرگ جماعت کرا رہے تھے۔ آنے والے بزرگ نے نماز
پڑھ لی۔ نماز کے دوران انہوں نے غور کیا کہ تلاوت کا تلفظ ٹھیک نہیں ہے۔
انہوں نے نماز توڑ کے علیحدہ پڑھ لی۔ نماز کے بعد اُن سے ملا' انہوں نے سلام
دعا کی' یہ نہیں پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ تو یہ واپس آ گئے۔ مہمان بزرگ کو راستے
میں ایک شیر مِلا۔ شیر نے گرج لگائی۔ اس کی گرج سُن کر وہ بابا جی آ گئے جو نماز
کے امام تھے۔ انہوں نے شیر سے کہا کہ اے اللہ کے کُتے! تو نے ہمارے مہمان

کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے، یہ تو بزرگ آدمی ہے، درویش آدمی ہے، اس کو تو کیوں کھائے گا؟ شیر واپس چلا گیا۔ انہوں نے کہا بابا جی آپ نے یہ مقام کہاں سے لیا؟ بابا جی کہتے ہیں کہ مقام کی بات چھوڑ، تو تلفظ صحیح کر ______ بات یہ ہے کہ خدا کے جو بندے ہیں وہ تلفظ کی نہیں بلکہ خلوص کی بات کرتے ہیں ۔

دل کی گہرائیوں سے جب نکلے
پھیلتی جائے بات کی خوشبو

اگر بات دل کی گہرائی سے نکلے تو وہ پھیلتی جاتی ہے۔ دل ایک ایسا مقام ہے جس کے خلوص سے جو الفاظ نکلیں، جب کے بھی ہوں، اثر کریں گے۔ ایک کلامِ الٰہی ہے، اس کلام میں شک ہی نہیں ہے۔ اور یہ دلوں سے نکلی ہوئی بات دلوں تک جاتی ہے۔ الٰہیات کی بات ایسی ہے کہ جب تک یہ کائنات ہے یہ الفاظ چلتے جائیں گے۔ اس کو معجزہ کہو یا کچھ اور کہو، بس یہ بات چلتی جائے گی ______ تو آپ کے سوال کا جواب کیا ہوا؟ کہ یہ خلوص جو ہے یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ اگر آپ مخلص ہو جائیں تو توجہ کا مقام ہر جگہ ہے۔ قرآن سنتے وقت ایک بات یاد رکھیں کہ یہ میرے اللہ کا لفظ ہے۔ اگر اُسے مصنف کہیں تو یہ اس کا لکھا ہوا ہے۔ خالق کہہ لو، بولنے والا کہہ لو تو یہ اللہ کا لفظ ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ تک کی زبان سے نکلا ہے۔ قرآن سُننے میں دو ذاتوں کے ساتھ تعلق ہے، ایک جس نے لفظ ایجاد فرمائے یا دیئے اور دوسری ذات وہ جس نے ادا فرمائے۔ اس طرح آپ کا ایمان مکمل ہو گیا۔ قرآن سننے میں ہی ایمان کامل ہو گیا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مکمل ہو گیا۔ کہ اللہ کا کلام، اللہ کے محبوب

ﷺ کی زبانی اور ہمارے لیے آج تک Preserve رہا ہے ورنہ ہم کہاں جاتے۔ تو یہ شکر کرو کہ آپ تک یہ کلام پہنچ گیا۔ تو اللہ کا کلام اللہ کے حبیب ﷺ کی زبان سے نکلا اور آپ لوگوں تک بات پہنچی۔ سمجھ آئے کہ نہ آئے یہ لفظ اور کہیں نہیں ہوگا اور اس سے زیادہ مقدس کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ آپ کو سننے کا بلکہ صحیح سُننے کا موقع عطا ہو ______

اور کوئی سوال ______ پوچھو ______

سوال:

قرآن اور حدیث کی کچھ باتیں تو بالکل سمجھ نہیں آتیں۔ اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟

جواب:

جتنی جست لگانے کا اختیار ہو تو وہاں تک پہنچو۔ ایک خبر جو آپ کے پاس آتی ہے وہ اخبار سے آتی ہے' سنسر ہو کے آتی ہے' تفصیلات کا پورا پتہ نہیں ہوتا' سُنی سنائی بات ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ اگر بظاہر بات پوری نہ بھی ہو تو حضور پاک ﷺ کی حدیث پوری ہو کے رہتی ہے۔ یہ جو معانی بیان کیے جاتے ہیں اس کے اور معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں۔ مقصد یہ کہ یہ کب کا واقعہ ہے' کب نکلے گا' یہود و نصاریٰ کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور اللہ کے کام کیا ہوتے ہیں؟ اللہ کی بات تو اللہ کی بات ہے۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ اللہ کی بات ہے تو اسے سچ ہی مانو اور اسے دیکھتے جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ جھگڑا کر بیٹھو۔ اللہ کی کئی باتیں ایسی ہیں جو سمجھ نہیں آتیں۔ مثلاً اللہ نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں کو فلاح دے

دینی ہے' تو ایسا ہوا تو نہیں۔ پھر کہا کہ قیامت قریب ہے۔ تو قیامت قریب کہاں ہے' چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ پریشان ہو جائیں۔ بہر حال اللہ کی بات صحیح ہے' سمجھ آئے تو بھی صحیح ہے اور سمجھ نہ آئے تب بھی صحیح ہے۔ تو آپ کو میں نے یہ بات بتا دی۔ کیا کہا؟ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فرشتے ہیں۔ کیا آپ نے دیکھے ہیں؟ ہم نے تو نہیں دیکھا۔ اب آپ کیا کہتے ہیں کہ وہ ہیں؟

سوال:

جی ہاں فرشتے ہیں!

جواب:

تو یہ کیسے ثابت ہوا؟ اس لیے کہ یہ بات کہنے والی ذات صادق ﷺ ہے۔ تو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ کے محبوب ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ فرشتے ہیں۔ یہ اسلام کا ڈاڈھا پن ہے کیونکہ صداقت کی جتنی باتیں ہیں وہ Verify ہو سکتی ہیں۔ مثلاً دو اور دو چار ہوتے ہیں' اس کو اُس سے ملاؤ تو یہ بن جاتا ہے _____ تو ہر چیز Verify ہو سکتی ہے۔ اسلام نے ایسی صداقت دی جو آپ Verify نہیں کر سکتے۔ شروع کے مسلمانوں کا یہ کہنا تھا کہ خدا کو تو ہم نے دیکھا نہیں اور یہ جو پیغمبر ﷺ ہیں ان سے محبت ضرور ہو گئی ہے' انہیں ہم نے سچا مانا اور ان کے کہنے پر ہم نے خدا کو مان لیا۔ اب ماننے میں کیا حرج ہے' اب تو مان لیا۔ لیکن اللہ سے کوئی Dealing نہیں ہے' اس سے آمنا سامنا نہیں ہونا۔ اُسے مان لیا تو خدا نے کہا کہ یہ پیغمبر ﷺ ہیں اور پیغمبر ﷺ کہتے ہیں کہ وہ خدا

ہے۔تو انہوں نے دونوں کو مان لیا۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ خدا کو تو مان لیا مگر پھر خدا کی طرف سے بھی پیغمبر بولے کہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔ بات اتنی ساری ہے کہ دونوں مقامات طے ہو گئے۔ یہ ہے اس ذاتِ پاک ﷺ کا مقام کہ وہ ذات ایسی ہے کہ خدا کو منوالیا۔ پیغمبروں کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ دکھائے بغیر انہوں نے خدا کو منوالیا' ان لوگوں سے جو دیکھے بغیر کسی کو مانتے نہیں۔ تو انہوں نے دکھائے بغیر خدا کو منوالیا۔ ایسی صداقت منوالی جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ ہے' فرشتے ہیں' وہ آتے جاتے رہتے ہیں' تمہارا یہاں ہونا ہے' یہ زندگی ہے اور یہ ختم ہو جائے گی۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے مگر پھر انہوں نے کہا کہ اس کے بعد ایک اور زندگی آنی ہے۔ لیکن اس کا ثبوت کوئی نہیں ہے۔ ثبوت کے بغیر عقل مند لوگوں سے ایک ایسی صداقت منوا لینا بڑا کمال ہے۔ پیغمبروں کی عظمت اسی بات میں ہے۔ انہوں نے یہ منوالیا کہ ایک زندگی آنے والی ہے۔ کافروں نے ایک مرتبہ کہا کہ آپ کے پیغمبر کہتے ہیں مجھے معراج ہوا تو انہوں نے کہا اگر آپؐ کہتے ہیں تو ضرور ہوا ہو گا۔ تو یہ ہے اعتقاد۔ اور ایمان کیا ہے؟ کہ جو آپؐ نے فرمایا وہ ایمان ہے اور سچی بات یہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے' آپ ﷺ کہیں کہ اللہ ہے تو اللہ ہے' آپؐ کہیں کہ نہیں ہے تو ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے ماننے کی بات۔ صلح حدیبیہ میں کافروں نے کہا کہ اپنا مقام نہ لکھیں یعنی محمد رسول اللہ نہ لکھیں بلکہ محمد ابن عبداللہ لکھیں۔ اب اسی بات کی تو صداقت تھی' یہی عقیدہ تھا اور اسی Base پہ محبت تھی کہ آپؐ رسول ہیں اور ہم رسولؐ کے ساتھ ہیں۔ مگر کافروں نے کہا کہ یہ ٹائیٹل

ہٹا دو۔ تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر ٹائیٹل ہٹا دو تب بھی ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ تو یہ ان کی خوبی تھی۔ عقیدے کی خوبی یہ ہے۔ آپ لوگ بھی یہ کہا کریں کہ اسلام بچتا ہے کہ نہیں بچتا، رسول ﷺ کی محبت بچ جائے۔ آپ اس بات پہ پکے ہو جاؤ۔ بے شک رسول ﷺ کا مقام سمجھ نہ آئے۔ رسالت کے مقام کو سمجھنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ یہ آپ نہیں کر سکتے۔ وہ اور مقام ہے۔ یہ خوبیوں کی بات نہیں۔ ان کو ماننے والا بھی وہی خوبیاں اپناتا ہے لیکن وہ مقام اور ہے۔ حضور پاک ﷺ کے عمل کے مطابق عمل کرنے والا زیادہ سے زیادہ اچھا اُمتی بن جائے گا۔ تو ان کی خوبی یہ ہے کہ پیغمبر اللہ کا دیا ہوا مقام ہے۔ باقی جو تمہارا عمل ہے وہ تمہارا ہے، وہ منظور ہو تو ہو، نہ ہو تو نہ ہو۔ شیطان کے سارے سجدے اللہ نے منظور نہیں کیے۔ اُسے کہا کہ چلو دور جاؤ۔ تو اُسے وہاں سے اُٹھا دیا۔ یہ اللہ کے راز ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو سمجھے بغیر ماننا ہے، جاننا نہیں ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ اُسے جاننا ہے۔ جاننا تم نے دماغ سے ہے اور وہ دماغ کا خالق ہے، تو کیا جانو گے۔ بس یہ کہو کہ ہم نے مان لیا۔ یہ بات سمجھ نہیں آئے گی کہ چھ دن میں پوری کائنات کیسے بنالی اُس نے، تو اُسے سمجھے بغیر ہی مان جاؤ۔ آپ کہو کہ اس نے چھ دن میں پوری کائنات بنالی۔ وہ اگر کہے کہ تم نے مرجانا ہے تو یہ کہو کہ ہم نے مرجانا ہے۔ کوئی کہے کہ تم اب زندہ کیسے ہو گئے ہو تو کہو کہ اس نے کہا ہے تو زندہ ہو گیا ہوں۔ اُس کے لیے پہلے کون سا مشکل تھا آپ کو پیدا کرنا، تو اب کیا مشکل ہو گی۔ آپ بات سمجھے ہیں؟ جو وہ کہے وہ سچ ہے اور اگر کوئی اور کہے تو Verify کرو۔ سمجھے بات؟ وہاں سے آنے والی سچائی جو ہے وہ الہام ہے، وہ جو کہے اُسے مان لو۔ اگر کوئی یہ

کہے کہ میں نے دیکھا تھا کہ شہر میں شیر دوڑ رہا تھا تو اُسے کہو کہ دیکھیں گے تو مانیں گے۔ ثابت یہ ہوا کہ اگر خبر دینے والا صادق ہے تو خبر سچی ہے۔ تو ایمان کیا ہوا؟ اعتمادِ ذات ______ ذات اگر صداقت رکھتی ہے تو اس کی ہر بات صداقت ہے۔ تو اصل میں کہانی اتنی ساری ہے۔ ایک بندہ' اس کائنات میں' اپنے علاوہ' ایسا ضرور ڈھونڈ لو جو آپ کو آپ سے زیادہ جانتا ہو۔ یعنی کہ اس کی صداقت پر آپ کو کم از کم 51% اعتماد ہو۔ بس پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ سارا کام تو آپ خود نہیں کر سکتے۔ بس اعتماد بحال ہو جائے۔ غیب پر اعتماد کا مطلب یہ ہے کہ حال کو تسلیم کرنا' حاضر کو تسلیم کرنا۔ صاحبانِ عقل کے لیے ایک پہلا کام ہے' اور یہ پہلا کام بڑا مشکل ہے' کہ پہلی بات جو تسلیم کرنی ہوتی ہے وہ آپ زبان سے کہہ دو کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلا یہ جو کچھ ہے' جو آپ نے تخلیق فرمایا' خیر بھی' شر بھی' دوست بھی' دشمن بھی' یہ باطل نہیں ہے اے میرے رب۔ اور سب سے بڑا حق یہ ہے کہ یہاں حق ہی حق ہے' کفر بھی حق ہے اور اسلام بھی حق ہے' اپنے اپنے فنکشن ہیں' یہ فنکشن جاری رہنے چاہییں۔ اللہ تعالیٰ ایسا خالق ہے کہ وہ بڑا خوش ہو کے بیان فرماتا ہے کہ میں نے دن بنایا' میں نے رات بنائی' ہم نے عزت بنائی' ذِلت بنائی' ہم نے خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا ہم نے زندگی بنائی' موت بھی بنائی' مشرق بنایا تو مغرب اس سے پہلے بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ہر ایک کو رزق دیتا ہوں' اس کائنات میں جو مخلوق ہے' ذی جان ہے' اس کا رزق میرے ذمہ ہے۔ اور ایک بندہ سویرے سے بھوکا بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کا رزق کس کے پاس ہے؟ یہ اسی کے پاس ہے۔ رزق یہ نہیں ہے

کہ اس کے پاس روٹی ہو رزق یہ بھی ہے کہ اس کے پاس عقیدہ ہو رزق مال بھی ہے رزق حال بھی ہے خیال بھی ہے۔ جس آدمی کو اس نے جیب میں کم رکھا پیٹ میں ذرا کمزور رکھا تو اس کا خیال روشن فرما دیا۔ تو رزق وہ دیتا رہتا ہے۔ تو صاحبانِ عقیدہ کو ایک چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہے تسکین اور روشنی۔ تو اسے روشنی مل جاتی ہے۔ اسے وہ روشنی مل جاتی ہے جس سے وہ چیزوں کو ان کے حقیقی معنوں میں دیکھتا ہے۔ مثلاً ایک بہت خوب صورت سانپ تھا' اسے کہا گیا کہ یہ تیری موت ہے۔ اب اس نے حقیقت پہچان لی کہ وہ سانپ دیکھ رہا ہے جو کہ اس کی موت ہے۔ تو یہ ہے چیزوں کو ان کی ماہیت کے مطابق پہچاننا۔ یہ اللہ کے فضل سے ہوتا ہے ورنہ نہیں ہوتا۔ آپ لوگ چیزوں کے ظاہر تک مانوس ہوتے ہیں کہ وہ خوب صورت ہے۔ اس خوب صورت کو تم نے کیا کرنا ہے' پتہ نہیں وہ کون ہے اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔ اس لیے چیزوں کو ظاہر سے باطن کی طرف پہچانو۔ ان باتوں کو تسلیم کرو اور بحث نہ کرو۔ حضور پاک ﷺ کی ذات کو بلند مانو تو فیض ملے گا۔ فیض کیا ہوتا ہے؟ وہ چیز جسے وہ تمہارے لیے مناسب سمجھیں۔ روشنی ضرور ملتی ہے۔ میں آپ کو صحیح بتا رہا ہوں۔ بعض اوقات وہ تکلیف دے کے خیال روشن کر دیتا ہے۔ چلتے چلتے ایک شخص کو پریشان کر دیا' اسے ٹھوکر لگا کے فیض دے دیا۔ بابا بلھے شاہؒ کہتے ہیں ناں کہ ؎

جد ماری سی اَڈی مل گیا پیا

یعنی جب ایسا مقام آیا تو آگے سے کچھ اور نکل آیا۔ ہم کسی اور طرف جا رہے تھے اور دیکھا تو کسی اور دنیا میں جا پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ جو ہے وہ مہربانی فرماتا

ہے اور محنت کرنے والوں کو منزل دیتا ہے' نصیب والوں کو منزل دیتا ہے اور بعض اوقات نہ ماننے والوں کو بھی دے دیتا ہے۔ حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے کہ کوئی منزل ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ نہ مانو۔ پھر دیکھا تو منزل کا مقام آ گیا ہوتا ہے۔ یہ اس کے اپنے کام ہیں۔ دعا یہ کرو کہ آپ کا آنے والا دن گزرے ہوئے دن سے بہتر ہو۔ تو یہ دعا کیا کرو۔ دعا کرو کہ آپ کا ظاہر بھی خوب صورت ہو اور باطن بھی خوب صورت ہو بلکہ باطن جو ہے وہ ظاہر سے زیادہ خوب صورت ہو۔ اگر باطن دریافت کرنے والی نگاہیں مل جائیں تو باطن خوب صورت ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب کسی کو کسی کے ساتھ محبت ہو جائے تو وہ کہیں نہ کہیں سے کنگھی ڈھونڈ لیتا ہے اور شیشہ ڈھونڈ لیتا ہے' کہتا ہے کہ محبت ہو گئی ہے' اب کیا کیا جائے؟ تو اس کو سرمہ سلائی کا استعمال آ جاتا ہے۔ اگر ذرا سی محبت ہو جائے تو باقی کے سارے Environment خود بن جاتے ہیں۔ بس یہ ہے کہ آپ دل میں کچھ پیدا کر لو تو ہر چیز درست ہو جائے گی' سارے واقعات صحیح ہو جائیں گے۔ ایسا ہوتا ہے ناں کہ پھر وہ جیب میں کنگھی رکھتا ہے۔ تو یہ محبت والا بندہ ہے۔ دعا کرو کہ اللہ کا فضل ہونا چاہیے اور جب فضل ہو جائے تو پھر سارے کام ٹھیک ہو جاتے ہیں' کبھی منزل پر پہنچنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی منزل قریب آ جاتی ہے۔ ایک بزرگ نے واقعہ بتایا تھا۔ یہ بڑا سننے والا واقعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک جگہ ہم گئے تو وہاں پیر صاحب کی محفل تھی' لوگ بڑی عقیدت سے وہاں آ رہے تھے' ڈھول بجا رہے تھے' دھمال ڈال رہے تھے۔ اپنے پیر کے ہاں حاضری میں تھے تا کہ وہ خوش ہو جائیں۔ وہاں ایک بابا بیٹھا تھا جو رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ تو

دھمالیں ڈال کے پیر کو خوش کر لیں گے مگر میں تو بوڑھا ہوں' مجھے تو دھمال کی توفیق ہی نہیں ہے'اب میں کیا کروں' میں کس صفت سے اُسے خوش کروں۔ آخر میں کہتا ہے کہ میں تجھے کیسے پسند آ ؤں' تو پسند کر لے تو کر لے مگر میرے پاس تو کوئی شے نہیں ہے۔ بابا رویا تو سب لوگ رونے لگ گئے ______ تو بات یہ ہے کہ کبھی صفت پسند آتی ہے اور کبھی ویسے ہی ذات پسند آ جاتی ہے' یہ ذات بغیر کسی صفت کے پسند آ جاتی ہے۔ پھر لوگ کہتے ہیں کہ اس کو کیوں ساتھ لیا ہے قافلے میں' اس میں کیا صفت ہے کہ اس کو قافلے میں ملا لیا۔ کہتا ہے کہ یہ تو یہیں رہے گا۔ ایک اور بے تعلق بات دیکھو۔ اگر کسی پیر صاحب کی ایک محفل ہو' محفل خانہ ہو' وہاں لوگوں کا آنا جانا ہو' تو ان لوگوں کو روٹی پکا کر دینے والا لانگری کہلاتا ہے۔ اگر پیر اور پیر کی محفل بخشی گئی تو اس میں لانگری پہلے بخشا جائے گا۔ حالانکہ وہ لانگری پیر صاحب کے خیال میں شامل ہی نہیں ہوا' صرف روٹی میں شامل ہے۔ تو ایک قافلے میں' خیال کے قافلے میں شامل ہونے والا غیر متعلق آدمی بھی وہاں پر اسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں خیال والا پہنچتا ہے۔ تو منزل پر جانے والوں میں بعض اوقات غیر متعلق بندہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ تو کسی کے ساتھ سنگت کرو۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ خیال کے احوال پہچان جائیں' سنگت ذات کے ساتھ کریں۔ پھر صفات خود بخود ہی Share ہو جائیں گی۔ اس طرح آپ پار ہو جائیں گے ______

بولیں ______ اور کوئی سوال ______

سوال:

یہ جو مشاہدے کا آپ نے بیان فرمایا ہے تو کیا اچانک مشاہدہ ہو جانے کو ہم رزقِ بغیرِ حساب میں شامل کر سکتے ہیں

جواب:

اس کو حساب کے بغیر میں شامل کیا جائے گا۔ اس کا الگ حساب ہے۔
یہ بے حساب یا Exception جو ہے اس کا اپنا Rule ہے۔

سوال:

میں اپنا سوال پھر عرض کرتا ہوں کہ ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ حساب سے چلو اور اللہ کہتا ہے کہ میں بغیر حساب کے رزق دیتا ہوں

جواب:

جب تک آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی دوسری بات بھی سمجھ نہیں آئے گی۔ یہ سوال بنیادی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے انسان کو یہ بنیادی بات سمجھنی چاہیے کہ وہ کرتا کیا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ خالق ہے Paradoxes کا۔ اور دونوں اس کی اپنی صفات ہیں۔ وہ رحمان ہے اور قہار بھی ہے۔ یہ دونوں اس کی اپنی خوبیاں ہیں۔ وہ دیتا ہے اور لیتا بھی وہی ہے۔ کہتا ہے کہ میں بندے پیدا کرتا ہوں۔ اور مارتا بھی وہی ہے۔ اس کا مارنا اتنا خوب صورت ہے جتنا پیدا کرنا۔ جب تک آپ کو یہ سمجھ نہ آئے، آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ خیر بھی اتنی صحیح ہے جتنا کہ شر۔ لیکن آپ نے شر کو خود سے دور رکھنا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ پورا مقام ہے۔ کسی بزرگ یا پیغمبر نے یہ دعا

نہیں کی کہ یا اللہ شیطان کو مار دے اور نہ کسی نے شیطان کی بخشش کی دعا کی۔ وہ رہے گا' اس نے رہنا ہی ہے۔ اگر رہنا ہے تو پھر رہنا ہی چاہیے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کیا سوال کر رہے ہیں۔ آپ یہ سوال کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حساب کیسے کرتا ہے اور بے حساب کیسے ہے۔ بات ہے یشاء کی یعنی کہ چاہنا۔ اب اس کا چاہنا جو ہے لوگ سوچ سوچ کے تھک گئے کہ یہ چاہتا کیا ہے؟ حساب کی بات تو ہے۔ اب یہ سوال بنیادی طور پر کافروں نے کیا کہ یا اللہ یہ بندہ ہم میں سے ہے' کل تک ہمارے ساتھ تھا' خاندان بھی ہمارا ہے' علم اور تعلیم بھی نہیں ہے' کاروبار والا یا امیر آدمی بھی نہیں ہے' اور تو کہتا ہے کہ میں نے اسؐ کے لیے کائنات بنائی۔ آدھے لوگ تو یہیں پر پاگل ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا' یہ ہم نہیں مانتے' ہم کیسے مان لیں۔ تو یہ ہے یشاء ______ اللہ کی مرضی کہ وہ جس کو چاہے دے دے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ نبیؐ تمہی لوگوں میں سے ہے۔ یہاں پر ان لوگوں نے Protest کیا کہ اگر ہم میں سے ہے تو پھر ہم کیوں نہیں' ہم علم رکھتے ہیں' پیسہ رکھتے ہیں' تیرا کام کرتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ نہیں' یہ میری مرضی کی بات ہے۔ تو اس کی Domain الگ ہے۔ اور ان کو اللہ نے سب علم دے دیا تعلیم کے بغیر۔ اس طرح علم والے پاگل ہو گئے' ان کے پاس صرف تعلیم ہے اور علم نہیں ہے۔ علم والے جو ہوتے ہیں وہ مستقبل کو نہیں دیکھتے اور تعلیم والا جو ہے وہ مستقبل کو دیکھتا ہے۔ تعلیم والے سے پوچھو کہ یہ آپ کیا کر رہے ہو تو وہ کہتا ہے کہ میں مشکل وقت کے لیے کام کر رہا ہوں' آنے والے زمانے کی بات سوچ رہا ہوں' Tomorrow کی بات۔ اسے کہو کہ تم Tomorrow کی بات تو کر

رہے ہو لیکن Day after tomorrow کیا ہوگا؟ کیا اس کی بات بھی سوچی؟
تعلیم والا کہتا ہے کہ اس کی بات کیا ہوتی ہے؟ کہتا ہے کہ اس وقت تم ختم ہو جاؤ
گے۔ پھر کیا ہو گا؟ پھر وہاں ایک اور دنیا آ جائے گی۔ یہ اللہ کے کام
ہیں ______ وہ جس کو چاہتا ہے بادشاہت سے نوازتا ہے' بادشاہ بناتا ہے قل
اللھم ملك الملك تؤتی الملك من تشاء بغیر ثبوت کے اس کی ملکیت ہے۔
ثبوت کیا ہے؟ اگر ایک آدمی اپنا نام خدا رکھ لے تو لوگ کہیں گے کہ عقل کر بھئی۔
مگر وہ کہے گا کہ میں خدا ہوں' یہ زمین اور آسمان میں نے بنائے ہیں۔ انہوں نے
پوچھا کہ تیرے پاس کیا ثبوت ہے؟ اس نے کہا کہ پہلے خدا نے کون سا ثبوت دیا
ہے' تم اس کو ثبوت کے بغیر مان گئے ہو اور مجھے تم مانتے نہیں ہو اور مجھ سے ثبوت
مانگتے ہو۔ پھر کہتا ہے کہ تم یہ کیا کرتے ہو' بس اس کی بات چل گئی ہے اور ہماری
چلتی نہیں ہے کیونکہ ہم بندے ہیں' ہم کمزور ہیں اور وہ طاقت ور ______ تو
وہ شخص بہت رویا اور سب کو رلایا۔ بات سمجھ آئی؟ کہ ہم میں ایک عیب یہ ہے کہ
ہم انسان جو ہوئے' فانی جو ہوئے۔ تو اللہ کہتا ہے کہ ہم مالک ہیں ملک کے' دیتے
ہیں ملک جس کو دیتے ہیں ارادہ' اور لے لیتے ہیں ملک اس سے جب ہماری
مرضی ہو۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء اور دیتے ہیں عزت جسے چاہتے
ہیں اور دیتے ہیں ذلت جسے چاہتے ہیں۔ تو یہ مشاہدے کی بات ہے۔ اگر یہاں
ایک آدمی صاحبِ عزت بیٹھا ہے تو اس کی عزت تو ہو رہی ہوتی ہے۔ اس نے کسی
زمانے میں ایک آدمی کو Offend کیا تھا' گالی دے دی تھی' لیکن اس وقت وہ
معتبر لوگوں میں شامل ہو گیا ہے' داڑھی ہے اور خطبہ دے رہا ہے۔ تو وہ آدمی پرانی

رنجش لے کے آ گیا اور کہنے لگا کہ تو بڑا مولوی بنا بیٹھا ہے______ یعنی کہ ماحول بدل جائے تو بندہ بدل جاتا ہے۔ تو اللہ کس طرح بے عزتی کراتا ہے؟ وہاں پر وہ آدمی آ جائیں جو آپ کو ناراض کرنے والے ہوں۔ اور اگر اللہ نے عزت کرانی ہو تو اچانک بندے آ جائیں گے اور کہیں گے کہ سرکار آپ تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' ہم ڈھونڈ ڈھونڈ کے تھک گئے۔ شمس تبریزؒ ڈھونڈتے ہوئے آ گئے اور کہا کہ آپ رومیؒ ہیں؟ دونوں مل کے روئے' کیا یوسف زلیخا کی کہانی ہے۔ تو وہ اس طرح عزت کراتا ہے۔ بیدك الخیر تیرے ہاتھ میں خیر ہے' جو چاہے تو کرتا ہے انك علی کل شیء قدیر سب چیزوں پہ وہ قادر ہے۔ یعنی تمام تضادات پر قادر ہے۔ مثلاً بندہ امیر پیدا ہوا اور غریب ہو کے مر گیا' غریب پیدا ہوا اور امیر ہو کے مر گیا' کافر پیدا ہوا تو مومن بن گیا' مومن پیدا ہوا تو کافر بن کے مر گیا' ہونے سے نہ ہونا ہو گیا اور نہ ہونے میں ہوتا جا رہا ہے۔ ہونے سے نہ ہونا روزانہ ہوتا ہے۔ کیا ہوتا ہے؟ یہ ہونا اور یہ نہ ہونا روز ہوتا جا رہا ہے۔ تولج اللیل فی النهار و تولج النهار فی اللیل وہ رات سے دن اور دن سے رات نکالتا ہے۔ یہ روز کا مشاہدہ ہے تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی وہ موت سے زندگی نکالتا ہے اور زندگی سے موت۔ کچھ لوگ زندگی میں مر گئے اور کچھ لوگ مر کے بھی آج تک دیئے جلائے ہوئے ہیں۔ تو وہ یہ کرتا ہی رہتا ہے۔ وترزق من تشاء بغیر حساب وہ بغیر حساب کے رزق دیتا ہے' مال دیتا ہے۔ تو وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کیونکہ وہ مالک الملک ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں مالک ہوں' زندگی

موت دیتا ہوں، اور میں جس کو چاہوں بے حساب دوں اور جس کو چاہوں اس کے میں جمیع گناہ معاف کر دیتا ہوں اور جس کو چاہوں اس کی معصیت کو مغفرت میں بدلنے کے بعد اس کو نیکی بنا دیتا ہوں۔ اگر کوئی بہت بڑا گناہ گار ہے تو اسے بہت بڑی رحمت دے دیتا ہے، اس کے جتنے گناہ ہوتے ہیں ان کو نیکی بنا دیتا ہے۔ وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہے۔ ان باتوں کو جاننے کے بعد بلکہ ماننے کے بعد آپ بتائیں کہ اللہ کا پراسیس کیا ہوا؟ وہ جو روز کرتا رہتا ہے وہ Exception ہے کہ Rule ہے؟ ایک اتفاقیہ حادثہ کسی کو نیک بنا دیتا ہے۔ ایک سائل کسی کے گھر آ گیا۔ کہتا ہے دو کوئی پیسہ۔ اس نے کہا یہ کیا کہ صبح صبح فقیر آ گیا۔ تو وہ Reluctant ہو گیا۔ فقیر کہتا ہے کہ دو، پہچانو مجھے۔ اس نے کہا کہ تو فقیر ہے، سائل ہے، اور کیا پہچانوں۔ کہتا ہے کہ پہچانو۔ تو کون ہے؟ میں وہ آدمی ہوں جو تم جیسے بخیلوں کو سخی بنا کے اللہ کا دوست بناتا ہوں۔ محنتیں اسے سخی نہیں بنا سکیں بلکہ سائل نے سخی بنا دیا۔ اب یہ Rule ہے کہ Exception ہے، یہ حساب کے باہر ہے یا حساب کے اندر ہے؟ تو یہ سارے کا سارا چلتا رہتا ہے۔ بے حساب شے بھی اپنا حساب رکھتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بے حساب ہی چلتے جاؤ۔ تو بے حساب کا اپنا حساب ہوتا ہے۔ اگر اللہ کسی کو بے حساب دے رہا ہے تو اس کا بھی کوئی حساب ہوگا۔ اگر ایک بیمار آدمی رات کو جاگ رہا ہے اور تہجد گزار بھی جاگ رہا ہے تو اس وقت اگر اللہ کا حکم ہو کہ جاگنے والے سب بخش دیئے جائیں، سب کی آخرت درست کر دو تو جو بیمار جاگ رہا تھا وہ بھی پار ہو گیا۔ تو بات یہ ہے کہ بعض اوقات ''لڑ لگنے'' سے بھی بخشش ہو جاتی ہے۔ تو صحبت جو ہے یہ بھی بعض

اوقات رنگ لاتی ہے۔ میں آپ کو ایک راز کی بات بتاتا ہوں' جو آپ کا انتظار ہے وہی آپ کی عاقبت ہے۔ اپنے انتظار کا چہرہ دیکھ لیں تو یہی آپ کی عاقبت ہے All that you are waiting for, is your destiny تو جس کا Wait کر رہے ہو وہی آپ کی Destiny ہے۔ اس بات کو پکا یاد کر لو۔ اگر انتظار کا چہرہ بگڑ گیا تو انجام بگڑ گیا۔ تو حسنِ انتظار ہی حسنِ عمل ہے۔ تو اپنے انتظار کو درست کر لو۔ امید رکھنے والا مایوس نہیں ہو گا۔ اچھا انتظار کرنے والا اچھے انجام والا ہو گا۔

سوال:

بعض بزرگوں نے بڑے بڑے نسخے لکھے ہیں۔

جواب:

کچھ بزرگوں نے ایک بات لکھی ہے اور کچھ بزرگوں نے اس کے علاوہ باتیں لکھی ہیں۔ مگر آپ کے پاس زندگی ایک ہے۔ تو آپ دو علم نہ اٹھانا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ عبادت والے بہشت میں جاتے ہیں' بہت نمازیں پڑھنے والے وہاں جاتے ہیں' روزہ رکھنے والے جاتے ہیں ______ اور بعض اوقات نماز پڑھنے والے بہشت میں نہیں جاتے۔ کوئی فارمولا ایسا نہیں جو ٹوٹا نہ ہو۔ کوئی علم ایسا نہیں جو آخری ہو۔ صرف ایک علم آخری ہے اور وہ یہ کہ حضور پاک ﷺ کی محبت والا کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ فائنل کی محبت فائنل ہے ______ باقی یہ کہ فارمولے تو بدلتے رہتے ہیں۔ آپ ایسی کتابیں پڑھنا بند کر دو۔ کیا پڑھنا چاہیے؟ استغفار پڑھو۔ اور اس سے اچھا وظیفہ یعنی استغفار سے اچھا وظیفہ ہے الحمدللہ۔

ایک درویش نے کہا کہ یا اللہ تو نے یہ جو دنیا بنائی ہے بہت خوب صورت ہے' بڑے اچھے انداز سے بنائی ہے' شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں' میرا نام تیرے بزرگوں' ولیوں میں شامل ہے' تیری بڑی مہربانی مگر یہ جو پہاڑ ہے اگر درمیان میں نہ ہوتا تو ہم دوسری طرف والوں کو تبلیغ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تو نے نقص نکالا ہے میری کائنات میں؟ آج سے ہم نے تیرا نام مردودوں میں لکھ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ الحمدللہ' کہیں تو میرا نام لکھا ہے۔ اللہ نے کہا جا' ہم نے بخش دیا ــــــ اللہ تعالیٰ بچوں کی طرح تو ٹھیک ہو جاتا ہے' انسان صرف مخلص ہونا چاہیے' آپ بے ایمانی نہ کرنا' اللہ کے ساتھ ہیرا پھیری نہ کرنا۔ بس یہ کہا کرو کہ یا اللہ غلطی ہوگئی ہے اور آپ غلطی معاف کرنے والے ہیں' اس لیے مہربانی فرما۔

ایک بات میں نے پہلے بھی بتائی تھی کہ اپنے گناہ پر کسی انسان کو گواہ نہ بنانا۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرنے لگے گا تو وہ شخص کہے گا کہ اس کو کیوں معاف کرتے ہیں' یہ تو بہت برا آدمی ہے۔ تو وہ شور مچا دے گا' کھپ مچا دے گا۔ اپنے نوکر کے ساتھ کبھی زیادتی نہ کرنا۔ اگر پیسہ ہے تو کسی ضرورت والے کو دو جو کسی کے کام آ جائے۔ اللہ نے جو نعمت عطا کی ہے اس میں اس کو ضرور شامل کرو جس کے پاس وہ نعمت نہیں ہے۔ نعمت کا شکر کیا ہے؟ اس نعمت کے ذریعے نعمت سے محروم کی خدمت۔ اگر علم ہے تو وہ جاہلوں کے کام آنا چاہیے۔ اگر آپ کے پاس ذہن ہے تو وہ بے ذہن آدمی کی خدمت کرے۔ تو جو چیز آپ کے پاس ہے اس کے ذریعے اس کی خدمت کرو جس کے پاس وہ چیز نہیں ہے۔ اللہ اِدھر ہی ہے۔ اللہ لوحِ محفوظ میں کیسے یاد کرتا ہے؟ جو تم کر رہے ہو وہی ہوگا۔ اس

تمہیں تمہاری نگاہ سے دیکھنا ہے۔اس نے خود ہی آنکھ اور نگاہ پیدا کر دی۔ کیسے دیکھتا ہے؟ جس طرح تم دیکھتے ہو۔ یادداشت جو تمہاری ہے وہی ہے۔تو اپنی یادداشت کو پاک کر لو۔ اگر کسی یاد رہنے والی برائی کا خطرہ ہے تو اسے استغفار سے صاف کر لو۔ "استغفار" کا معنیٰ کیا ہے؟ پچھلی لائف مر گئی۔ "الحمدللہ" کا مطلب یہ ہے کہ نئی زندگی پیدا ہو گئی۔ جو آپ نے کیا اس پہ "استغفراللہ" کہو اور جو اللہ نے آپ کے ساتھ کیا اس پہ "الحمدللہ"۔ یہ وظیفہ ملا کے پڑھو تو پار ______

ہاں کچھ اور بولو ______ چغتائی صاحب بولیں ______ حافظ صاحب پوچھیں ______ کوئی اور پوچھے ______

آنسوؤں کی زبان جو ہے یہ بڑی گہری زبان ہے۔یہ ایک ایسی زبان ہے جو اللہ کو بہت پسند آتی ہے۔ آنسو کی زبان اور صرف آنسو ____ کچھ نہیں بولا اور صرف رقت طاری ہو گئی تو یہ کیا ہو گیا؟ اُسے زبان مل گئی۔ اگر رات کو جاگا' کائنات کو دیکھا' پھر نگاہ اُٹھائی' پھر رقت طاری ہو گئی اور سو گیا ______ پھر سارا کام پورا ہو گیا۔ بس اتنی ساری کہانی ہے۔ یہ بے بسی بھی ہے اور یہ پروموشن بھی ہے۔ یہ بے بسی کا اظہار ہے کہ کہنا بھی تو کیا کہنا۔ بات سمجھے؟ کیا کہتے ہیں کہ ؎

لب پہ آ کر رہ گئی ہے عرضِ حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال

تو کیا سوال کرنا' صرف بے بسی کا اظہار ٹھیک ہے ______ کوئی اور پوچھے ______ انوار صاحب بولیں ______

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان جنگ کر رہے ہیں تو ایک غلط ہوگا۔ ہر مسلمان کے ذہن میں جنگِ جمل اور اب ایران عراق کی جنگ آتی ہے ______

جواب:

یہ بات میں نے آپ کو بتائی تھی کہ ایک واقعہ جو ہے وہ Exception میں ہوسکتا ہے۔ بعض دفعہ جو واقعہ ہوتا ہے اس کو جنگ نہیں کہتے۔ جنگ کا اور واقعہ ہے۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان واقعات چلتے رہتے تھے' مسجد میں تکرار ہو جاتی تھی۔ تو یہ اور شعبہ ہے۔ اگر آپ کو کوئی بات بتائی جائے تو فوراً وہاں نہ لے جایا کرو۔ وہ آپ کی ہستی سے باہر ہیں۔ پیغمبر ﷺ کی شان کے اور واقعات ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کھانا بہت ضروری ہے ورنہ مر جاؤ گے۔ اب یہ نہ کہنا کہ حضور پاک ﷺ تو کھاتے ہی نہیں تھے۔ صحابہ کرامؓ کو اور حضور پاک ﷺ کو روٹین کی نارمل Discussion سے الگ ہی رکھو' ان کے بارے میں' بات میں خیال رکھو۔ آپ بات سمجھ رہے ہو؟ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صفات بیان نہیں کرتے' ذات بھی بیان نہیں کرتے بلکہ صرف محبت کرتے ہیں۔ یہ بات سمجھ آئی؟ صرف محبت کرتے ہیں۔ ہم کربلا کا واقعہ Discuss نہیں کرتے' صرف اس کو مانتے ہیں۔ کربلا کے واقعے سے ایک بات یاد آئی کہ آپ سے میں نے سوال کیا تھا کہ کون سا مسلمان ایسا ہے جس کو اختیار مل جائے اور وہ یہ کہے کہ کربلا کا واقعہ نہیں ہونا چاہیے تھا؟ کسی شیعہ سے یہ سوال کرلو' سُنی سے کرلو کہ کیا کربلا کا

واقعہ نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو بے شمار چیزیں نہ ہوتیں۔ شہید نہ ہوتے تو مقام نہ ہوتا۔ شہید نہ ہوتے تو بے شمار واقعات نہ ہوتے۔ یہ اللہ کے کام ہیں' ان کو اور حساب سے دیکھا کرو کہ شہید تو شہید ہوا مگر کیا پیدا کر گیا' کیا واقعات دے گیا' عشق کو کیا سرفرازی عطا کر گئے' کیا قصہ ہو گیا' تسلیم و رضا کی دنیا کس معراج میں آ گئی؟ یہ اور بات ہے ـــــ سمجھے بات؟ یہ علم کی بات نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب جنگ ہو رہی ہو تو دو سچے لوگ جنگ کر رہے ہوں' صداقت میں جنگ نہیں ہوتی۔ وہاں Difference of Opinion ہوتا ہے لیکن اتنا نہیں ہوتا کہ تم دوسرے کو گولی مار دو۔ تو دو گروہ اگر جنگ لڑ رہے ہوں تو عام طور پر دونوں سچے نہیں ہو سکتے اور اگر وہ جنگ دین کی ہو رہی ہو' اِلّا یہ کہ کوئی اور مقام ہو۔ کیا آپ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں کس کی غلطی ہے؟ یہ جنگ بھی آپ اپنے سے باہر رکھو جو یہ ہو رہی ہے۔ آپ دعا کرو تا کہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے۔ یہ بہتر ہے۔ جھگڑا نہ کرو۔ بس دیکھو کہ کیا ہونے والا ہے۔ کچھ ہونے والا ہے' ہو گا اور ضرور ہو گا۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا آپ کا عمل صحیح ہو رہا ہے' کہیں آپ سے غلطی تو نہیں ہو رہی' ملتِ اسلامیہ بنانے کے لیے کیا آپ کا کردار صحیح ہے' کیا آپ ملتِ اسلامیہ کے لیے مناسب انسان ہیں' کیا آپ کو ایسے ہی ہونا چاہیے تھا جیسے آپ اب ہیں' یا کوئی کمی بیشی ہے؟ میرا خیال ہے کہ معذرت ہی کر لیں تو بہتر ہے ـــــ تاریخ کو Avoid کرو۔ تاریخ تو پڑھنے پڑھانے سے تعلق رکھتی ہے' وہ مشاہدہ نہیں ہے۔ جس نے ایک تاریخ پڑھ لی اس کو ایک واقعہ مل گیا اور جس نے اس کتاب

کے جواب میں دوسری کتاب پڑھ لی ہے اس کو دوسرا واقعہ مل گیا۔ دونوں بیچاروں کی غلطی کوئی نہیں ہے۔ واقعہ ایک ہے اور حقیقت کے افسانے بہت ہیں۔

اور کوئی سوال کرلو ______ پوچھو ______

سوال:

پہلے جب جمعرات کی محفل کا وقت ہوتا تھا تو جمعہ کی چھٹی کی وجہ سے کاروبار بند ہو جاتا تھا مگر اب اتوار کی چھٹی کے باوجود جمعرات کی شام کو اس وقت یہ کاروبار بند ہونے لگ جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

جواب:

کیا آپ باقی لوگ سمجھ گئے ہیں کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟

دوسرے شخص کا سوال:

سر! دراصل یہ ہمیں شرمندہ کر رہا ہے۔

جواب:

یہ کہہ رہا ہے کہ ؎

مجھ کو کسی کی انجمنِ ناز کی قسم
محسوس کر رہا ہوں کہ اب تک وہیں ہوں میں

تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر روز ہی وہی واقعہ ہو جاتا ہے۔ انسان میں جتنی جتنی لطافت پیدا ہوتی جائے گی اتنا اتنا وہ محسوس کرتا جائے گا۔ یہ کیفیت اچھی بات ہے۔

دوسرے شخص کا سوال:

ان صاحب کے لیے میں یہ کہوں گا کہ بزرگان یہ کہتے ہیں کہ ایسی بات کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

جواب:

ہاں یہ بھی نصیحت ہے کہ اگر ایسا جذبہ ہے تو اس کا اظہار نہ کرو اور اس کو محفوظ رکھو کہ یہ تمہاری صداقت کی دلیل ہے۔ایسا نہ بتاؤ کہ سب کے بزنس شام کو بند کرا دو۔

تیسرے شخص کا سوال:

دراصل ان صاحب کو وہ لذت مل گئی ہے کہ ان کا ہر منگل بھی جمعرات بن گیا ہے۔

جواب:

تو یہ بات بتانے والی نہیں ہے۔باقی لوگوں کے ساتھ رعایت کیا کرو______اور سوال پوچھو______

سوال:

کیا میں نفسِ مطمئنہ کے بارے میں کچھ پوچھ لوں؟

جواب:

آپ ایک بات یاد رکھنا کہ اگر کبھی اللہ کریم کی طرف سے آپ کو دنیا کا دو دن کے لیے با اختیار بنا دیا جائے' ہیڈ بنا دیا جائے کہ جو چاہے کرو تو دو دن کے بعد اللہ تعالیٰ کی کائنات کو جوں کا توں واپس کر دینا۔اس کو نفسِ مطمئنہ کہتے ہیں۔

سوال:

کیا اس اختیار کو بالکل استعمال نہیں کرنا؟

جواب:

بالکل' اس میں ردوبدل نہیں کرنی۔

سوال:

تو یہ خواہش ہی نہیں کرنی چاہیے۔

جواب:

بالکل۔ اس خواہش سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اس کائنات میں کوئی بات نہ Increase کرو اور نہ Decrease کرو۔ نہ یہ کہو کہ یہ پسندیدہ چیز ہو جائے اور یہ ناپسند چیز نہ ہو۔ تو جیسے وہ تھی' وہ چلا رہا ہے اور یہ ٹھیک ہے۔ اگر اس نے زندگی دینی ہے تو زندگی دے دے اور زندگی سلب کرنی ہے تو زندگی سلب کر لے۔ یا اللہ جو کچھ تو نے دیا یہ ہمارے لیے بہت ہے اور مزید جو تو دے گا یہ تجھے ہی پتہ ہے' ہم نہیں جانتے۔ ایک بات اور یاد رکھنا۔ بعض اوقات احسان کی شکل میں انسان پر ظلم ہو جاتا ہے مثلاً کسی Talent کا آ جانا' خوبی کا پیدا ہو جانا اور ظرف نہ ہو تو وہ خوبی نقصان دے گی۔ مثلاً پیسہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور پیسہ جو ہے وہ اللہ کے بہت قریب کر سکتا ہے اور یہی پیسہ اللہ سے بہت دور کر سکتا ہے' یہ جرم کو Generate کر سکتا ہے۔ حُسن ایک دولت ہے' بڑے کام کی بات ہے مگر یہ حسن والے کو بلکہ دوسرے انسان کو بھی گمراہ کر سکتی ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے پاس ہے تو ہے ہی سہی لیکن جس نے دیکھا

وہ بھی گمراہ ہوسکتا ہے۔اور یہی نعمت ہے جو سب کو راہِ راست پہ بھی لاتی ہے۔ اس لیے سب کے لیے دعا کیا کرو کہ اگر اللہ نے بادشاہت دینی ہے تو پھر ظرف بھی دے۔ یہ نہ ہو کہ کمینگی قائم رہے اور بادشاہت بھی مل جائے' اس سے بڑا جرم کوئی نہیں ہے۔ ہے تو وہ بادشاہ' ملک کا ہیڈ لیکن اس میں ظرف نہیں ہے۔ یا اللہ ظرف کے بغیر لوگوں کو اختیارات نہ دینا' اگر اختیارات دیئے ہیں تو ظرف بھی دے دو تا کہ ان کو شعور بھی ملے' آنکھیں بھی ملیں اور روشنی بھی ملے۔ اس لیے وہ صحیح بات کر سکیں گے کہ کہاں پہ کیا کرنا ہے۔ صرف اقتدار جتانے والے لوگ عام طور پر گمراہ ہوتے ہیں اور ظالم ہوتے ہیں۔ اقتدار کا نشہ بہت برا نشہ ہے' وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں پر بھی ظلم کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ آپ کو وہ ٹیلنٹ ملے جو ظرف کے مطابق ہو۔ تو اللہ پہلے ظرف عطا کرے' پھر ظرف کو لبریز فرمائے' پھر وہ خود بھی خوش ہو اور ہمیں بھی خوش رکھے۔ صرف یہ نہ کہتے رہنا کہ یا اللہ پیسے دے۔ پیسے دے۔ اگر اللہ نے پیسے دے دیئے اور ظرف نہ دیا تو مارے جاؤ گے' برباد ہو جاؤ گے۔ یا اللہ ہمیں محبت سے دے' اپنا بنا کے دے۔ پھر وہ جو کچھ دے گا وہ ٹھیک ہے۔ تو وہ نعمت مانگو جو دینے والے کے قریب کرے۔ ورنہ وہ نعمت ہی آپ کو دینے والے سے دور لے جائے گی۔ تو یہ کہو کہ یا اللہ وہ نعمت دے جو تیرے قریب رکھے اور ہم نعمتوں کے ذریعے تیرے سے دور نہ ہوں۔ تو اس طرح کی نعمت سے بچو جو انسان کو باغی کر دیتی ہے۔ بعض اوقات غریبی مایوس کر دیتی ہے۔ اس غریبی سے بھی پناہ مانگو جو مایوس کر دیتی ہے اور کفر پیدا کرتی ہے۔ اس مال سے بھی بچو جو مغرور کر دیتا ہے۔

یا اللہ مغرور کرنے والا مال نہ دے اور مایوس کرنے والی غریبی نہ دے' ایمان سے خارج کرنی والی غریب الوطنی نہ دے۔ آپ اپنے وطن میں رہو' اپنی ہستی میں رہو' اپنی بساط میں رہو' اور انبساط میں رہو' خوش باش رہو۔ خوش رہنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ کسی کو خوش رکھو۔ کیا کرو؟ کسی کو خوش رکھو۔ چار دن کا میلہ ہے' کسی روح کو' کسی بندے کو خوش کر جاؤ۔ تو خوش رہنے والے کو کیا فیض ملتا ہے؟ خوشی کا۔ روح کے اندر انبساط پیدا ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے ناپسندیدہ کو پسند کر لو اور جو بہت پسند ہے اس سے تھوڑا اگریز کر لو۔ پھر آپ کو حقیقت سمجھ آنا شروع ہو جائے گی۔ بھاگ دوڑ بند کر دو۔ جو چیز چلنے سے نہیں ملی وہ ٹھہرنے سے مل جائے گی۔ تو رُک جاؤ' وہ مل جائے گا۔ میں اپنا فقرہ پھر دہرا رہا ہوں کہ اگر چھت گرنے لگے تو بھاگ جاؤ اور آسمان گرنے لگے تو ٹھہر جاؤ کیونکہ اب یہ اور کام ہے' اب یہ انسانی کام نہیں ہے' اب اللہ کا نجانے کیا ارادہ ہے۔ تو اس کا عمل پہچانو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ سب ٹھیک تھا مگر یہ بجلی کیسے گری۔ اقبالؒ نے کہا تھا ۔

سمندر ان کے جہاز ان کے' گرہ بھنور کی کھلے تو کیوں کر

تو بھنور تقدیر کا بہانہ ہے۔ اب یہ لوگ بھنور کے ساتھ آشنا ہونے والے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ تو یہ نہ کہنا کہ ہر چیز ٹھیک ٹھاک تھی اور بھنور آ گیا' سب ٹھیک ٹھاک تھا' مکان پکا بنا لیا تھا' بس ایک بم آ گیا۔ اللہ کرے بم نہ آئے' زلزلہ نہ آئے۔ بعض اوقات قلوب میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ ایک آواز آتی ہے اور کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ آوازیں سب کچھ توڑ دیتی ہیں' آواز آپ کا شعور سلب

کر سکتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنا' راز کی بات بتا رہا ہوں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی منزل پر جا رہا ہوتا ہے' بڑا مطمئن جا رہا ہوتا ہے اور کسی Jealous آدمی کی آواز آ گئی' اس آواز نے ایسا نقطہ لگا دیا کہ پھر قفل لگ گیا یعنی کہ اُس نے ایک ایسی بات کر دی کہ دوسرے کا خیال توڑ دیا۔ اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آواز آپ سے بات کر جاتی ہے۔ آپ جا رہے ہوتے ہیں اور ایک ناواقف آدمی پاس سے گزرا اور کہہ گیا کہ تیری خیر ہو۔ تو سب بحال ہو گیا۔ تو وہ ناواقف تھا' نہ اس نے لینا دینا تھا' بس کسی خوبصورت بچے یا بچی کو اس نے دیکھا اور کہا کہ تیری خیر ہو۔ تو آپ بحال ہو گئے۔ گویا کہ ایک Stray آواز چلتے چلتے آپ کو بحال کر سکتی ہے اور ایک Stray آواز آپ کو' توڑ سکتی ہے۔ یہ سارے واقعات چل رہے ہیں یہیں پر۔ آپ اجنبیوں کے ساتھ تعلق رکھو' ان کے پاس آپ کا بہت سارا حصّہ ہے۔ آپ کی تقدیر کا ایک حصّہ اس مکان میں ہے جہاں آپ رہتے ہیں' جہاں آپ کی Domestic Residence ہے۔ اس کے لیے کہتے ہیں کہ تیرے ہاتھ میں ایک لکیر ہے' اچھی ہے' اور دوسری لکیر کس کے پاس ہوگی؟ جو تیرا ہم سفر ہے۔ تبھی تو اچھی زندگی گزرے گی۔ تو کائنات کے بڑے مضامین میں نہ پڑو بلکہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ توجہ دو' اس کو راضی رکھو جو ہم سفر ہے چاہے وہ ہم خیال نہ بھی ہو۔ ہم خیال شاید نہ ملے۔ ہم سفر کا ہم خیال ہونا ضروری نہیں۔ پھر بھی سفر اچھا ہو سکتا ہے۔ آپ کا فیض وہاں پر ہے۔ تو جس مکان میں آپ رہتے ہیں اس میں آپ کا فیض ہے' اس میں کتنی زندگیاں پیدا ہوئی ہیں' اس میں کئی خوشیاں آئی ہیں' کتنے آنسو آئے ہیں' کتنی مسکراہٹیں آئی ہیں۔ تو وہ فیض اس

جگہ کا ہے۔ بعض اوقات Strangers آپ کو فیض دے جاتے ہیں۔ ایک ناواقف آدمی کیا گُل کھلا گیا' وہ آپ کو جانتا نہیں ہے اور کہنے لگا کہ تیری پیشانی کو دیکھ کر لگتا ہے کہ تو صاحبِ نصیب ہے' لگتا ہے تو کھوئی ہوئی منزل کا مسافر ہے۔ تو اس اجنبی آدمی کے پاس تیرا فیض ہے' بزرگوں کے پاس تو ہوتا ہی ہے۔ تیرے عمل میں بھی تیرا فیض ہے۔ عمل بھی اچھے کرو۔ اچھا عمل وہ ہے کہ جو جمیع زندگی ہے وہ ناراض نہ ہو۔ باقی یہ کہ تیرا فیض سارا بکھرا ہوا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ سیر کرو سیروا فی الارض اور فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین تو سیر کر کے آپ اپنا مقدر حاصل کرتے ہیں۔ کتابوں میں پڑھتے پڑھتے اکبر اور جہانگیر بادشاہ اور طرح کے لگتے ہیں' Akbar the Great کا پڑھتے تھے اور جا کے دیکھا تو وہ اور طرح کے تھے۔ میرا مطلب ہے کہ وہ اس زمانے کے عظیم الشان بادشاہ تھے مگر ان کے پاس ٹیلیفون بھی نہیں تھا۔ ان کی زندگی بس ایک بھرم تھی اور آپ کے پاس بے شمار چیزیں ہیں۔ تو ہر زندگی ایک اور راز کی بات ہوتی ہے۔ آپ لوگ ایک مقام پر ظاہر ہوتے ہیں اور ساٹھ ستر سال کے بعد دوسرے مقام پر غائب ہو جاتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ آپ ایک عظیم انسانیت کے حصے ہیں' ہم عظیم Totality کے حصے ہیں' یہ ہماری زندگی ہے کہ ہم یہاں سے پیدا ہوئے' آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے' میں اب پیدا ہوا ہوں اور پھر میں چلا جاؤں گا۔ ساٹھ سال کی کل زندگی ہے اور ٹوٹل سفر کتنا ہے؟ گھر سے قبرستان تک۔ تو بتاؤ کہ رفتار کتنی ہونی چاہیے؟ بس ٹھنڈے ہو کے چلو' آرام سے چلو' لائف کو ٹینشن نہ دو۔ کتنا سفر اور کرنا ہے؟ تھوڑا سا ہے' قریب ہی ہے' اصل گھر کے پاس ہے۔ بس سفر

پورا ہو جانا ہے‘ اس میں دشواری نہیں ہونی چاہیے۔

سوال:

دشواری نہیں ہے کیونکہ جو اللہ کو پیارا ہوتا ہے اُسے قبرستان لے جاتے ہیں

جواب:

آپ نے خود جانا ہے‘ آپ کو کوئی لے کے نہ جائے۔

سوال:

یہ مشکل ہے کہ خود جائیں؟

جواب:

انسان مرتا کیسے ہے؟ جس آدمی کا محبوب مر گیا‘ وہ مر گیا۔ جس آدمی کا بھائی مر گیا وہ آدھا مر گیا۔ جس آدمی کی ماں مر گئی وہ سارا مر گیا۔ جس آدمی کا بچہ مر گیا اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ تو انسان مرتا یوں ہے۔ پیچھے رہ جاتا ہے ماتم کرنے والا‘ جس کو تم زندہ کہہ رہے ہو۔ زندگی تو رخصت ہو گئی‘ ایک ایک کر کے دوست چلے گئے‘ اب یہ آدمی ویران ہے۔ اگر آپ اپنے گاؤں میں جاؤ‘ اپنے شہر میں جاؤ تو ساٹھ سال کے اندر ساری آبادی بدل جائے گی حالانکہ شہر بھرا ہوا ہوگا۔ تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا۔ تو شہر میں جاؤ اور جا کے دیکھو کہ کوئی محلے والا پرانا آدمی ہے‘ وہ دوکاندار ہے؟ وہ وہاں نہیں ہوگا‘ اس کی دوکان کہیں اور بن گئی۔ تو ساٹھ سال میں شہر خالی ہو گیا حالانکہ بھرا ہوا ہے ۔

اب ڈھونڈنا تیرا تو درکنار
خود کھویا جا رہا ہوں ہجومِ خیال میں

تو بندہ آپ ہی گم ہو گیا۔ تو آپ کہو گے کہ یہ ہمارا شہر ہوتا تھا' یہاں گامے کی دوکان تھی' یہاں فلاں بندہ ہوتا تھا' بڑے دوست ہوتے تھے' اتنے ملنے والے تھے کہ بازار سارے سے گزرو تو کتنے گھنٹے لگ جاتے تھے' اب لگتا ہے کہ جیسے میں اپنے شہر میں اجنبی ہو گیا' اپنے علاقے میں اجنبی ہو گیا۔ حتیٰ کہ گھر کے اندر کچھ عرصہ کے بعد آپ اجنبی ہو جائیں گے۔ وہ جو معصوم آوازیں ہیں وہ اور طرح کی ہو جائیں گی اور ماننے والوں کے آداب بدل جائیں گے کہ شاید آپ پسندیدہ بوڑھے ہوں' شاید ناپسندیدہ ہوں۔ ایسے ہوتا ہے؟ ایسے ہی ہوتا ہے۔ تو اس طرح آپ بدلتے بدلتے اور ہو جائیں گے۔ آپ بڑی بڑی شاہراہوں پہ چل رہے ہو' تیز رفتاری میں چل رہے ہو' شاہراہ سے پھر چھوٹی سڑک پر آ گئے' چھوٹی سڑک سے گلی میں آ گئے' حتیٰ کہ بند گلی میں آ گئے' آخر میں بند' مڑ جانا بھی مشکل ______ اب کہتا ہے کہ کتنی کشادگی ہوتی تھی' اتنی بڑی سڑکیں ہوتی تھیں' وہاں ایسے دوڑتے تھے جیسے جیٹ ہوں' پلین ہوں اور آخر میں کیا رہ گیا؟ بند گلی' جہاں سے مڑ نہیں سکتے۔ انا للہ ______ تو آپ نے خود نہیں مرنا بلکہ مرتا وہ ہے جو مرنے والا دے جائے۔ موت اس کی جس پر غم آ رہا ہے۔ جو غم دے کے جا رہا ہے وہ تو آزاد ہو گیا' کہتا ہے یہ پکڑو غم کو اور میں چلا۔ جس نے اس کے غم کو سنبھالا اس کو موت ہے' اس کے پاس غم ہے۔ اس لیے ایسی موت سے بھی ڈرنا چاہیے۔ اور یہ موت ہو چکی ہے۔ کیسے ہو چکی ہے؟ بچپن مر گیا۔ کبھی پرانا فوٹو دیکھو تو آپ کہو گے کہ یہ میں ہوں تو پوچھنے والا کہے گا کہ جو کہہ رہا ہے کہ یہ ''میں'' ہوں تو یہ کون ہے؟ اگر وہ آپ ہیں تو آپ کون ہیں؟ کہتا ہے کہ یہ بھی میں ہوں اور وہ

بھی میں آپ ہوں۔تو یہ دو ''آپ'' ہیں۔تو ان میں سے ایک باب چلا گیا' مر گیا' وہ باب رخصت ہو گیا۔اس لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو ایک ایسا عمل دے دے جو اس کو منظور ہو۔یہ کافی ہے۔بس منظوری کے باب میں کوئی عمل پیدا ہو جائے۔چلو آپ یہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی بات سمجھ نہ آئے تب بھی مان لینا۔کیا کرنا؟ اوّل تو سمجھ آئے گی نہیں لیکن سمجھ آئے یا نہ آئے' آپ مان لینا۔

سوال:

اگر ہم آپ کی بات مان لیں تو معاشرے میں یہ اظہار کرنا پڑے گا کہ میرا تو یہ خیال ہے۔

جواب:

کیوں اظہار کرنا ہے؟ آپ کے اندر تبلیغ کا بھوت سوار ہے۔

سوال:

تبلیغ کی بات نہیں ہے'لوگ پوچھنے کے لیے آتے ہیں۔

جواب:

کیا لوگ پوچھنے کے لیے آتے ہیں یا آپ ان کو بتانے کے لیے جاتے ہیں۔انسان ایک عمل سے بخشش پا جاتا ہے'ولی اللہ بن جاتا ہے۔جتنے ولی بنے ہیں ان کا انٹرویو کر لو کہ آپ کیسے بنے۔تو کوئی کہے گا کہ میں نے ماں کی خدمت کی ہے اور ولی بن گیا۔ایک اور ولی تھے' اُن سے پوچھا کہ کیسے ولی بنے ہو؟ کہنے لگے کہ ہم تو شرابی تھے اور ایک رات نشے کے عالم میں ہم نے دیکھا کہ ایک کاغذ پڑا ہے جس پر اللہ کا لفظ لکھا ہوا ہے' ہم نے وہ کاغذ اُٹھایا' خوشبو لگائی اور پاکیزہ

جگہ پر رکھ دیا۔ اللہ نے اعلان کر دیا اور باقی اولیاء سے کہا کہ اس ولی اللہ کو جا کے مبارک دو۔ وہ مبارک دینے آ گئے اور پوچھا کہ تیرے پاس کیا نیک عمل ہے؟ کہنے لگے کہ میں تو شرابی ہوں مگر میں نے اتنا کیا کہ کاغذ کو خوشبو لگائی۔ کہنے لگے کہ اللہ کا جواب سُن لو' تو نے میرے نام کو خوشبودار کیا' میں نے تیرا نام خوشبودار کیا ______ آپ لوگ تو اعمال کے پیچھے پڑ گئے' اعمال سے وہ آزاد ہے۔ بس ایک عمل چاہیے جو اُسے منظور ہو جائے۔ اسی طرح ایک گناہ جو معاف نہ ہو وہ اڑا کے رکھ دے گا۔ کہتا ہے ہمارے نوے گناہ معاف ہو گئے لیکن ایک نے مصیبت ڈال دی' اس کا کیا کریں۔ نہ اس کا باپ کچھ کر سکے گا اور نہ ماں کچھ کر سکے گی۔ یا اللہ وہ گناہ معاف کر جو اَٹکا دیتا ہے' یا اللہ وہ نیکی دے جو بخشا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ معافی مانگو کہ یا اللہ ہم توبہ کرتے ہیں ان گناہوں سے جو دعا چھین لیں۔ اگر دعا پر اعتماد اُٹھ گیا تو پھر بخشش ختم ہو گئی۔ یا اللہ دعائیں چھین لینے والے گناہوں سے بچا۔ یا اللہ اُمید پیدا کرنے والی نیکی عطا فرما۔ ایک وہ نیکی دے دے جس کے ذریعے ہم بخشے جائیں گے۔ تو وہ نیکی ہو سکتی ہے اور ایک اور نیکی بھی ہو سکتی ہے۔ آپ اپنا اعتماد بحال رکھو۔ اللہ کی کائنات میں تمہارا اتنا حق ہے جتنا تم نے اپنی زندگی میں اللہ کا حق رکھا ہوا ہے۔ تو اس کے مطابق حصّہ لے لو۔ تو یہ کائنات ان بندوں کی ہے جن بندوں کی ذاتی کائنات اللہ کی ہے۔ اپنی کائنات اس کے حوالے کر دو تو اس کی کائنات تمہارے حوالے۔ سودا منظور؟

اب دعا کرو کہ یا اللہ مہربانی فرما' ہمیں زیادہ عقل سے بچا' ہمیں وہ عقل دے جو تسلیم و رضا میں جائے' ہمیں وہ دوست دے جو منزل تک ہمارا

ساتھ دیں، ہمیں وہ نسبتیں عطا کر جو تمہیں منظور ہیں۔ یا اللہ تو ایک چیز ضرور عطا فرما دے، اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما دے! اور ہم نے تجھ سے کیا مانگنا ہے۔ یا اللہ مہربانی فرما، سب پر مہربانی فرما، آنے والے دور پر مہربانی فرما، یہ مسلمان اور یہ جنگ، یا اللہ تو آپ ہی مہربانی فرما، ہم کیا کر سکتے ہیں، تو مہربانی فرما! آپ سلامت رہو________

و صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ محمدو آلہٖ واصحابہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

1 ذکر میں توجہ یا Concentration کیسے آ سکتی ہے؟

2 آپ نے فرمایا ہے کہ ذکر والے اور یکسوئی والے مجذوب اور مجنون ہوتے ہیں لیکن صحابہؓ کی تاریخ میں تو ایسے مجذوب نظر نہیں آتے؟

3 آپ نے فرمایا ہے کہ ماسوا کے خیال سے انسان کو نکل جانا چاہیے تو کچھ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ماسوا تو کچھ ہے ہی نہیں۔

4 حضور پاک ﷺ پر ایمان لانے سے ہی تو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لا سکتا ہے اور انہی کی بات ماننے سے اللہ تعالیٰ کی بات مانے گا۔

5 کوئی ایسا طریقہ فرمائیں کہ دعا منظور ہو جائے؟

6 میری دعا اولاد کی ترقی کے بارے میں ہے۔

7 انسان کو زندگی کے کون سے حصے میں دعا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے' پہلے وہ بچہ ہوتا ہے' پھر جوانی کی سٹیج میں آتا ہے اور پھر آخری سٹیج میں۔ تو کس سٹیج میں دعا کی زیادہ ضرورت ہے؟

سوال:

ذکر میں توجہ یا Concentration کیسے آ سکتی ہے؟

جواب:

ذکر کرتے رہو' یہ خود بخود آ جائے گی Concentration یا محویت کا کوئی فارمولا نہیں۔ Concentration نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک کام میں دوسرا کام یاد آ جاتا ہے۔ تو آدھے اور چھوڑے ہوئے کام جو ہیں وہ انسان کو یکسوئی عطا نہیں ہونے دیتے۔ جو کام کرنا ہوا سے مکمل کر لو اور جو چھوڑنا ہوا سے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو۔ یہ نہ کرنا کہ کام چھوڑتے وقت یہ کہو کہ اسے پھر کر لیں گے۔ اگر آپ نظام الاوقات رکھو تو پھر یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس چیز کو چھوڑنا چاہو اسے چھوڑ دو اور جسے رکھنا چاہو اسے رکھ لو۔ جو فیصلہ کرنا ہے اسے فائنل کرو۔ آدھے آدھے فیصلے جو ہیں وہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اسے رکھ تو لیتے ہیں مگر فائدہ کوئی نہیں ہے' شاید کام آ جائے۔ تو وہ نقصان ہے۔ جب آپ ذکر کرنے لگ جاؤ تو پھر ہر شے سے آزاد ہو جاؤ' اگر نقصان ہونے والا ہے تو ہونے دو' زلزلہ آنے والا ہے تو آنے دو' کوئی شے جانے والی ہے تو جانے دو۔ جب آپ ذکر کر رہے ہو تو ذکر کرتے جاؤ۔ اگر کھانا کھا رہے ہو تو پھر کھانا کھاؤ۔

پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ وہ دیکھا جائے گا۔ ایک بات میں دوسری بات نہ سوچا کرو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ کام بھی نہیں ہونا اور وہ دوسرا بھی نہیں ہونا۔ ایسے لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو نماز میں خیالات آ جاتے ہیں۔ خیالات کا اپنا ٹائم رکھو۔ تو یہ ہمارے ہاں کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہے کہ ہم ایک کام میں دوسرا کام سوچتے ہیں' دوسرے میں تیسرا سوچتے ہیں' جاتے ہوئے ایک آواز آتی ہے' پھر ایک اور آواز آ جاتی ہے' پھر اندر سے بھی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ اس لیے ایک فیصلہ کرو فتوکل علی اللہ یعنی عزم کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو' ایک کام کرتے جاؤ۔ اس کے علاوہ بھی بڑے کام ہیں' ان کو ہونے دو۔ تو باقی کاموں سے غافل ہونے کا نام ہے یکسوئی۔ آپ باقی کام کرتے رہتے ہیں' اس لیے آپ کو یکسوئی نہیں ملتی۔ یکسوئی کا مطلب کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہمیں تو کوئی پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں تو صرف یہ پتہ ہے کہ اس نے کہا ہے ڈاک میں خط ڈال آؤ تو میں خط ڈال آیا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ شہر میں بڑی مصیبت آئی ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے شہر کا اور مصیبت کا پتہ نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پتہ ہے کیا موسم آنے والا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ جانے دو' مجھے اس سے غرض ہی نہیں ہے' مجھے اپنے کام سے غرض ہے۔ مجنوں کی کہانی لوگ سناتے ہیں' اس سے اللہ میاں نے پوچھا کہ تو نے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کا کچھ کیا؟ مجنوں نے کہا کہ آپ نے مجھے یہ کرنے ہی نہیں دیا' لیلیٰ کو آپ نے پیدا کر دیا' مجھے ایک ہی بات کا پتہ ہے کہ وہاں لیلیٰ تھی' تیری دنیا میں مَیں نے اور کچھ نہیں دیکھا۔ کچھ تو دیکھا ہوگا؟ مجنوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں دیکھا۔ تو یہ ہے یکسوئی۔ یکسوئی کا معنیٰ کیا ہے؟ ایک مقصدِ حیات' اور باقی

تمام مقاصدِ حیات' Even مذاہب جو ہیں وہ سارے کے سارے ترک۔ تو یہ ہوتی ہے یکسوئی۔ یکسوئی والا عام طور پر دنیا میں اچھا نہیں کہلاتا۔ وہ جنونی ہو جاتا ہے۔ وہ ایک لائن پہ چلتا جاتا ہے اور صرف ایک ہی لائن پہ چلتا جاتا ہے' تو باقی کے کام کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یکسوئی مدعا نہیں ہے۔ یہ مذہب کا مدعا نہیں ہے۔ اگر مذہب کا مدعا یکسوئی ہو جائے تو جو نماز پڑھتے پڑھتے محو ہو گیا تو رونے والے آدمی کو کیسے پتہ چلے گا کہ اب رکوع میں جانا ہے' سجود کیا ہے کہ نہیں' بلکہ وہ کہے گا کہ اب پڑھنا کیا ہے۔ تو یہ یکسوئی آ گئی۔ یکسوئی کا معنیٰ؟ اس کے خیال میں گم ہو جانا۔ وہ اتنا گُم ہو گیا کہ پھر یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اب کس کا خیال ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟

میں تیری جستجو میں بڑی دور آ گیا
تجھ سے بھی بے نیاز سا اب ہو گیا ہوں میں

تو یہ یکسوئی آ گئی۔ اب اُسے پتہ نہیں کہ کیا حال ہے۔ یکسوئی جو ہے یہ مذاہب کے حساب سے ایسی بات ہوتی ہے کہ نمازوں کا پتہ نہیں ہوتا۔ اُسے کہیں کہ جنازے میں شامل ہو جاؤ تو وہ کہے گا کہ جنازے میں کیا شامل ہوں' ہم تو اپنا جنازہ پڑھ کے آ گئے۔ اپنا کیسے پڑھ کے آئے ہو؟ کہتا ہے کہ یکسوئی آ گئی ہے۔ اب اس کو پتہ نہیں ہے کہ زندگی کیا ہے' موت کیا ہے' موسم کیا ہے' حاصل کیا ہے' محرومی کیا ہے' نفع کیا ہے' نقصان کیا ہے' دنیا میں کیا ہو رہا ہے' مشرق کسے کہتے ہیں' مغرب کیا ہوتا ہے ــــــ فاینما تولوا یکسوئی ہی یکسوئی ہے۔ یہ موسم' سمت' آنا اور جانا' یہ یکسوئی والے کے کام نہیں ہیں۔ یکسوئی میں کیا ہوتا

ہے؟ ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ خدانخواستہ کسی کا کوئی نقصان ہو جائے' کوئی صدمہ ہو جائے تو اسے جب بھی ملو وہ اسی خیال میں ہو گا۔ اگر کوئی بہت پیارا انسان فوت ہو جائے تو دو سال بعد بھی وہ یہی کہے گا کہ ابھی چلا گیا' ابھی ابھی اُٹھ کے گیا ہے۔ اگر اس کو کہیں کہ دو سال ہو گئے ہیں تو وہ کہے گا کہ یہاں پر تو سال ہوتے ہی نہیں ہیں' نہ سال ہوتے ہیں' نہ دن ہوتے ہیں اور نہ رات ہوتی ہے۔ غم کے اندر تو ایک جیسا موسم ہوتا ہے یعنی کہ تکلیف کا۔ کون سا موسم ہے؟ سارے موسم۔ اب جو غمگین آدمی ہے وہ دن کو بھی غمگین ہو گا' رات کو بھی ہو گا' دس سال بعد بھی ہو گا۔ تو یہ یکسوئی ہے۔ یکسوئی میں Change نہیں آتی۔ ایسا انسان دنیاوی طور پر کامیاب نہیں ہوتا۔ آپ تو کامیاب انسان ہیں' آپ کو یکسوئی کیسے مل سکتی ہے۔ کامیاب کا کیا مطلب ہے؟ کہ آپ نے سو کام کرنے ہیں' تنخواہ لینی ہے' بینک جانا ہے' پیسے جمع بھی کرنے ہیں' کاروبار بھی کرنا ہے' بازار بھی جانا ہے' خریداری بھی کرنی ہے' تو یکسوئی کیسے آ سکتی ہے۔ اگر یکسوئی آ جائے تو آپ بازار نہیں جا سکیں گے' کھانا بھی نہیں کھا سکیں گے۔ آپ نے شطرنج کھیلنے والے کو کبھی دیکھا؟ اس کو اگر کہیں کہ کھانا کھا لو تو وہ کہے گا لے آؤ۔ پھر کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اسی طرح کئی سلطنتیں برباد ہو گئیں اور شطرنج چلتی رہی۔ ان کو دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوتا' وہ صرف اپنا کام کرتے جاتے ہیں' شطرنج کی چال چلتے جاتے ہیں۔ انہیں کھانے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ اب یکسوئی آ گئی۔ اور اگر یکسوئی نہ ہو تو آپ کھانا کھانے سے کافی پہلے تیار ہو کے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر یکسوئی حاصل ہو جائے تو آپ کی بہت ساری چیزیں غیر حاصل ہو جائیں گی۔

اگر آپ ذکر میں یکسوئی چاہتے ہیں تو اس کا واقعہ بھی سن لو۔ ایک آدمی کو ذکر میں یکسوئی حاصل ہو گئی، محویت اور Concentration مل گئی۔ تو وہ "اللہ ھو" کرنا شروع ہو گیا۔ دو چار دن بعد وہ آیا اور کہنے لگا کہ میرا تو ذکر شروع ہو گیا ہے، مولوی صاحب نماز پڑھاتے ہیں تو بھی میں ذکر کرتا جاتا ہوں۔ وہ رکوع میں جاتے ہیں تو بھی میں ذکر میں ہوتا ہوں، میری تو نمازیں ضائع ہوتی جا رہی ہیں، میں ذکر نہیں کر سکتا ______ آپ کو بات سمجھ آئی؟ تو وہ وقت پر نماز نہیں پڑھ سکتا، صرف اللہ ھو کرتا جاتا ہے، جب کہ نمازیں تو اپنے ٹائم پر آ جاتی ہیں۔ مگر وہ تو ذکر کرتا جاتا ہے۔ اس طرح وہ انسان پریشان ہو جاتا ہے۔ ذکر کے ذریعے جب محویت آ گئی تو یہ تو نمازوں کے اوقات ہیں، مثلاً ایک بجے نماز ہونی ہے یا چار بجے نماز ہونی ہے، یہ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح زندگی، موت، پیدا ہونا ہے، شادی ہونی ہے، ان سب معاملات سے وہ غافل ہو جاتا ہے۔ تو یہ ہے ذکر کی یکسوئی۔ یہ ایسا ہے کہ آپ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اللہ آپ کا ذکر کر رہا ہے، جب یہ شروع ہو گیا تو پھر کھانا پینا کیا ہے۔ پھر آپ نے اور کام بھی تو کرنے ہیں، مِل میں جانا ہے، چکی پہ جانا ہے اور آٹا لانا ہے ______ اس طرح کے واقعات بھی تو کرنے ہیں۔ تو یہ پریشانی ہے۔ اس لیے کامیاب آدمی کو یکسوئی نہیں ملتی۔ یکسوئی مل جائے تو پھر زندگی کا یہ تصور نہیں رہتا جو کہ آپ کا ہے۔ تو دعا کرو کہ یکسوئی مل جائے۔ یہ اچھی دعا ہے۔ اگر یکسوئی مل جائے تو یہ اچھی بات ہے۔ ایک خیال میں ہونا تب ہوتا ہے جب انسان باقی خیالوں سے غافل ہو جائے۔

جب درد سے ہوتا تھا مضطر تو کہتا تھا یہ مجنوں رو رو کر
دنیا کی ہر اک شے کو یارب لیلیٰ کر دے محمل کر دے

تو پھر ہر شے اس کے حوالے سے ہے اور اس کا ایک ہی حوالہ رہ جاتا ہے۔ ذکر کرنے والا ہر شے کو ذکر میں شامل کر دیتا ہے بلکہ اس میں جھونک دیتا ہے۔ اس کے باقی کے واقعات ضائع ہو جاتے ہیں۔ وہ مجذوب ہو جاتا ہے یا مجنون ہو جاتا ہے۔ وہ ذکر میں کامیاب ہوتا ہے مگر باقی شعبہ ہائے حیات میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جس آدمی نے دفتر ٹھیک ٹائم پہ جانا ہے تو یہ اس کی عادت کی بات ہے' وہ کامیاب آدمی ہے' عین ٹائم پہ اُٹھتا ہے' صبح عین وقت پر ناشتہ کرتا ہے' عین وقت پر دفتر جاتا ہے' عین وقت پر واپس لوٹتا ہے' عین ٹائم پر نماز پڑھتا ہے' عین ٹائم پر سب واقعات ہوتے ہیں اور پورے ٹائم پر سو جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ اس کی کامیاب زندگی ہے۔ ذکر والا کہے گا کہ اس سے زیادہ ناکام ہی کوئی نہیں۔ تو وہ کامیاب ہے کیونکہ فرائض پورے کر رہا ہے مگر جس ایک دائرے میں وہ کامیاب ہے اس کے علاوہ زندگی کے جتنے دائرے ہیں اُن سب سے وہ غافل ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ کہ اس کا ایک دائرہ ہے' مکمل دائرہ ہے' اس دائرے میں تو وہ مکمل ہے کہ صبح اُٹھنا' بیدار ہونا' شام ہونا' نماز پڑھنا اور پورے ٹائم پر سو جانا۔ وہ جو تہجد گزار لوگ ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اب سوا آٹھ بج گئے ہیں' میرے سونے کا ٹائم ہو گیا ہے' اس لیے آپ تشریف لے جائیں' تہجد کا ٹائم ہو جائے گا اس لیے میں نے جلدی اُٹھنا ہے۔ اُسے دنیا کی کسی اور شے کی پرواہ نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس شعبے میں کامیاب اور باقی شعبوں

سے محروم ہو گیا۔ آپ نے بات پہ غور کیا؟ سارے حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کا کوئی بھی عمل آپ کے لیے سنت ہے' اس پر چلنا چاہیے۔ کیا غارِ حرا میں بیٹھنا سُنت ہے؟ اس وقت نماز کا کون سا ٹائم تھا' Concentration تھی۔ یہ دین اب سے چودہ سو سال بعد بھی قائم رہے گا۔ تو دین والے بہت سی باتیں نظر انداز کر دیتے ہیں' کھانا پینا کم کر دیتے ہیں' پیسے سے دور ہو جاتے ہیں۔ اب آپ اس ذات ﷺ کے بارے میں سوچیں کہ جس کے پاس وہ دین ہے جو ہزار ہا سال بعد بھی محبت اور عقیدت میں قائم رہے گا ان کے لیے پیسے کے بارے میں کچھ کرنا کیا مشکل تھا لیکن انہوں نے نظر انداز کر دیا۔ تو اس کو نظر انداز کر دیا اور ایک بڑی بات کی سوچ ایسی بتائی کہ وہ دین تا قیامت قائم رہا۔ آپ لوگ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کون سی چیز آپ نے فوقیت میں رکھنی ہے۔ اس لیے Concentration نہیں ہوتی۔

سوال:

کیا آپ ترجیحات کا کہہ رہے ہیں؟

جواب:

ترجیحات کا مطلب ہے ایسی چیز کہ اس کو قائم رکھنا ہے۔ اگر آپ ذکر کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس مجذوب کو دیکھو جس نے آگ کا مچ لگایا ہوتا ہے' جو اس کے پاس درخواست لے کے جائے کہ یہ ضروری کاغذ ہے تو وہ کہے گا کہ ڈال دے آگ میں' تیری چٹھی منظور ہو جائے گی۔ یہ کہتا ہے کہ بابا جی دعا' حالات خراب ہو رہے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ چٹھی لے کے آ' وہ چٹھی لے آیا تو بولے کہ آگ میں

ڈال دے۔ کیونکہ اس بابے کے پاس ایک ہی طریقہ ہے Concentration کا۔ تو وہ باقی ہر چیز اُس Concentration کے اندر ڈال دیتا ہے۔ اگر ایک آدمی Concentration کر رہا ہے اور بچہ رو رہا ہے تو وہ کہے گا کہ کون بچہ؟ رونے دو۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر بھی رو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد دونوں ہی رو رہے ہیں' فوت ہو گئے' زمانے بدل گئے' مگر وہ ذکر کرتا جا رہا ہے۔ یہ ہے Concentration۔ اور اگر آپ یہ تکلفاً کرنا چاہتے ہیں کہ یکسوئی کا' ذکر کا پیریڈ کرنا ہے تو دس منٹ ذکر کر لو' فیشن کے طور پر کر لو مگر یہ ذکر تو نہیں ہوگا۔ یکسوئی اگر مل گئی تو پھر اس سے واپس نکلنا مشکل ہوگا۔ اس لیے یا تو یکسوئی نہ مانگو یا پھر مانگ لو۔ آپ سارے لوگ جو بیٹھے ہیں یہ دعا کر لیں کہ اس شخص کو ذکر میں یکسوئی مل جائے' ایسی یکسوئی مل جائے کہ اس کا نام پوچھیں تو کہے کہ نام بھی بھول گیا ہے۔ تو یہ ہے یکسوئی۔ اگر صرف ویسے ہی ذکر کرنا ہے تو دس منٹ ذکر کر لو لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ _______ تو ذکر پورا ہو گیا۔ مگر یہ تو ذکر نہ ہوا۔ اس لیے اے صاحبانِ زمانہ! آپ لوگ یا Concentration کرو یا پھر ٹائم ٹیبل کرو۔ مقصد یہ ہے کہ آپ پوری طرح غور کرو کہ آپ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے' آپ کے ملک کے اوپر حکومت کے طور پر کون بیٹھا ہے' اب آپ کیا اسلام کی باتیں کرتے ہیں۔ اب آپ کیا ذکر اور کیا Concentration کریں گے۔ مقصد یہ ہے کہ یہاں تک تو آپ کے حالات پہنچے ہوئے ہیں کہ آپ کے ملک' سارے پاکستان میں ایسا بندہ نہیں جو مرد ہونے کی حیثیت سے جوانمردی کرتا۔ یہ واقعہ نہیں ہوا ناں۔ اب آپ آرام سے بیٹھ جاؤ اور Concentration

کرتے جاؤ ے

میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح

تو فقط اللہ ھُو' اللہ ھُو' اللہ ھُو

تم اِدھر بیٹھ کے اللہ ھُو کرتے جاؤ اور وہاں سارا ہُو کا عالم ہو جائے گا۔ اس لیے یہ دیکھو کہ آپ کے گردوپیش کے واقعات آپ کو Concentration نہیں کرنے دیں گے' آپ کی اخباریں آپ کو Concentration نہیں کرنے دیں گی' آپ کا نظام الاوقات آپ کو Concentration نہیں کرنے دے گا۔ آپ کسی بات میں بھی Concentration نہیں کر سکتے جب تک آپ حاصل اور محرومی سے آزاد نہیں ہوتے' جب تک آپ نفع نقصان سے آزاد نہیں ہوتے' یا جب تک آپ جنونی نہیں ہو جاتے۔ اگر ایک چیز ملک میں آپ کے عقیدے کے خلاف ہو رہی ہے تو ذکر کیسے چلے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس ذات کا آپ ذکر کر رہے ہیں اس ذات کے ساتھ آپ کا تعلق ہونا چاہیے۔ ذکر میں اللہ کا نام ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف زبان پر ہو کہ آپ ہزار بار ذکر کر جائیں بلکہ ذکر یہ ہے کہ تعلق سے یاد پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ کا تعلق نہ ہو تو یاد پیدا نہیں ہوتی۔ تو ذکر جو ہے یہ مذکور کی اجازت سے ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت ہو تو ذکر ہوتا ہے۔ تو ذکر جو ہے وہ مذکور کے اِذن سے' مذکور کے فضل سے ہوتا ہے اور مذکور کی شمولیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے جب آپ ذکر کا پوچھتے ہیں تو ذکر آپ کے کرنے کا کام نہیں ہے بلکہ یہ مذکور کے چاہنے کا نام ہے۔ وہ جس کو چاہے ذکر دے دے۔ انسان خود ذکر' فکر' اذکار جتنے کرتا

جائے وہ بالکل بیکار ہیں جب تک مذکور نہ چاہے۔ وہ جب چاہتا ہے تو ذکر بنا دیتا ہے۔ اس طرح پھر دل کا ذکر' زبان کا ذکر اور خیال کا ذکر مل جاتا ہے۔ پہلے خیال پوِتر ہو جاتا ہے اور پھر ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ ذکر کا معنیٰ یہ ہے کہ غیر اللہ کی یاد اور خیال سے آزاد ہو جانا۔ ایک طریقہ تو یہ ہے۔ غیر اللہ کا مطلب ہے اللہ کے علاوہ' ماسواء اللہ' تو وہ اللہ کے علاوہ ہر خیال سے آزاد ہو جاتا ہے' غافل ہو جاتا ہے' وہ اللہ کے خیال میں چلتا جاتا ہے' اس کو جانے دو وہ جدھر جاتا ہے۔ اس طرح ذکر چل پڑتا ہے۔ پھر ایک اور طریقہ ذکر کا یہ ہے کہ اقم الصلٰوۃ لذکری۔ میرے ذکر کے لیے نماز قائم کر۔ نماز کا نظام قائم کرو' ٹائم ٹیبل کے مطابق۔ تو یہ بھی ذکر ہے۔ اللہ کے بارے میں فکر کرنا بھی ذکر ہے۔ تو یکسوئی کا ہونا اس کے فضل سے ہے۔

اور کوئی سوال ــــــــ پوچھیں ــــــــ

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ ذکر والے اور یکسوئی والے مجذوب اور مجنون ہوتے ہیں لیکن صحابہؓ کی تاریخ میں تو ایسے مجذوب نظر نہیں آتے؟

جواب:

وہاں ذکر کہاں ہوا؟ وہاں ذکر کی محفلیں تو نہیں ہوئیں۔ وہاں تو حضور پاک ﷺ کی محبت میں جو لگن تھی وہ ذکر ہے۔ وہ تو چلتے جا رہے ہیں اور حکم کا انتظار کر رہے ہیں' تو یہ ذکر ہے۔ یوں آپ کی طرح' جیسا کہ یہاں ذکر کا طریقہ آیا وہاں اس طرح کا ذکر نہیں ہے' کہ محفل بیٹھ گئی اور ایک آدمی ذکر کرتا جا رہا ہے۔

وہاں تو وہ حکم کے انتظار میں ہوتے تھے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جہاد کرو تو سارے تیار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ گھر میں ہے وہ لے آؤ۔ پھر پوچھا کہ گھر میں اپنے لیے کچھ رکھا ہے۔ کہنے لگے کہ کچھ نہیں رکھا' ہمارے لیے بس آپ ﷺ ہی ہیں۔ جس آدمی کے گھر میں سرمایہ اور اثاثہ ہے اس کا ذکر کرنے سے کیا تعلق ہے' صحابہ کرامؓ کی بات کرنے سے کیا تعلق ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی جان کو نثار کر دیا حضور پاک ﷺ کے حکم پر اور آپ ﷺ کے دین کے لیے' اس شعبے میں آپ لوگ کیسے ڈھلو گے۔ یہ ماڈرن ذہن کہتا ہے' جب کبھی وہ اپنے دور سے اُکتا جاتا ہے تو صحابہ کرامؓ کے بارے میں پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی محفلِ ذکر لگائی۔ یہاں پر اعلان ہوتا ہے کہ آج محفلِ ذکر ہو گی ساڑھے نو بجے اور ساڑھے دس بجے کھانا ہو گا۔ اور پھر کھانا ہی کھانا ہو گا۔ کبھی آپ نے محفلِ ذکر دیکھی ہے؟ ایک آدمی باقی سب کو ذکر شروع کرا دیتا ہے اور باقی سارے کرتے رہتے ہیں۔ پھر مل کے ذکر کرنے سے کچھ لوگوں کو محویت بھی ہوتی ہے' کچھ کو تاثیر بھی مل جاتی ہے۔ باقی سارے ویسے کے ویسے آ جاتے ہیں ۔

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اُٹھے اپنا دامن

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ذکر کرتے کرتے کاسۂ گدائی ساتھ رکھتے ہیں' "اللہ ھُو" کرتے جا رہے ہیں اور پیسے بھی مانگتے جا رہے ہیں۔ جب تک آپ اس خیال کے اندر ڈھل نہ جائیں تو ذکر صرف فزیکل چیز کا نام نہیں ہے' یہ صرف سانس کی آواز کا نام نہیں ہے۔ طوطا بھی ذکر کر سکتا ہے۔ وہ اللہ ھُو کی ایسی

گردان کرے گا کہ آپ حیران ہو جائیں گے۔ فاختہ بھی ذکر کرتی ہے' قُمرہ بھی ذکر کرتا ہے' اس کی آواز ہی ایسی ہوتی ہے۔ تو ذکر کا مطلب ہے محویت' اس کی یاد میں' اس کے تعلق کے ساتھ۔ یہ جو مجنون ہوتے ہیں تو اس زمانے میں مجنون تھے اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپؒ مجنون ہو گئے تھے۔ مجنون کیسے ہو گئے؟ انہوں نے سنا کہ حضور پاک ﷺ کا کوئی دانت مبارک شہید ہو گیا۔ تو انہوں نے سوچا کہ پتہ نہیں وہ کون سا دانت ہو گا' لہٰذا ایک ایک کر کے سارے دانت نکال دیے۔ کیا آپ نے یہ بات سُنی ہے؟ یہ کوئی دانائی کی بات تو نہیں ہے' یہ تو مجنون کی بات ہے۔ محبت ہمیشہ مجنون ہوتی ہے۔ اگر محبت میں تمیز آ جائے یا ٹائم ٹیبل آ جائے یا احتیاط کا پہلو آ جائے تو وہ محبت نہیں۔ مثلاً اُسے کہیں کہ آج شام کو تمہیں محبوب نے بلایا ہے تو وہ کہتا ہے کہ شام کو اگر بارش نہ ہوئی تو میں ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ تو یہ محبوب والی بات تو نہ ہوئی۔ اس لیے جب آپ صحابہ کرامؓ کی زندگی کو پیش کرتے ہیں تو پھر اُن جیسی زندگی گزارو۔ اگر اب جیسی زندگی گزار رہے ہیں تو اس میں دیکھیں کہ کتنا عمل کر سکتے ہیں۔ دورِ حاضر کے اندر یہ بڑی سخت بیماری ہے۔ کیا بیماری ہے؟ کہ لوگ صحابہ کرامؓ کی زندگی اپنے مطلب کی Quote کر لیتے ہیں اور موجودہ دَور کے کچھ اور انداز کے تقاضے پورے کر لیتے ہیں۔ جب وہ تقاضے پورے کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ دور ہی ایسا ہے' گزارا تو کرنا ہے۔ جہاں اپنے خلاف کوئی بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے تو اس طرح بالکل نہیں کیا۔ لہٰذا آپ لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ یا تو آپ کی زندگی صحابہ کرامؓ کی زندگی کے عین مطابق ہو۔ اسی طرح سُنت پہ چلنے

والے بہت کم لوگ ہوں گے جنھوں نے جہیز کے بارے میں یہ کیا ہو کہ حضور پاک ﷺ کے اپنی بیٹی کو عطا کیے ہوئے جہیز کے مطابق جہیز دیا ہو۔ کم لوگ ہوں گے ناں؟

سوال:

کوئی بھی نہیں ہے۔

جواب:

کوئی بھی نہیں ہے؟ لو یہ تو آپ نے اور ہی بات کر دی۔ اگر ایسا کوئی نہیں ہے تو پھر آپ ﷺ کی بات کیا کرتے ہو۔ وہ بادشاہ ہوں' کائنات کے سلطان ہوں اور پھر فاقہ بھی ہو۔ یہ بھی کوئی نہیں کرتا' کہ بادشاہِ وقت ہو اور فاقہ ہو۔ تو ایسا کوئی بھی نہیں کرتا۔ پھر آپ کیا کرتے ہو۔ پھر آپ چاہتے ہیں کہ اس طرح کی شب بیداری کریں اور وہ اعجاز بھی پیدا ہو جائے مگر ویسے زندگی نہیں گزارتے۔ آپ لوگ شہید کا درجہ پانا چاہتے ہیں مرے بغیر ______ یہ آپ کے دورِ جدید کی خاص بات ہے کہ شہادت کا رتبہ بھی مل جائے اور ایسا ہو کہ کربلا سے باہر مل جائے۔ کوئی جہاز کے حادثے کے بعد شہید ہو جاتا ہے' کوئی پھانسی کے بعد شہید ہو جاتا ہے' کوئی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ آپ کے پاس اپنی مرضی کی الاٹمنٹ ہے' جسے چاہے مرضی شہید بناتے جاؤ۔ شہید تو پھر شہید ہوتا ہے' کم از کم اسلام کے نام پر کوئی ایسی پرفارمنس ہو جس کو کرنے سے وہ جان سے جائے تو وہ شہید کہلائے گا۔ تو یہ اسلام کے نام پر ہے' خدا کے نام پر ہے' اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے نام پر ہے۔ اگر ایسا کوئی واقعہ کرتے کرتے انسان کی جان نکل

جائے تو وہ شہید کہلائے گا۔ کم سے کم وہ شہادت ہے جب خدانخواستہ اچانک کوئی Explosion' دھماکہ ہو جائے۔ تو یہ کم سے کم شہادت ہے کہ کوئی حادثہ ہو جائے' زلزلہ آ جائے' چھت گر پڑے' ملک کے دفاع کے لیے اگر کوئی مرے اور وہ اسلام کے نام کا ملک ہو تو وہ بھی شہید کہلائے گا۔ جہاد ہے دین کے نام پر اور خلیفۃ المسلمین کے حکم پر لڑنا اور اگر وہ کافروں کے خلاف ہو تو پھر وہ شہید ہو گا۔ اگر ایران اور عراق کی جنگ ہو رہی ہے تو دونوں شہید نہیں ہوں گے۔ شہید وہ ہو گا جب تک دوسرا کافر نہ ہو۔ تو ایک شہید کب ہو گا؟ جب دوسرا کافر ہو۔ اگر مسلمان' مسلمان کے خلاف ہو گیا تو وہ شہید نہیں ہے۔ تو یہ بات دین کے کسی فنکشن کو ادا کرنے میں ہو۔ تو یہ واقعات ہیں شہادت کے بارے میں۔ اس لیے آپ جب بھی دورِ جدید کے حساب سے بات کرتے ہیں تو غور کے ساتھ بات کریں ______ آپ شاید ایرانِ عراق کے بارے میں دوبارہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ ایران عراق کی یہ بات ہے کہ ایران کا عراق کے خلاف عمل اور عراق کا ایران کے خلاف جو عمل ہے اگر دونوں اس میں واضح نہ ہوں تو پھر اس کے بعد شہادت کا مقام الگ ہو جاتا ہے۔ اگر دونوں اپنے اپنے امیر کی اطاعت کر رہے ہیں تو دونوں طرف شہادت نہیں ہو گی۔ آپ غیر جانب دار ہو کے دیکھیں' دونوں اپنے اپنے ملک کے فنکشن کی اطاعت کر رہے ہیں' ملک کو Defend کرنا شہادت نہیں ہے' شہادت ہے امیر کے حکم کو ماننا ______ اور اگر دونوں طرف امیر ہوں اور دونوں طرف مسلمان ہوں تو پھر بات غور طلب ہو جائے گی۔ اگر آپ بات کو غور سے دیکھیں تو مسلمان کی مسلمان کے ساتھ جنگ بڑی غور طلب

ہے۔اس لیے ان باتوں پہ بڑا غور کرنا پڑے گا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔تو شہید ایسے نہیں بن جاتے۔شہید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اُسے موت سے تو گزرنا پڑے گا۔یکسوئی کے لیے یہ ضروری ہے' ذاکر بننے کے لیے بھی یکسوئی سے گزرنا پڑے گا۔اطاعت کے لیے بھی یکسوئی سے گزرنا پڑے گا۔ایک چیز کو آپ نے بڑے غور سے کرنا ہے کہ جب اطاعت کرنی ہے تو پھر اس کے بعد آپ چلتے جاؤ______

اور کوئی سوال ______ ایسا سوال کہ جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق ہو ورنہ پھر بات مشکل ہو جاتی ہے' کہیں اور نکل جاتی ہے۔آپ ذکر کریں اور اگر یکسوئی نہیں ہوتی ہے تو پھر آپ خاموش ہو جائیں۔ذکر کے بارے میں کہتے ہیں کہ فاقہ زیادہ کرنے سے ذکر ہو جاتا ہے' کم کھانے سے ذکر ہو جاتا ہے' یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے' جاگنے سے یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ایک آدمی نے کہا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر یکسوئی پیدا نہیں ہوتی ہے تو انہوں نے کہا کہ اچھا یکسوئی پیدا نہیں ہو رہی؟ وہ اندر گھر میں گئے' واپس آئے تو یکسوئی پیدا ہو گئی۔گھر کے اندر تھوڑا سا کھانا بچا ہوا تھا' وہ کسی فقیر کو دے دیا تو یکسوئی پیدا ہو گئی۔جس آدمی کے گھر میں صبح کے کھانے کا انتظام ہو تو اس میں یکسوئی پیدا نہیں ہوتی۔ یہ ایک خاص بات ہوتی ہے۔اگر صبح کا خیال دل میں ہو تو رات کو یکسوئی پیدا نہیں ہوتی۔ ذکر کے اندر یکسوئی کا مطلب یہ ہے کہ نہ صبح کا خیال ہو یعنی Tomorrow کا اور نہ گزرے ہوئے کل کا خیال ہو۔نہ اپنا خیال ہو اور نہ کسی اور کا خیال ہو تو پھر یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔ورنہ ذکر کی عبادت میں بہت دِقت ہو جائے گی۔

ہاں بولو_____ حافظ صاحب! ڈاکٹر صاحب! ریاض میاں بولیں_____

سوال:

حضور! ابھی آپ نے فرمایا کہ ماسوا کے خیال سے انسان کو نکل جانا چاہیے تو کچھ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ماسوا تو کچھ ہے ہی نہیں۔

جواب:

یہ تو آسان سی بات ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب آپ اللہ کی طرف جا رہے ہوں تو ہر چیز ماسوا ہے اور جب آپ اس مقام تک پہنچ گئے تو وہاں ماسوا نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ۔

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگارِ کثرت

کثرت تو ہے اور سارے کے سارے کثرت ہیں۔ جب آپ اس کے اندر وحدت کا سفر کرتے ہیں تو سارا اس میں کثرت گنا جائے گا۔ پھر جب آپ وحدت سے اس طرف بھیجے جاؤ تو پھر کوئی شے غیر نہیں ہے۔ لیکن ماسوا کو یاد رکھنا کہ اللہ کا فضل، اللہ کا حکم یا اللہ کی بنائی چیزیں ضرور موجود ہیں مگر ان میں اللہ نہیں ہے۔ بات سمجھ آئی؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ماسوا نہیں ہے تو آپ یہ ضرور سمجھ لو کہ شیطان اور شیطان سے وابستہ باتیں اور اشیاء اور افراد سب ماسوا ہیں۔ ابلیس اور ابلیس کے فنکشن کرنے والے، فنکشن ادا کرنے والے جو ہیں، ان سب کو آپ ماسوا کہیں بلکہ ان کو عدو اللہ کہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ وہ تمہارا دشمن ہے اور ہمارا بھی دشمن ہے۔ تمہارا دشمن اس لیے ہے کہ اس نے تمہیں دھوکہ دینا ہے، ورغلانا ہے اور ہمارا دشمن اس لیے ہے کہ اس نے ہمارا کہنا نہیں مانا۔

آگے جو راز ہے وہ راز والا جانے اور اس کا کام جانے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے "عدو اللہ" کہا تو وہ عدو اللہ ہے' جس کو اللہ نے ماسوا اللہ کہا تو وہ ماسوا اللہ ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے غیر کہا تو وہ غیر ہے۔ اس لیے وہ جو بزرگ کہتے ہیں کہ اس میں غیر کیا ہے' فرعون بھی تیرا' موسیٰؑ بھی تیرا' وہ بھی تیرا' ہم بھی تیرے ______ تو وہ جو ہیں کرنے کا ایک مقام ہے' اس لیے وہ بزرگ یہ بات کہتے ہیں' وہ اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔ وہ ایک مقام آتا ہے' کہ اگر میں آپ کو اندر دیکھوں تو باہر کون ہے اور باہر دیکھوں تو اندر کون ہے' میں کون ہوں' تو کون ہے' یہ سب کیا ہے' یہ فرعون اور موسیٰؑ سب خیال کی باتیں ہیں ۔

ہر شے وہم خیال' ہر شے وہم خیال

تو اس مقام پر جب بزرگ پہنچتے ہیں' فقیر پہنچتے ہیں تو وہ ٹھیک کہتے ہیں' وہ کہہ سکتے ہیں۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ خیال کا نام اللہ ہے' اللہ کی ذات تو ہمیں نظر نہیں آئی' بس خیال ہے اور عقیدہ ہے۔ اور عقیدہ ہی ماسوا اللہ ہے' میں ہی اللہ اور میں ہی غیر اللہ یعنی میرے ماننے کا نام اللہ ہے اور میرے نہ ماننے کا نام ہے کہ اللہ نہیں ہے' میں نے ہی کافر ہونا ہے اور میں نے ہی مومن ہونا ہے ______ تو "میں" کون ہے؟ بندہ۔ اگر میں مان لوں تو تُو ہے اور اگر میں نہ مانوں تو تُو کدھر ہے؟ تو فقراء یہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ یہ کرتے ہیں تو اللہ سے ان کی بے تکلفی ہے' وہ جانے اور اُس کا کام جانے۔ آپ اگر یہ کریں گے تو گستاخی ہوگی۔ تو تم یہ بات کہو گے تو گستاخی ہوگی۔ ان کا لین دین تو اللہ کے ساتھ چلتا ہے' انہوں نے اپنی جانیں وقف کی ہوئی ہیں' وہ بے تکلفیاں کرتے رہتے ہیں۔ تو ہم ایسی

بات نہیں کر سکتے کہ وہ کون ہے۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے ساتھ ہیں' پتہ نہیں اللہ ہے کہ نہیں ہے' بہر حال نہیں ہے تو بھی ہے۔ یہ فرمان ہے کہ زمانے کو برا نہ کہو کیونکہ زمانہ ہم ہیں۔ اور یہ بھی فرمان ہے کہ زمانے سے محبت نہ کرو کیونکہ یہی غیر ہے۔ یہ ساری کائنات جو ہے ماخلقت هذا باطلا ان میں کوئی شے باطل نہیں ہے۔ پھر شیطان کیا ہے؟ ابلیس کیا ہے؟ وہ اللہ کے حکم سے باہر تو نہیں ہے۔ ابلیس نے کہا تھا کہ مجھے آپ نے یہ بات کیوں نہیں سمجھا دی کہ وعلم ادم الاسماء كلها آپ پہلے بتا دیتے کہ آپ نے ناراض ہونا ہے۔ جس وقت کوئی انسان گمراہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ ابلیس نے گمراہ کیا' شیطان نے کیا' تو یہاں پر عقل والے لوگ کہتے ہیں کہ ابلیس کو کس نے گمراہ کیا' ابلیس سے پہلے تو کوئی ابلیس نہیں ہے ______ تو یہ ساری باتیں جو ہیں یہ عقل والوں کے حساب کتاب ہیں۔ عقیدے کا حساب کتاب یہ ہے کہ یہ سچ ہے' یہ جھوٹ ہے' یہ اللہ ہے' یہ غیر اللہ ہے' یہ ماننا ہے' یہ نہ ماننا ہے' یہ مومن ہے' یہ کافر ہے' کافروں کے خلاف جہاد کا حکم ہے' انہیں مارو اور جب مرنے کا وقت آ جائے تو مر بھی جاؤ۔ ورنہ غیر کون؟ کافر کون اور مومن کون؟ یہ عقل والے کہتے ہیں۔ آپ اس بات سے بالکل بچو۔ جیسے اللہ نے کہا ویسے چلتے جاؤ۔ "ماسوا اللہ" ہوتا ہے' "غیر اللہ" بھی ہے' ابلیس بھی ہے۔ یہ سارا جلوہ اسی کا ہے' عین اسی کا ہے لیکن اس کو نہ ماننے والے تو اس کا جلوہ نہیں ہیں۔ وہ جو زیادہ قریب ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سارا جلوہ اس کا ہے' شیطان اس نے خود بنایا ہے' آپ رب بن گیا اور خود ہی کسی کو شیطان بنا دیا' پھر بندہ بنا دیا' ایک کھیل کر گیا' ہم تو گناہگار نہیں ہوئے' ہم نے تو

یہ کام کیا ہی نہیں' کبھی کہتا ہے کہ میں قادرِ مطلق ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ شیطان میرا کہا نہیں مانتا۔ تو یہ کون کہہ سکتا ہے؟ جس کا حساب کتاب اللہ کے ہاں برابر ہو۔ آپ کا حساب کتاب برابر نہیں ہے۔ ہم لوگ بندے ہیں' عاجز ہیں۔ اس لیے ڈر کے رہو۔ اور یہ کہو کہ یا اللہ جو تو کہتا ہے وہ سچ ہے' جو تیرے حبیب پاک ﷺ نے فرمایا وہ سچ ہے' ہم خود تحقیق نہیں کر سکتے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ اللہ آپ کی تحقیق کا نام نہیں ہے۔ خود اللہ کو نہ ڈھونڈنا۔ اللہ وہی ہے جو اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے بتایا جیسا کہ اسلام میں ہے' اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے فرمایا ہے' اللہ ویسے ہی ہے۔ اگر کوئی درویش تمہیں مل جائے اور کہے کہ میں نے خود ہی اللہ کا تعلق ڈھونڈ لیا ہے تو وہ نہ ماننا۔ یہاں سے بہت ساری گمراہی پیدا ہوئی اور دین کے نام پر پیدا ہوئی۔ بہت سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو اللہ والے کہلائے لیکن وہ نبیؐ والے نہیں تھے۔ یہاں سے دِقت پیدا ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ گرونانک بھی اللہ والا ہے' ہندوؤں میں بھی اللہ والے ہوں گے' اور جگہوں پر بھی اللہ والے ہوں گے لیکن آپ کو کون سا اللہ والا چاہیے؟ جو اللہ کے حبیب پاک ﷺ والا ہو۔ اصل بات یہ ہے۔ اس لیے زیادہ لمبی چوڑی کہانی نہ بناؤ۔ اگر ایسی کہانی بناؤ گے تو پھر نبھا نہیں سکو گے ____ تو ''غیر اللہ'' بھی ہے اور ''ماسوا اللہ'' بھی ہے ____ اللہ ہے! اور اس کا تم نے دیدار نہیں کیا۔ اللہ کو تم نے کیسے مانا؟ تم نے سن کے مانا جیسا کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے بتایا۔ اُنہوں نے جو بات بتائی ہم نے اس کو مان لیا۔ تو اللہ ویسے ہی ہے جیسا کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا اور اللہ کے حبیب ﷺ ویسے ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ یہ بڑی آسان سی بات

ہے۔ایک نے بتایا کہ یہ اللہ ہے اور اللہ نے کتاب عطا فرما دی اور اب کتاب کے اندر اللہ بھی ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ بھی ہیں۔تو آپ کے لیے بات بہت آسان ہوگئی۔آپ اپنے پاس سے تحقیق نہ کرنا۔بزرگ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر شے وہم خیال ہے' اس میں حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔عین ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن یہ اتنی حقیقت ہے کہ ماضی بھی حقیقت ہے' جو گزر گیا وہ بھی قائم ہے۔ آپ کا سارا علم ماضی کا علم ہے' ماضی کا علم نکال دیا جائے تو آپ کا ایمان نہیں رہتا۔ایمان کیا ہے؟ گزرے ہوئے لوگوں پر ایمان' پیغمبروں اور رسولوں پر ایمان۔تو پیغمبر اور رسول کہاں ہیں؟ ماضی میں ہیں۔اور یہ کہ غیب پر ایمان اور فرشتوں پر ایمان ______ کیا آپ نے کبھی فرشتہ دیکھا' جن دیکھا۔ یہ ملاقات نہیں ہے لیکن صرف ایمان رکھنا ہے۔فرشتوں پر ایمان رکھنا ہے۔اور یہ ایمان رکھنا ہے لیکن ابھی تک یہ پتہ نہیں کہ دیدار ہے کہ نہیں ہے۔تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان' کتاب پر بھی ایمان اور کتابوں پر بھی ایمان۔کیا کسی کے پاس ثبوت ہے کہ جبریل امینؑ یہ کتاب لائے؟ بس اتنی سی بات ہے۔کیا جبریل امینؑ ایک الگ ذات کے طور پر آئے' کیا وہ اپنے وجود میں آئے' کیا کوئی پرنٹ کیا ہوا صفحہ لائے' کیا الفاظ تھے؟ کان کے ذریعے الفاظ آئے؟ دل کے ذریعے الفاظ آئے؟ یہ سب آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔تو جیسا ہے ویسا ہے' تسلیم ورضا کی بات ہے۔اس لیے بڑی احتیاط سے یہ بات سمجھنی چاہیے۔اس میں بحث کی کوئی بات نہیں ہے۔اللہ کو مانا' اللہ کے حبیب ﷺ کو مانا' فرشتوں کو مانا' اگلی پچھلی ہر شے کو مانا' سب کو مانتے چلے جاؤ اور چپکے سے اپنا وقت گزارتے چلے

جاؤ۔ تو ماننا اور تسلیم کرنا بہتر بات ہے______ ورنہ کوئی فرشتہ تو آج تک نظر آنا چاہیے تھا۔ اتنا عرصہ ہو گیا ہے۔ تنزل الملئکۃ والروح فرشتے اور روح آتے ہیں ۔ سمجھنے والے سارے آدمی کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے۔ دیکھنے والوں نے بھی دکھایا نہیں ہے۔ بس اس میں اتنا سا راز ہے کہ دیکھنے والوں نے بھی دکھایا نہیں ہے اور بتایا سب نے یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہے اور عین ٹھیک ہے۔ تو جو کچھ ہے عین ہے ٹھیک ہے۔ آپ اس طرح بہت ساری دِقت سے بچ جاؤ گے۔ تو جو کچھ ہے عین اور بالکل ٹھیک ہے' حقیقت ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ماضی حقیقت ہے تو مستقبل بھی حقیقت ہے۔ کیا قیامت آپ نے دیکھی؟ ایمان تو رکھو۔ پتہ نہیں کل کو کیا ہونا ہے' قیامت آئے گی کہ نہیں' آپ کی قیامت تو ہو ہی جانی ہے۔ جب کئی کروڑ سال بعد قیامت آئے گی تو آپ کو ہڈیوں سے نکالا جائے گا' دوبارہ بنایا جائے گا' پھر آج کی بات کی جائے گی' اس وقت نجانے کون سی زبان ہو اور آج کی پتہ نہیں کیا زبان ہے' پھر آپ کو حاضر کیا جائے گا' پھر لا کھڑا کیا جائے گا آپ کو ایک دربار کے سامنے اور پھر آپ کے لیے یا دوزخ ہو گی یا جنت۔ یہ کب ہو گا؟ دو کروڑ سال کے بعد۔ ایک کہے گا کہ اس آدمی نے میرا حق رکھا ہے تو وہ کہے گا کہ گھبرا نہیں یہ مل جائے گا' قیامت کو مل جائے گا۔ آپ نے دو کروڑ سال کیا انتظار کرنا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ قیامت کو پیسے مل جائیں گے' دس دنیا کے تو ستر آخرت میں مل جائیں گے۔ آخرت میں اگر پیسے مل گئے تو وہاں بازار تو ہونا نہیں' پھر خریدو گے کیا؟ تو وہاں پیسے مل جائیں گے مگر سامان تو نہیں ملے گا' وہاں بازار نہیں ہو گا' کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہوں گی' کوئی میلہ' کوئی عرس مبارک تو

نہیں ہو گا؟ وہاں قصور کی جلیبیاں تو نہیں ملیں گی۔ بات سمجھ آئی آپ کو؟ تو یہ سارے واقعات تسلیم میں آنے چاہییں کہ ایسا ہے' جیسا ہے ویسا ہے' جو بیان ہو گیا وہ بیان ہو گیا۔ سچ کیا ہے؟ سچے کا قول۔ جو کچھ حضور پاک ﷺ نے فرمایا وہ عین حقیقت ہے اور جو اللہ نے فرمایا وہ عین حق ہے۔ بس اس میں بحث نہ کرو۔ اللہ کہتا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے قریب ہوں۔ وہ قریب ہے تو ضرور قریب ہے۔ آپ نے کبھی دیکھا' کبھی محسوس کیا؟ آپ میں سے ڈاکٹر بھی ہیں' کیا انہوں نے عملِ تنفس میں ایسی بات دیکھی ہے۔ اللہ نے جو فرمایا وہ ٹھیک ہے۔ جو واقعہ ہو گیا وہ ٹھیک ہے۔ ایک پیغمبر کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی بہت شادیاں تھیں۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور کہا کہ ہم یہ چیز لینا چاہتے ہیں۔ تو ان کی اتنی ازواج تھیں کہ آپ سمجھنا چاہو گے تو سمجھ نہیں آئے گی کہ قصہ کیا ہے' آپ جاننا چاہو گے تو جان نہیں سکو گے کہ قصہ کیا ہے۔ دوسرے پیغمبروں کے واقعات دیکھو تو وہ اور ہیں۔ یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گرے ہوئے ہیں اور ان کی خوب صورتی کا عالم یہ ہے کہ آج تک شہرہ ہے۔ اس لیے ماضی کو نہ چھیڑنا' مستقبل کو بھی نہ بدلنا' جو کچھ بیان ہوا وہی مستقبل ہے۔ اپنا عقیدہ درست رکھو اور اپنے اعمال کو صحیح رکھو۔ یہ عقل کی بات نہیں ہے۔ آپ جو بات کریں گے وہ عقل کی بات کریں گے۔ انسان کیا کرے گا؟ عقل کی بات' اخلاقیات کی بات اور جو کچھ سوچا ہوا ہے۔ اور جو دین نازل ہوا ہے وہ تمہاری سوچ سے باہر ہے۔ بات سمجھ آئی؟ انسان جب قانون بنائے گا تو اپنی فکر کے مطابق بنائے گا اور جو اللہ کی طرف سے ہے وہ کیا ہے؟ یہ Divine ہے' آسمانی

ہے۔اس لیے آسمانی احکامات کو زمینی ذہن سے مت سوچو۔تو یہ آسمانی احکام ہیں۔فرشتہ کیا ہے؟ یہ آسمانی حکم ہے۔اب تم تو زمین کا ذہن رکھتے ہو‘ تمہیں کیا پتہ کہ فرشتہ کیا ہوتا ہے۔اس لیے یہ تسلیم کرلو کہ اللہ ہے۔پھر وہ کہے گا کہ کیا اللہ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی ہے‘ کیا بیک وقت ہے؟ تو وہ بیک وقت ہر جگہ ہے‘ دن کو بھی‘ رات کو بھی۔تو یہ کیسے ہے؟ خالق چونکہ مخلوق کے ذہن میں نہیں آ سکتا لہٰذا تم مان لو۔تم مخلوق ہو‘ تمہیں کیا پتہ کہ خالق کیا ہے۔مثلاً روزے کے فوائد یہ بتائے جاتے ہیں کہ انسان فاقے میں ہوتا ہے‘ توکل پیدا ہو جاتا ہے‘ غریبوں کے حالات پتہ چل جاتے ہیں ______ یہ تو تم ایسے ہی باتیں کرتے جا رہے ہو لیکن روزہ اس لیے ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔نماز اس لیے ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔حج کرنا ثواب کا باعث ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ اس میں بڑے پیسے خرچ ہو گئے‘ ثواب تو بعد میں ہوتا‘ پہلے یہ پیسہ بچوں کے کام آتا‘ ان کی شادیاں کرتے ______ مگر حج اللہ کا حکم ہے۔اللہ کا گھر اگر اُدھر ہے تو اِدھر کون ہے؟ مسجد بھی اس کا گھر ہے‘ خانہ کعبہ بھی اس کا گھر ہے‘ اللہ کا وہ گھر بڑا دُور ہے اور مہنگا ہے ______ ایسا نہیں ہے‘ وہ اس کا گھر ہے‘ بیت اللہ ہے‘ وہ جا کے دیکھو اور تمہیں رزق دینے والے کا حکم ہے کہ تم جاؤ۔رزق ہے تو اس کے راستے میں خرچ کرو۔اس کی مصلحت کیا ہے؟ یہ تمہاری سمجھ سے باہر ہے‘ اُسے دیکھنے سے کیا ہو جائے گا‘ یہ تمہاری سمجھ سے باہر ہے۔جہاں بات سمجھ سے باہر ہو وہیں تو دین کام آتا ہے۔دین کا مطلب کیا ہے؟ جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حکم مانو۔سمجھ والی بات تو آپ روز ہی کرتے رہتے ہیں مثلاً ہر آدمی کو سمجھ ہے کہ پیسہ ہونا چاہیے مگر

ہر آدمی کے پاس پیسہ نہیں ہے' ہر آدمی کو سمجھ ہے کہ خوش رہنا چاہیے لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی بھی خوش نہیں ہے۔ کیا آپ خوش ہیں؟ خوش کرنا چاہتے ہیں جسے' وہ بھی نہیں ہوتا۔ دین کا مطلب یہ ہے کہ جہاں ذہن کی الجھن ہو وہاں اطاعت ہو۔ دین کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ دین کو ماننے کی کوشش کرنا' دین کو جاننے کی کوشش نہ کرنا بلکہ ماننا۔ یہ جو ہم قربانی کرتے ہیں اس سے بے شمار لوگ گمراہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہ تو حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا تھا' آپ کے بیٹے کا واقعہ ہے اور یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے کہ یابت افعل ما تومر تو حکم ہو گیا اور دُنبہ قربان ہو گیا' بکرا بھی قربان ہو گیا' اب یہ واقعہ ہو گیا جیسے بھی ہو گیا مگر ہم ہر سال قربانی کرتے جا رہے ہیں تو اس کا فنکشن کیا' ہے' مفہوم کیا ہے؟ تو گمراہ لوگ عام طور پر یہ بحث کرتے رہتے ہیں کہ ہر آدمی اتنا خرچ کرتا ہے' اس کا فنکشن کیا ہے' اس کی بجائے کسی غریب کا مکان بن جائے گا۔ تو یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے ایسے کیا ہے' تو ایسے ہی کرو۔ قربانی کا کیا مقصد ہے؟ اس کا یہی مقصد ہے کہ حکم ماننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے' اور حکم کا یہ نہ پوچھنا کہ حکم کیوں دیا گیا ہے۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ اس میں وجہ نہ نکالو' ترجیحات نہ نکالو' توضیحات نہ نکالو' یہ حکم ہے' بس مان لو۔ اس لیے وہ علما صاحبان جو حکم کی وضاحت میں دلائل دیتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش کرو کہ دلائل کی ضرورت نہیں ہے اور ہم نے مانا دلیل کے بغیر ______ ورنہ دلیل کے جواب میں ایسی دلیلیں آئیں گی کہ آپ کو اُڑا کے رکھ دیں گی۔ آپ کو دلیل دیں گے کہ اس سے بڑے کام ہوتے ہیں' افغان مہاجرین کو گوشت مل جاتا ہے۔ آگے سے

وہ کہے گا کہ افغان مہاجرین کو پیسے دے دو' گوشت کیوں دیتے ہو۔ ہزاروں دلائل آ جائیں گے۔ آپ کہو کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ کا حکم ہے' ایسے ہی کرو۔ اس لیے دین کی وضاحتوں میں دلیلیں نہ دینا۔ دلیل سے نہ آپ کا عقیدہ ثابت ہوگا اور نہ آپ کے عقیدے کی وجوہات ثابت ہوں گی۔ ماننا کیسے ہے؟ بس ماننا ہے۔ وجہ؟ وجہ کوئی نہیں ہے۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ تمہیں خدا نے بنایا ہے۔ تم کہو کہ یہی تو کمال ہے کہ ہم ثابت کرنے کے بغیر ہی مانتے ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ مرنے کے بعد آپ زندہ ہوں گے؟ ہاں' ہمیں تو بالکل یقین ہے کہ مرنے کے بعد ہم زندہ ہوں گے' ہمیں پورا اور پکا پتہ ہے۔ مرنے والوں کے لیے جو دعا کرتے ہیں کیا اس کا کوئی اثر پڑتا ہے؟ بہت اثر پڑتا ہے۔ کیا جنازے کا اثر پڑتا ہے؟ بہت اثر پڑتا ہے' اگر تم جنازہ نہیں پڑھو گے تو لوگ تمہارا سر پھاڑ دیں گے۔ تو ان سب سے بڑا فرق پڑتا ہے۔ یہ ساری باتیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں کیونکہ ہم مان چکے ہیں۔ نہ ماننے والے یا تو جھوٹے نبی ہو گئے یا گمراہ ہو گئے' اور ایک خطرناک بات انہوں نے یہ کی کہ وہ کبھی کبھی درویش کہلائے۔ کہ انہوں نے دین کو مانا نہیں ہے اور فقیر کہلائے' دین کی اصل کو نہیں مانا اور فقیر فقراء کہلائے' کہنے لگے کہ بس چھوڑو ہندو مسلمان ایک ہیں' چاہے یہ مانو چاہے وہ مانو' مسجد جاؤ چاہے مندر جاؤ' چاہے یہ مانو چاہے وہ مانو ______ یہ جھوٹ ہے۔ مسجد جو ہے وہ مسجد ہے اور مندر' مندر ہے۔ یہ لوگ انگریز کی پیداوار ہیں' ہندو کی پیداوار ہیں' انہوں نے ایسے ایسے درویش کھڑے کر دیئے جنہوں نے کہا کہ چاہے مسجد مانو' چاہے مندر مانو' چاہے یہ مانو' چاہے وہ

مانو' کہیں رحمان ہے' کہیں رحیم ہے' ایک ہی بات ہے' رام کہہ لو تب بھی وہی بات ہے' واہ گُرو کی جے' سب ایک ہی ہے۔ ایک نہیں ہے۔ اگر ایک ہے تب بھی ہم اس طرف سے آئیں گے اور آپ کو تبلیغ کریں گے اور اس ایک کو یوں نہیں مانیں گے جس طرح کہ یہ لوگ کہتے ہیں۔ تو بعض اوقات فقراء بن کے ایسا واقعہ کیا گیا۔ یہ بات آپ لوگ نکال دیں۔ مثلاً ایک جگہ کوئی بندہ درویش بن کے بیٹھا ہوا ہے' اس کی دعا کی تاثیر بھی ہو سکتی ہے' جیسے کوئی عیسائی کسی جگہ بیٹھا ہوا ہے' دم بھی کرتا ہے' اور بھی کچھ اُلٹ پُلٹ کرتا ہے' بیماری بھی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اگر آپ ویسے بیٹھنا شروع ہو جاؤ گے تو پھر عیسائی کے عیسائی ہو گئے۔ گویا کہ دین کو مشکلات کے باوجود بھی قائم رکھو۔ اگر دین کو چھوڑ کے بیماری جاتی ہے تو بیماری بے شک نہ جائے' پھر بہتر ہے یہ بیماری' اس کو رہنے دو۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ ایک آدمی بیمار تھا۔ ایک پادری اس کے پاس دعا کرنے کے لیے گیا' عیسیٰ علیہ السلام کی مورتی دکھائی' صلیب دکھائی اور کہا کہ دعا کرو تو کرائسٹ تمہاری مدد کرے گا اور تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پادری ہر مہینے وہاں جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ وہاں گیا تو ایک آدمی نے کہا کہ آپ کی بات مجھے سمجھ آ گئی ہے' آپ ہر مہینے آ کے کہتے ہیں کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے' اس ساتھ والے کو بھی آپ نے کہا تھا کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو یہ تو کل مر گیا ہے۔ اُس نے کہا کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم موت سے بچ جاؤ گے بلکہ ٹھیک ہو جانا ایک خیال ہے' ایک تصور ہے۔ تو یہ سارے لوگ اپنے اپنے عقیدے کا کام کر رہے ہیں' انہوں نے بیماروں کو ہسپتال بنا دیئے اور عیسائیت پھیل گئی۔ اور

آپ لوگوں نے تو بیماروں کو تکلیف دینا شروع کر دی۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی حکومت قائم رکھو اور اپنا دین قائم رکھو۔ یہ سادہ سادہ دین ہے، بہت اچھا دین ہے، اس کے اندر کوئی ورائٹی پروگرام نہ بناؤ۔ پھر سارا کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس لیے میری نصیحت یاد رکھو کہ دین کے اندر صاف صاف چلتے جاؤ جیسا کہ حکم آیا ہوا ہے اور بس چلتے جاؤ، چلتے ہی جاؤ۔ کوئی کسی کو زیادہ تبلیغ نہ کرے۔ مسلمان، مسلمانوں کو تبلیغ نہ کرے۔ کیا یہ مشکل بات ہے؟ مسلمان ہو کے کلمہ پڑھ کے اچھا عمل کرتے جاؤ۔ مسلمان، مسلمانوں کے اندر تبلیغ کرتے ہی گم ہو گئے۔ تبلیغ سے آگے نکل کے کوئی عمل کرو جو قومی سطح پر ہو یا انسانوں کی سطح پر ہو، حکومت کی سطح پر ہو۔

اور کوئی بات ______ پوچھو ______

سوال:

حضور پاک ﷺ پر ایمان لانے سے ہی تو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لا سکتا ہے اور انہی کی بات ماننے سے اللہ تعالیٰ کی بات مانے گا۔

جواب:

آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ ہے ہی ساری ایک بات۔ ایک بات آپ کو سمجھ آ جائے تو آپ آسانی میں آ جائیں گے۔ اگر یہ ریفرنس مل گیا تو آپ آسانی میں آ جائیں گے، دقتیں ختم ہو جائیں گی، وضاحت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اگر کوئی پوچھے کہ یہ کیوں کر رہے ہو تو کہو کہ یہ مجھے حکم ملا ہے۔ اس طرح بحث ختم ہو جائے گی۔ اور آپ کے لیے حکم جو ہے وہ اللہ کے

حبیب ﷺ کا حکم ہے۔ جو حکم ہے اس پہ آپ چلتے جائیں۔ اس طرح باقی ہر حکم سے آزاد ہو جائیں گے۔ اسلام نے آپ کے ساتھ اتنی بڑی مہربانی کی ہے کہ آپ غور سے اس کو سمجھیں۔ انسان' انسان پر ہمیشہ حاوی رہا ہے۔ انسان ہمیشہ Ruler رہا ہے' انسان لیڈر رہا ہے' انسان آقا بنتا رہا ہے' انسان نے غلام رکھے ہیں' انسان نے نوکر رکھے ہیں' انسان بڑے بڑے ظلم کرتا رہا ہے اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی GOD بنایا گیا۔ یونانیوں نے کہا کہ پہاڑ پر دیوتا رہتے ہیں۔ دیوتا' دیوی' اولمپس پہاڑ' اپالو' لونا' گاڈ' گاڈیس' ہزار ہا دیوتا بنا دیئے۔ پتھر کے دیوتا آ گئے' لکڑی کے دیوتا آ گئے' چاند کے آگے لوگ جھک گئے' سورج کے آگے جھک گئے۔ جھکنا انسان کی سرشت میں چلا آ رہا ہے۔ وہ Visible یعنی نظر آنے والی شے کے سامنے جب جھکتے تو اس کی فوری طور پر کوئی نہ کوئی خدمت کرنی پڑتی تھی۔ اسلام نے مہربانی یہ کی کہ آپ کے سامنے سے خدا غائب کر دیا۔ اگر آپ سمجھ جاؤ تو یہ بڑی مہربانی ہے۔ اب آپ کسی زندہ شے کے سامنے جھک نہیں سکتے۔ خدا کہاں ہے؟ غیب ہے۔ غیب کا لفظ ہی بڑا خوب صورت ہے یعنی کہ وہ لوگ جو اللہ سے غیب میں ڈرتے ہیں' دیکھے بغیر ڈرتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ اسلام نے مہربانی کا ایک ایسا واقعہ کر دیا کہ اب آپ کو کسی کے سامنے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام نے آپ کو بالکل ہی آزاد کر دیا۔ تو انسان کے اوپر سے انسان کا بوجھ آزاد کر دیا۔ حضور پاک ﷺ نے پیغمبر ہونے کی حیثیت سے اپنی لیڈر شپ بھی نہیں جتائی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں' عمل کی اطاعت اور حکم کی اطاعت۔ اس طرح آپ

لوگوں کے لیے آسانی ہو گئی۔ آپ کو مزار کی پوجا سے بھی منع کر دیا گیا۔ کاہن نہ بننا' پروہت نہ بننا' Foreteller نہ بننا' پیشن گوئیاں کرنے والا نہ بننا' اللہ تعالیٰ کو ٹھوس شے میں نہ دیکھنا' اللہ تعالیٰ تم سے قریب ہے' وہ تم سے دور بھی ہے' وہ عرش پہ ہے' وہ فرش پہ ہے' وہ ہر جگہ ہے' اس کو تم نے بنانا نہیں بلکہ ماننا ہے۔ اس طرح انسان' انسان سے آزاد ہو گیا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ تو میرا کہنا مان کیونکہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔ تو وہ کہتا ہے کہ میرا اللہ تو میری طرف ہے' تو یہ کیسے کہتا ہے۔ اس طرح آپ کے لیے انسان سے آزادی ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد لوگوں نے سوچا کہ مسلمان تو آزاد ہو گئے ہیں' فتوحات کرنے لگ گئے ہیں' انہوں نے کہا کہ ان میں پادری بھیجو۔ لوگوں نے کہا کہ پادری تو مومنوں میں نہیں جا سکتا۔ تو انہوں نے کہا کہ ان میں مولوی بنا کے بھیجو جو انہیں کہے کہ میں تمہیں اسلام کی باتیں سنا رہا ہوں' میں تمہیں روحانیت کی باتیں سنانے لگا ہوں۔ تو مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے علماء اور مشائخ کی صورت میں کچھ لوگ بھیجے گئے۔ مسلمانوں کو اسلام چاہیے تھا لیکن مسلمانوں کو مولوی مل گئے' مسلمانوں کو اسلام چاہیے تھا لیکن انہیں پیر مل گئے' مسلمانوں کو ترقی چاہیے تھی لیکن انہیں فقیر مل گئے۔ انہیں اور کچھ نہیں چاہیے تھا کیونکہ آپؐ کی نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے' وہ اتنی مکمل ہے کہ اس پر کام ہی مکمل ہے اور آپؐ اتنے قریب ہیں کہ ہمیشہ ہی قریب ہیں۔ اس لیے یہاں پھر آپ کی وضاحتیں' تفسیریں اور روحانیتیں کام نہیں آئیں گی۔ روحانیت تو وہ لوگ کریں جن کے پاس دریافت کرنے کے لیے صحیح راستہ نہ ہو۔ آپ کے پاس صحیح راستہ ہے' اپنی زندگی

گزارتے جاؤ' خوشی کے ساتھ چلتے جاؤ۔اور کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں۔کیا اللہ کو دریافت کرنا ہے؟ اللہ کو دریافت کرنے کا حکم نہیں ہے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ان سے آپؐ کہہ دیں کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہیں تو آپؐ کی اطاعت کریں۔اس لیے اسلام نے آپ کو بہت آسان راستہ بتایا تھا لیکن درمیان میں مشکل آ گئی ہے۔اب درمیان کی تبلیغیں اُڑا دو اور درمیان سے اُڑا دو خانقاہ۔اور پھر آپ کیا بن جاؤ گے؟ مسلمان! اب تو آپ مرید بنو گے یا کسی انجمن کے ممبر بن جاؤ گے لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے۔وہ جو غریب مسلمان ہے وہ اچھا مسلمان ہے' جو کسی جماعت میں شامل نہیں ہے وہ اچھا ہے۔جماعتیں بند کر دو۔مسلمان کی جماعت تو ایک ہے۔آپ کی جماعت کون سی ہے؟ مسلمان۔آپ کا فرقہ کون سا ہے؟ مسلمان۔آپ کے لیڈر کون ہیں؟ حضور پاک ﷺ۔آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ نے اسلام میں یہ پڑھ لیا ہے تو آپ کہیں کہ پڑھ لیا ہے۔پڑھنے سے یہ ہو گا کہ کسی بزرگ کی وضاحت آ جائے گی' مثلاً یہ کہ شیخِ کبیر نے "ہمہ اوست" میں کیا کہا ہے' آپ چھوڑو۔پھر وہ کہے گا کہ عجیب باتیں کرتے ہو' یہ تو فقہ کی بات ہے۔فقہ بھی بعد کی بات ہے۔آپ یہ بات نہیں سمجھے؟ تو بات کیا ہے؟ جو دین جس دن مکمل تھا اتنا ہی چاہیے آپ کو۔اس کے بعد کسی بندے میں تیسری آنکھ تو پیدا نہیں ہوئی' سینگوں والا تو بندہ نہیں آیا' وہی چھوٹا سا بندہ ہے' چھوٹی سی زندگی ہے' جیسے پیدا ہوتا ہے ویسے مر جاتا ہے' وہی آرزوئیں ہیں' وہی حسرتیں ہیں' ساٹھ سال کی زندگی ہے' اب اس میں اگر کوئی نئی چیز پیدا ہو تو ہم نئی چیز دریافت

کریں مگر اسی طرح کا بندہ ہے' اسی طرح کی کہانی ہے' دین مکمل ہو گیا ہے' یہ کافی ہے۔ پھر آپ کو کہیں گے کہ قرآن مجید کا پڑھنا عربی میں فرض ہے۔ تو اپنی مادری زبان میں پیدا ہونے والا قیامت تک یہ پڑھ نہیں سکے گا' وہ لہجہ نہیں آئے گا' قاف شین آپ کا درست نہیں ہو گا۔ آپ کر کے دیکھ لو۔ وہ لحن نہیں آئے گا بلکہ پتہ چل جائے گا کہ آپ پنجابی لوگ ہیں۔ آپ عربی پڑھیں گے' بڑی خوبصورت پڑھیں گے اور پڑھتے پڑھتے پتہ چل جائے گا کہ یہ پنجابی بھائی ہے' یہ تو شیخوپورہ کا رہنے والا ہے۔ جو مرضی آپ کر لیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جہاں پیدا کیا گیا ہے وہیں کی بات کرو۔ اس میں لمبی چوڑی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ قرآن شریف کے سارے واقعات دیکھتے جاؤ اور تمام تفسیریں پڑھتے جاؤ تو زندگی تو ختم ہو جائے گی۔ تو آسان بات کیا ہے؟ اللہ کو مانا اور بس مان لیا۔ اب اس کی تلاش نہ کرنے لگ جانا کہ ہم اللہ کے پاس جا رہے ہیں۔ جانا تو اللہ کے پاس ہے۔ اب بھی آپ جہاں ہوتے ہیں وہیں اللہ کے پاس ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کے پاس چلے گئے وہ واپس بھی نہیں آئے۔ اس لیے ذرا دھیان کرنا' خیر سے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی تلاش میں چل پڑو۔ جو اللہ کے پاس گئے وہ واپس نہیں آئے۔ کہتا ہے میں اللہ کو یاد کر رہا ہوں۔ اگر اس نے تمہیں یاد کر لیا تو پھر؟ پھر تو مشکل ہو جائے گی۔ بس اللہ کو مانا' اللہ کے حبیب ﷺ کو مانا' قرآن پاک کو کتاب مان لیا' فرشتوں کو مان لیا' دین کی اطاعت کو مان لیا' نماز کو مان لیا' مسلمانوں کو مسلمان رہنے دیا۔ بس آپ آزاد۔ آپ کے خیال میں جو کم مسلمان ہیں ان کو اچھے عمل میں شامل کر دو۔ پہلے بڑے

جاہل لوگ تھے' پاکستان بنانے والے کچھ لوگ ایسے تھے جن کے سکھوں جیسے نام تھے' ان میں کھڑک سنگھ بھی ایک نام تھا' وہ آئے اور پاکستان بنا کے آئے۔ کہتے تھے کہ ہمیں پتہ چلا کہ یہاں ''محمدؐ جی'' کی حکومت آ رہی ہے۔ تو وہ آئے اور پاکستان بنا گئے۔ تو وہ دین کا ایک فنکشن ادا کر گئے اور آپ لوگ تفسیرات ہی کرتے رہ گئے اور مسلمانوں کو تبلیغ ہی کرتے گئے۔ اس لیے ایک سادہ عمل دین میں قوت کا عمل ہوتا ہے۔ اسلام میں آپ جتنی تشریحات کریں گے اتنا ہی جھگڑا ہو جائے گا۔ پھر آخری سٹیج یہ آ گئی ہے کہ کچھ علماء یزید رحمۃ اللہ کہنے تک پہنچ چکے ہیں۔ یہاں تک آپ کو علماء لے آئے ہیں۔ ''مشائخ کرام'' بھی آپ کو دور دور تک لے جائیں گے۔ مشائخ کرام کو ماننا چاہیے۔ ضرور ماننا چاہیے ناں؟ ہم مانتے تو ہیں لیکن ہم تب مانیں جب وہ آپس میں تو مل کے بیٹھیں۔ وہ آپس میں نہیں بیٹھتے' مل کے نہیں بیٹھتے۔ کوئی کہے گا کہ سب سے اونچا سلسلہ قادری ہے۔ اور چشتی سلسلہ؟ وہ کہے گا کہ یہ اور سلسلہ ہے۔ تو یہ سلسلہ قادری' چشتی' ظاہری' باطنی' موجودی' غیر موجودی' سلسلے در سلسلے' سلسلہ در سلسلہ' اور اتنے میں آدمی ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہ آپ کے واقعات ہیں اور آپ دیکھو کہ مسلمان کہاں پہ تقسیم ہوا ہے۔ تو ان ساری باتوں پہ آپ غور کر لیں۔ پھر آپ کے لیے بہت اچھا واقعہ ہو جائے گا۔ درود شریف پڑھا کرو' نماز پڑھا کرو اور اگر آپ کو زیادہ شوق ہے تو آپ ضرور ذکر کیا کرو اور ''جاہل'' مسلمانوں کے لیے دعا کیا کرو' جن کا عمل اچھا نہیں ہے ان کے لیے دعا کیا کرو۔ سب کو ساتھ لے کے چلنا۔ وہ آدمی جو اکیلا جنت میں جاتا ہے اللہ اس سے پوچھے گا کہ تیرے باقی ساتھی کہاں ہیں؟ وہ کہے

گا کہ ان گمراہوں پہ میں لعنت بھیج کے آ گیا ہوں۔تو اس کو بھی واپس بھیج دیا جائے گا۔تو مسلمان کون اچھا ہے؟ جو اور مسلمانوں کو محبت کے ساتھ اپنے ساتھ لے چلے۔جس آدمی کو کسی اور مسلمان کے بخشے جانے پر یقین نہیں ہے اس کی اپنی بخشش خطرے میں ہے۔اس لیے ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ یقین کرتے ہیں کہ ہر مسلمان بخشا جائے گا۔اب آپ کہو گے کیا وہ مسلمان بھی جو ظالم ہے؟ مسلمان کا معنیٰ صرف مسلمان ہے۔جس نے ستر سال کا کفر کیا ہے اگر اس کو کلمہ نصیب ہو گیا تو وہ بھی مسلمان ہے۔عین ممکن ہے کہ اس کو مرتے وقت ہی کلمہ نصیب ہو جائے، عین ممکن ہے کہ کسی وقت ہی اس پر انقلاب آ جائے۔اس لیے لمبی چوڑی تفصیلوں سے بچو اور سادہ سادہ زندگی بسر کرتے جاؤ۔ حالاتِ زمانہ کے لیے اتنا پیسہ ہونا چاہیے کہ زیادہ پریشانی نہ ہو اور زیادہ پیسے بھی نہ ہوں ورنہ پریشانی ہو جائے گی۔وقت کا گزر ہونا چاہیے۔اور وقت کا کام ہے گزرنا۔ دعا کرو کہ زندگی آسان ہو جائے، زندگی سادہ ہو جائے۔مسلمانوں پر مشکل وقت آ رہا ہے، یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔دعا کرو کہ یہ مشکل وقت ٹل جائے۔پاکستان پر بھی آسان وقت نہیں ہے، یہ بھی دعا کرو کہ یہ وقت ٹل جائے۔دعا کرو کہ پاکستان میں ساری جماعتیں محبت کے ساتھ اکٹھی ہو جائیں ورنہ ________

ورنہ مشکل ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو ایسا لیڈر بنا دے جو پوری قوم کا متفقہ لیڈر بن جائے یا جو متفقہ لیڈر ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ اس کو بھیجے۔یہ جو الگ الگ لیڈر شپ ہے، الگ الگ مسجدیں ہیں یہ ختم ہونی چاہییں ورنہ دِقت پیدا ہو جائے گی۔اوپر اوپر وہ آپس میں لڑتے ہیں اور نیچے سے لوگ آپس میں

لڑنے لگ جاتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی ایسی بات ہو آپ دعا کریں کہ یا اللہ ملک کو بچا' ملک کے اندر تضاد کو بچا' جھگڑے کو بچا' اب کوئی دِقت نہ ہو' اوپر والے لوگ آپس میں صلح کر لیں' ایک بندے کو مان لیں اور اس کے پیچھے چل پڑیں۔ چار دن کا میلہ ہے' آخر ختم ہو جائے گا' پھر یہ ساری کشمکش ختم ہو جائے گی۔ انسان ہوتا ہی کتنا ہے۔ ابھی حال ہی میں آپ کہتے تھے کہ بھٹو صاحب کے لیے فاتحہ کرو اور پھر ضیاء الحق کے لیے فاتحہ کرو۔ ایک کہتا تھا شہید بھٹو کے لیے اور دوسرا کہتا تھا کہ ضیاء شہید کے لیے۔ دو شہیدوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔ ان کو آپس میں طے کرنے دو' خود ہی آگے جا کے دیکھیں گے' شاید آپس میں وہاں پر مل کے بیٹھے ہوں۔ تو وہ روحیں ہیں۔ تو روحوں کو آپس میں لڑنے دو' خود ہی فیصلہ کر لیں گی کہ کیا ہے۔ ایک کہے گا کہ تو نے مجھے بھیجا' دوسرا کہے گا کہ میں نے تجھے بھیجا کہ تو نے مجھے بھیجا۔ تو اصل واقعہ کیا ہے؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ زندہ انسان کا اچھی زندگی گزارنا۔ یہ روحوں کے جھگڑوں کی بات نہیں ہو رہی۔ ماضی کا جھگڑا ہم نے نہیں کرنا۔ حال میں آپ بیٹھے ہیں' اچھا وقت گزارو اور اچھے حالات میں صبر کرتے جاؤ' جس ملک میں بیٹھے ہو اس کی خیر خیریت مانگو۔ ورنہ تو اندیشے ہوتے ہیں۔ لوگ صبح اٹھ کے ناشتے پر بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کیا پاکستان ہے؟ کہتا ہے آج تو ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اچھا کل دیکھیں گے۔ تو یہ نہ ہو جائے کہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کنٹری کو' ملک کو آباد رکھے اور ملک والوں کو بھی آباد رکھے۔ اور وہ لیڈر جن کا تعلق ملک کی سلامتی کے خلاف ہے ان کو اللہ تعالیٰ پیار کر کے اپنے پاس ہی بلا لے یعنی جو ملک کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔ یا اللہ تیرے

پاس تو اتنی گنجائش ہے' تو ان کو بلا لے۔ اور جو ملک کی خدمت کر سکتے ہیں ان کو خدمت کا موقع عطا فرما۔ تو یہ ہونا چاہیے۔ اس لیے سارے جھگڑے ختم کرو۔ پہلے مشرقی پاکستان چلا گیا ہے۔ بڑے بڑے واقعات ہو گئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ ہو جائے۔ اگر آپ لوگ صحیح ہو جائیں' سادہ زندگی ہو جائے' ہیرا پھیری نہ ہو تو دنیا ساری آپ کی ہے۔ ایسا ہو جائے گا۔ ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جلدی ہو جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا لیڈر پیدا ہو جائے جو ساری دنیا کے لیے لیڈر ہو جائے۔ ہو بھی سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جلدی ہو جائے۔ ہو تو سکتا ہے ناں۔ جس طرح قائداعظمؒ لیڈر تھے' وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو قبول ہو گئے۔ ایسا تھا ناں؟ ایسا انسان بھی ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی کے صحیح ہونے پر ساری قوم صحیح ہو سکتی ہے۔ کیا ہوتا ہے؟ ایک آدمی کا صحیح ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آدمی عطا ہوتا ہے اور وہ آدمی سب کو صحیح کر دیتا ہے۔ ایسا موقع مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ دعا کرو کہ ملک کو ایک لیڈر عطا ہو جائے۔ سارے مسئلے مسائل حل ہو جائیں گے۔ بس وہ مسلمان ہو' سچا مسلمان ہو' ذہین ہو اور سچا ذہین ہو اور ملک کی کشتی کو کنارے لگا کے چلا جائے۔ پھر بین الاقوامی سطح پر یہ کام شروع ہو جائے گا۔ ایسا ہو سکتا ہے ناں؟ بس یہ دعا کرنی چاہیے۔ آپ کا دین بہت سادہ ہے۔ دین میں آپ نے کرنا ہی کچھ نہیں ہے۔ دین میں دینیت کوئی نہیں ہے' صرف زندگی ہے۔ کتنی آسان سی بات ہے کہ آپ دین میں نماز پڑھ رہے ہیں اور دعا کیا کر رہے ہیں؟ میرے ماں باپ پر رحم فرما' میری اولاد کو نمازی بنا دے۔ تو اس میں اولاد کی بات ہو رہی ہے' ماں باپ کی

بات ہو رہی ہے' نیک لوگوں کی بات ہو رہی ہے' بزرگوں کی بات ہو رہی ہے' آپ فاتحہ مل جل کے کرتے ہیں' شادیاں مل جل کے کرتے ہیں۔ تو آپ کا دین انسانوں کی وحدت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دعائیں بتائی ہیں وہ "ربنا' ربنا" سے شروع ہوتی ہیں یعنی ہمارے رب' ہمارے رب۔ جب تم اس کے بن جاؤ تو بس پھر رب تمہارا ہے۔ "ہمارے" کا مطلب کیا ہے؟ اجتماع ہو جائے' اکٹھے ہو جاؤ۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ تو "اھدنا" میں "نا" کا مطلب کیا ہے' ہم سب کو۔ تو یہاں کوئی اکیلا نہیں ہے' آپ "ہم" بن کے دکھائیں۔ پھر آپ جمع ہو جائیں گے اور مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اور کوئی بات______نہیں؟ چلو پھر دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے______آپ علماء صاحبان کو توجہ دلاؤ اور مشائخ کرام کو توجہ دلاؤ کہ یہ جو آپ تقریر کرتے ہیں اس میں آپ کیا کہتے ہیں' آپ لوگ کیا کرتے جا رہے ہیں۔ سب لوگ تو مسلمان ہیں' اب اور کیا چاہتے ہو آپ؟ کہتا ہے کہ مسلمان ہو جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمان تو ہم ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اور مسلمان ہو جاؤ؟ کہتا ہے اور کیسے؟ تو اور کیا؟ کہتا ہے کہ ایک مسجد اور بنانی ہے' دارالعلوم بنانا ہے' ایک اور دارالعلوم بنانا ہے______کیا تم سارے مل کے اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کہتے ہیں کہ ہم اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ بس اتنی ساری کہانی ہے۔ اختلاف نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ اللہ فضل کرے' رحم کرے______چلو حافظ صاحب دعا کرو______آپ دعا کرو______

بس ایک بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انما تنذر من اتبع

الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اس کو دیکھے بغیر اور اس کا ذکر کرتے ہیں فبشرہ ان کو بشارت دے دو بمغفرۃٍ و اجرٍ کریم ان کی مغفرت ہو گئی اور ان کو بہت بڑا انعام مل گیا _____ تو وہ لوگ اللہ کو دیکھے بغیر ڈرتے رہے یہ سمجھ کر کہ وہ جہاں بھی ہے ٹھیک ہے' اس کو یاد کرتے گئے اور اس سے ڈرتے چلے گئے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے خوف میں رہے۔ ایسے میں ان کے دل سے بندے کا خوف نکل گیا۔ اب کسی جگہ ان کو بندے کا خوف نہیں آئے گا۔ علماء اور مشائخ کرام نے بندے کے دل میں خوف پیدا کر دیا اور بندے کو بزدل کر دیا' مسلمان کو بزدل کر دیا اور غریبی کا خوف پیدا کر دیا حالانکہ غریبی جو ہے وہ آپ ﷺ کا فخر تھا۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے غریبی پر فخر ہے۔ مگر انہوں نے غریبی کا خوف پیدا کر دیا اور خود امیر ہو گئے۔ اگر غریبی کا خوف نکل جائے تو مسلمان بھی گریٹ ہو جائے گا' بندے کا خوف نکل جائے تو یہ طاقت ور ہو جائے گا۔ آپ یہ کوشش کرو کہ غریبی کا خوف نکل جائے اور انسان کا خوف نکل جائے۔ ہو جائے گی یہ کوشش؟ کوشش ضرور کرو۔ یہ اچھی بات ہے۔

اور کوئی بات ہے؟ اعجاز میاں بولو! چغتائی صاحب کہاں ہیں؟ بولا کرو _____ کچھ بولو _____ منان! ایک کاغذ لے لو اور ان سب کے نام لکھو۔ کیا ان کے ایڈریس لکھے ہوئے ہیں؟ سب کے ایڈریس بھی لکھو۔ کوئی فنکشن کیا تو کام آئے گا۔

کوئی سوال پوچھو _____ پھر دعا ہو جائے گی' اس سے پہلے پوچھ

لو ______

سوال:

کوئی ایسا طریقہ فرمائیں کہ دعا منظور ہو جائے؟

جواب:

یہ پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ فارمولے میں نہیں آتا۔ یہ پکی بات یاد رکھنا۔ وہ چاہے تو منظور کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ بس اسی کا نام اللہ ہے۔ اسے آپ قابو نہیں کر سکتے۔ آپ دعا پیش کر سکتے ہیں' اُسے مجبور نہیں کر سکتے۔

سوال:

اگر عاجزی سے مانگیں تو ______

جواب:

وہ تو اللہ ہے۔ تم جو انکساری کی بات کر رہے ہو تو لوگ تو سال ہا سال لگے رہے ہیں۔

سوال:

وہ رحمٰن تو ہے۔

جواب:

رحمٰن تو ہے۔ وہ تم پر رحم کر رہا ہے جو تمہاری دعا منظور نہیں کر رہا۔ تم بغیر سمجھے ہوئے پتہ نہیں اس سے کیا مانگ رہے ہو' تم پیسے نہ مانگو' بیمار کی شفاء نہ مانگو' دنیا کی عزت نہ مانگو ____ اب بتاؤ اس سے کیا مانگنا ہے ____ بولو ____

سوال:

مغفرت ہی رہ جاتی ہے۔

جواب:

وہ تو اللہ تمہیں اپنے پاس بلا لے گا۔ یہ بات وہ منظور کر لے گا۔ اچھا آپ بتاؤ کہ آپ کی اصل دعا کون سی ہے؟

سوال:

میری دعا اولاد کی ترقی کے بارے میں ہے۔

جواب:

یہ بھی پیسے کی بات ہے۔ پیسہ وہ کافروں کو دیتا ہے۔ اس کے لیے وہ مان جائے گا۔ اس سے پیسہ نہ مانگنا۔ عام طور پر پیسہ جو ہے وہ تمہیں خراب کر سکتا ہے۔ اور کیا مانگنا ہے؟ ایسی دعا مانگو جو ہم سارے مل کے مانگیں۔ دعا ان کی منظور ہوتی ہے جنہوں نے پیسہ نہیں مانگا اور تکلیف میں نجات نہیں مانگی۔ تو یہ دعا منظور کرانے والے لوگ ہیں۔ انہیں تکلیف آئی تو انہوں نے نجات نہیں مانگی۔ اور انہوں نے اپنے پاس سے دعا نہیں مانگی کہ دنیا میں میری عزت ہونی چاہیے' شہرت اور چرچا نہیں مانگا۔ اور جب انہوں نے دوسرے کے لیے دعا مانگی ہے تو وہ منظور ہوئی ہے۔ آپ کی دعا منظور ہو سکتی ہے اگر آپ اپنی دعا اور اپنی اولاد کے لیے دعا نہ مانگو۔ وہ منظور ہو جائے گی۔ یہ نہ کہنا کہ میرے بھائی کے بھتیجے کی دعا منظور ہو جائے' وہ بھی آپ ہی ہو۔ جس نے دوسرے کے لیے مانگا' اس کو ملا۔ ماں باپ کے لیے دعا مانگو جو رخصت ہو گئے۔ ان کی روحوں کو دارالقرار میں

قرار آرام ہونا چاہیے سکون ہونا چاہیے۔ وہ دعا منظور ہونی چاہیے۔ یہ جو موجود لمحہ ہے اسی کا نام عمل ہے۔ عمل کے مقام کو بھی آپ دعا سے حل کرنا چاہتے ہیں تو پھر دعا کو کدھر لے جائیں گے۔ یہ تو عمل کا وقت ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آئی؟ یہ کون سی دنیا ہے؟ یہ دارالعمل ہے اس میں عمل کرنا ہے۔ تو آپ عمل کرو۔ خدا کو نہ ماننے والوں کے پاس بڑا پیسہ ہے وہ عمل کرتے ہیں محنت کرتے ہیں آپ بھی یہ بات یاد رکھیں۔ دعا کا زیادہ تعلق جو ہے وہ دنیا سے رخصت ہونے کے لیے ہے عاقبت بہتر ہونے کے لیے ایمان سلامت رہے غریبی کے باوجود۔ یہ دعا ہونی چاہیے۔ یا اللہ ہمارے حالات مشکلات میں ہیں دعا یہ ہے کہ ہمارا ایمان سلامت رہے مشکلات کے باوجود ایمان سلامت رہے۔ مشکلات دور کرنے والی دعا نہیں۔ وہ آپ خود دور کرلو۔ آپ ناراض نہ ہونا۔ دعا کیا ہونی چاہیے؟ یہ مانگتے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ مہربانی کب ہوتی ہے؟ جو ہو رہا ہے اس کو مہربانی سمجھو۔ جو واقعہ ہو رہا ہے وہ مہربانی ہے۔ اللہ مہربان ہے۔

سوال:

انسان کو زندگی کے کون سے حصے میں دعا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے پہلے وہ بچہ ہوتا ہے پھر جوانی کی سٹیج میں آتا ہے اور پھر آخری سٹیج میں۔ تو کس سٹیج میں دعا کی زیادہ ضرورت ہے؟

جواب:

درمیان والی سٹیج میں زیادہ ہے۔ دعا ہوتی یہ ہے کہ وہ کام جس کی انسان خواہش رکھتا ہو اور کر نہ سکے۔ تو اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ یعنی خواہش رکھتا

ہواور کر نہ سکے۔ میں آپ کو یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر کر نہ سکو تو خواہش چھوڑ دو۔ اگر خواہش بھی ہے اور کر بھی نہیں سکتے ہو تو پھر انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعاؤں سے بھی بے نیاز ہے۔ وہ خود بخود ہی کرتا رہتا ہے۔ وہ کارساز ہے ناں۔ جنرل دعا یہ مانگا کرو کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار ۔ نار جو ہے وہ ہر طرح کی نار ہے' خواہش کی آگ' قیامت کی آگ' دنیا کی آگ' بھوک کی آگ' پریشانی کی آگ' فکر کی آگ' شدتِ جذبات کی آگ۔ یا اللہ دنیا میں ہماری عزت ہو اور آخرت میں ہمارے لیے بہتری عطا فرما۔ دنیا میں بہتر زندگی یہی ہے۔ پہلے تو آپ کے پاس بہتر زندگی کا تصور ہونا چاہیے کہ بہتر زندگی ہوتی کیا ہے۔ بہتر زندگی اسی کی ہے جو آدمی بہتر ہے۔ جو انسان بہتر ہے اس کی زندگی بہتر ہے۔ اب تم بتاؤ کہ سب سے بہتر انسان کون ہوئے؟ اللہ کے حبیب ﷺ۔ آپ ﷺ کی زندگی سب سے بہتر ہے کہ گھر میں جو زندگی ہے وہی بہتر ہے' باہر کی جو زندگی ہے وہی بہتر ہے۔ آج تک دنیا ان کا کلمہ پڑھتی جا رہی ہے۔ اتنی بہتر زندگی ہے وہ۔ حالاتِ زمانہ کو آپ دیکھیں کہ یہی بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ درود بھیج رہا ہے' فرشتے درود بھیج رہے ہیں اور آنے والے لوگ درود بھیجتے جا رہے ہیں۔ یہ کمال کی بات ہے۔ ہندو بھی نعت کہہ رہا ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ نہ ماننے والے بھی نعت کہہ رہے ہیں۔ یہ بڑی مہربانی ہے' بڑی خاص بات ہے۔ بس یہ دعا کرو کہ یا رب العالمین ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما' یہ ہم مانگتے ہیں' یہ تُو عطا کر سکتا ہے' یہ ہماری دریافت کرنے والی بات نہیں ہے۔ باقی جو چھوٹے موٹے کام ہیں وہ ہم خود ہی

کر لیں گے‘ غریبی میں ہم گزارہ کر لیں گے‘ تھوڑا سا پیسہ ہم کما لیں گے‘ کچھ بینک سے مانگ لیں گے۔ بس تو اپنے محبوب ﷺ کی ہمیں محبت عطا فرما اور ہمیں اپنی عبادت کی عادت ڈال۔ اور تو ہی اپنی کتاب کا مفہوم سمجھا۔ افہام القرآن جو ہے یہ تو ہی کرے گا‘ یہ ہم نہیں کر سکتے۔ اور تو یہ بھی کر سکتا ہے کہ ہماری زندگی آسان بنا دے‘ تجھے پتہ ہے کہ پیسہ دے کے آسان بنانی ہے یا خواہش لے کے آسان بنانی ہے۔ یا اللہ‘ یا تو خواہش نکال دے یا ضرورت پوری کر دے۔ ہمیں یہاں پر آسانی میں رکھ‘ ہم تجھے یاد بھی کرتے جائیں اور اپنا وقت بھی گزرتا جائے۔ پھر ہم تیری طرف لوٹ کے آئیں گے انا للہ و انا الیہ راجعون ہم نے تیری طرف آ ہی جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم تیری طرف آئیں‘ ہمیں یہاں ہی رہنے دے اور ہمیں ایسی زندگی عطا فرما کہ پریشانی نہ ہو‘ ہمارے دم سے کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی ہمیں تکلیف نہ پہنچائے۔ ہمارا پیسہ ہمیں نقصان نہ پہنچائے اور ہمارے لیے اتنا ہو کہ ہماری ضرورت پوری ہوتی جائے۔ یہی تو دعا ہے۔ ضرورت پوری ہوتی جائے‘ وقت ڈھلتا جائے‘ عزت قائم رہے‘ اولاد بھی خوش رہے‘ سب کی اولادیں خوش رہیں بلکہ آپ بھی خوش رہو۔ تو یہ دعا ہوتی ہے اور جو آپ کی صیغۂ راز والی دعا ہے وہ بھی پوری ہو جائے۔ اب آپ خوش ہو جائیں۔ ٹھیک ہے؟ خوش رہو ______ امین برحمتك یا ارحم الرّحمین۔

1. ہمیں گھریلو حالات استوار کرنے کے لیے جو کوششیں کرنی پڑتی ہیں تو اس میں کہیں ایسا تو نہیں ہوتا ہے کہ ہمارے اندر جو "میں" ہے اس کو دھچکا لگتا ہو۔
2. اللہ تعالیٰ گناہ تو بخش دیتا ہے لیکن گناہ نیکی میں کیسے بدل جاتے ہیں؟
3. سر! ہمارے پاس یقین ہے، علم ہے لیکن اس کے باوجود عمل نہیں بن پاتا۔
4. جناب ہمیں آپ کی مسلسل گائیڈنس کی ضرورت ہے۔
5. یہ جو کہتے ہیں کہ سارے کافر دوزخ میں جائیں گے تو کیا جو اچھے عمل کرتے ہیں وہ بھی؟
6. بعض اوقات بہت کوشش کے باوجود اللہ کا راستہ نہیں ملتا تو ہم اس صورت میں کیا کریں؟
7. میرا سوال تو نہیں لیکن میری رائے ہے کہ محبت انسان سے کرنی چاہیے نہ کہ انسانیت سے۔
8. سر اگر نماز میں اللہ کے علاوہ کسی کا خیال آ جائے تو یہ کیوں ہوتا ہے کیونکہ اس طرح تو اللہ سے محبت میں محرومی ہو سکتی ہے۔

ایک آدمی دیکھا ہم نے۔ وہ نابینا تھے۔ ان کو لوگ لے جایا کرتے کسی آستانے پر یا کسی خانقاہ پر لیکن انہیں یہ نہیں بتاتے تھے کہ ہم کہاں آ گئے۔ ان کو پتہ نہیں Reflection ہوتی تھی یا کیا تھا کہ وہ بتا دیتے تھے کہ یہ فلاں آستانہ ہے۔ انہوں نے دیکھا تو نہیں تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیسے پتہ چلا تو وہ کہتے تھے کہ یہاں کے ماحول میں ایک خاص قسم کی تبارک ہے' برکت ہے۔ اسی طرح پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو ہم فلاں جگہ آ گئے۔ اس سے Meaning thereby کہ جس جگہ کوئی بزرگ دفن ہو یا صاحبِ وصال ہو تو وہاں کا ماحول Indicate کرتا ہے کہ یہاں کون سی ہستی موجود ہے۔ اسی طرح اگر یہ پتہ نہ ہو کہ یہ کون سی زمین ہے اور آپ کربلا جاؤ تو رقت طاری ہو جاتی ہے۔ تو یہ Without knowing even ہوتا ہے۔ اگر جلالی صاحبِ مزار کے پاس جاؤ تو Without knowing کہ یہ کون بزرگ ہیں' جلال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس پہ یہ غور کرنے والی بات ہے کہ نئے آنے والے کے لیے زمین یہ Indicate کرتی ہے کہ اس کے اپنے ہونے والے کیا واقعات ہیں۔ بات سمجھ آ رہی ہے؟ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات لاعلم لوگ ہوں اور کوئی صاحبِ علم وہاں مدفون ہو تو اس کے علم کی جھلک لاعلم لوگوں تک آ جائے۔ اگر آپ پانی پت چلے جائیں جہاں

پانی پت کی جنگیں ہوئی تھیں تو وہاں جا کے دو دوست آپس میں لڑنے لگیں گے کیونکہ وہاں کی جگہ میں جنگ موجود ہے۔ اس لیے جگہوں کے بارے میں بڑا غور کرنا چاہیے۔ اپنے اپنے گھروں مین آپ کو یہ دعا کرنی چاہیے کہ اگر اس جگہ پر جگہ ہونے کی حیثیت سے کوئی بوجھ ہو تو اللہ اس کو دور کر دے۔ یہ آپ کی ڈیوٹی ہے کہ جن جگہوں میں آپ رہتے ہیں اگر ان جگہوں میں کوئی کثافت موجود ہو تو اس کے دور ہونے کی آپ دعا کیا کرو۔ اگر آپ نے کسی جگہ گھر بنایا تو اس سے پہلے وہاں کے صاحب برکت کو Invoke کیا کرو کہ اے صاحبِ برکت گھروں میں عافیت ہونی چاہیے۔ عافیت کا آدھا کام زمین خود کر دیتی ہے اور تکلیف کا آدھا کام بھی زمین سے آتا ہے' آدھا آسمان سے بھی آ سکتا ہے' کچھ آپ کی بدمزاجی سے آ جاتا ہے۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ تو زمین آدھا بوجھ دے دیتی ہے' سنگ رام' سخت زمین' چٹان جو ہے وہاں پر مزاج میں سختی آ جاتی ہے۔ اگر زمین میں کوئی ناقص کام ہوتا رہا ہو تو وہاں کے رہنے والے لوگوں میں نقص پیدا ہو جائے گا۔ کچھ آسمان سے مقدر کی کمزوری آتی ہے۔ تقدیر کا بہت سارا حصہ وہاں کے رہنے والوں کی آپس کی بدمزاجی میں گزر جاتا ہے۔ تو دعائیں کرنی چاہییں کہ یا اللہ! زمین کے اوپر ہونے والے واقعات کی تلخی سے مجھے محفوظ فرما۔ یہ کب کی بات کہہ رہے ہیں؟ آپ سے سو سال' ہزار سال' دو ہزار سال' پانچ ہزار سال تک کی بات ہو سکتی ہے۔ تو وہ تلخی جو ہے چلی آتی ہے۔ جس جگہ اللہ کی مہربانی ہو چکی ہو وہاں تو ویسے ہی مہربانی ہو گی۔ وہ خطہ جو چاہے چھوٹا سا خطہ ہے اگر وہاں کسی بزرگ کی کوئی شے موجود ہے' چاہے وہ مزار نہ بھی نظر آئے' تو جہاں ایک بار

اللہ کا رحم ہوا وہاں رحم ہوتا ہی جائے گا۔ قرآن شریف میں آپ نے پڑھا ہو گا کہ پھر ایک آواز آئی اور بستی ختم ہو گئی' پھر آسمان سے ایک روشنی آئی اور لوگ ختم ہو گئے' رعد و برق کے واقعات ہو گئے۔ جو جگہ ایک بار جلال سے گزر جائے' جہاں بستیاں غرق ہو جاتی ہیں تو وہاں پر جب بھی کبھی جاؤ گے تو وہاں پر فیض نہیں ہو سکتا۔ جو چیز ایک دفعہ معتوب ہو گئی' معزول ہو گئی وہاں پر کچھ اور نہیں ہو گا۔ سمجھ آ رہی ہے آپ کو۔ اس لیے تقدیر یا مقدر کا کچھ حصہ اس مکان کی اس زمین میں ہے جہاں آپ نے بنیادیں رکھی ہیں۔ کیونکہ وہاں پر پہلے ہی کچھ واقعات ہو چکے ہیں' زمین نیک ہے' زمین پارسا ہے یا زمین منحوس ہے۔ تو زمین بھی پارسا ہوتی ہے۔ جن جگہوں پر نیکیاں ہوتی ہیں وہ جگہ ہی نیک ہوتی ہے۔ اس لیے اپنے مکان کے قبضے والی زمین کے عذاب کے بارے میں بھی دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمیں اس کے عذاب سے بچا۔ تو یہ بھی تلخی ہوتی ہے۔ زمین پر جب کوئی سختی ایک بار گزر جائے تو دعا کرو کہ اس پر اوپر کی سختی نہ آئے' تقدیر کا کچھ حصہ آسمانی مقدر ہے' وہ تو لکھا جاتا ہے۔ کسی تلخی کی ایک اور نشانی یہ ہوتی ہے کہ گھر میں رہنے والے دو میجر لوگ کسی طریقے سے آپس میں Coordination پیدا کریں اور اگر ان میاں بیوی میں Coordination نہ ہو تو اس جگہ میں اضطراب پیدا ہو جائے گا اور اضطراب جو ہے وہ اولادوں پر نازل ہو گا اور دوسرے واقعات پر۔ جو خوش قسمت جگہ ہوتی ہے وہاں ہر چیز خوش قسمت ہوتی ہے' ہر وقت ہی وہاں پر اچھا ہوتا ہے۔ بات سمجھ آ رہی ہے؟ اچھی جگہ پر ہر واقعہ اچھا ہوتا ہے۔ کوئی جگہ غلط ہو تو وہاں ہر واقعہ غلط ہوتا ہے۔ جگہ ہی گناہ گار ہوتی ہے اور جگہ ہی نیک ہوتی

ہے۔اس لیے دعا کیا کرو کہ یا اللہ اس زمین پر یا اس مکان پر کسی قسم کا بوجھ جو ہمارے علم سے باہر ہے' اُسے تو ہٹا دے۔ یہ دعا ضرور کیا کرو۔ یہ وعدہ کرو کہ گھر میں رہنے والے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ اللہ سے اس کا رحم مانگا کرو۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ انسان ہمیشہ کے لیے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اگر کسی درویش کے قدم ایسی جگہ آ جائیں تو وہاں کی زمین کا کم از کم بوجھ تو ہٹنا چاہیے۔اس لیے جس زمین پر آپ بیٹھے ہیں اس زمین کی ہر طرح کی تلخیاں اور بوجھ ہٹنے کی آپ دعا کریں۔آپ کو اللہ توفیق دے کہ آپ یہ دعا کیا کرو کہ اس جگہ کی یا اس بستی کی خیر ہو' اس کے Inhabitants کے حوالے سے اور اس کی Posterity کے حوالے سے۔آپ یہ تو کر لیں گے؟ کر لیں گے ناں؟

بسم اللہ ______۔اب آپ بولیں ______ پوچھیں۔

سوال:

ہمیں گھریلو حالات استوار کرنے کے لیے جو کوششیں کرنی پڑتی ہیں تو اس میں کہیں ایسا تو نہیں ہوتا ہے کہ ہمارے اندر جو "میں" ہے اس کو دھچکا لگتا ہو۔

جواب:

اس سوال کا مفہوم یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر ہمارے باہمی تعلقات میں Harmony نہ ہو یا Coordination نہ ہو تو اس کی وجہ کیا ہمارے علم کا زُعم تو نہیں ہے' فوقیت کا زُعم تو نہیں ہے؟ یہ مسئلہ آج حل ہو جانا چاہیے تا کہ یہ بات بار بار نہ ہو۔لفظ "ہم" یا "میں" کیا ہے؟ آپ کس چیز کو "میں" کہتے ہیں؟ یہ سمجھنے

والی بات ہے۔ ''میں'' کیا میرے پیشے کا نام ہے؟ اگر آپ پیشے سے ہٹ جائیں، نوکری سے ہٹ جائیں تو ''میں'' مغموم اور اداس ہو جاتا ہے۔ پہلے ''میں'' بڑا شوخ تھا اور اگر دفتر سے برخاست کر دیا جائے تو کہتا ہے میں اداس ہو گیا اور اگر نوکری مل جائے تو کہتا ہے کہ میں بڑا خوش ہو گیا ہوں۔ کیا ''میں'' کسی پیشے کا نام ہے؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ ''میں'' پیشے کا نام نہیں ہے لیکن پیشے سے ''میں'' بڑا متاثر ہوتا ہے۔ ایک بات تو یہ بڑے غور والی ہے کہ ''میں'' کہتے کسے ہیں۔ اگر پیشے کے اعتبار سے اور کمی وبیشیِ حالاتِ روزگار سے اس میں تبدیلی آتی ہے تو ''میں'' متلون ہو جائے گا۔ باہر سے ''میں'' آیا، پریشان اور بدحال تھا۔ پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہتا ہے جیب کٹ گئی۔ اُسے کہو کہ نعوذ باللہ تُو تو نہیں کٹ گیا؟ ''میں'' تو گھر آ گیا اور کٹ گیا کچھ اور۔ تو کچھ اور میں بھی ''میں'' تھا۔ لہٰذا وہ ''میں'' وہیں کٹ گیا۔ تو کیا پیشے کا نام ہے ''میں''۔ وہ تو پھر غریب الوطن ہو کے دفن ہو جاتا ہے۔ ''میں'' تو وہاں ختم ہو گیا۔ لہٰذا ''میں'' کو آپ عام طور پر سرمائے کے حوالے سے جانتے ہیں، پیشہ اور پروفیشن کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اگر ''میں'' ملک کا سربراہ ہے اور اس سربراہ سے کچھ پوچھا جائے تو ''میں'' اداس ہو جاتا ہے بلکہ ''میں'' ٹوٹ جاتا ہے، ''میں'' پاگل ہو جاتا ہے کیونکہ مرتبہ چلا گیا۔ سیاست میں پہلے زندہ باد والے آئے، ڈھا گئے اور پھر مردہ باد والے جب آئے تو اُتار کے چلے گئے۔ تو ''میں'' پاگل ہو گیا۔ بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو؟ کیا یہ ''میں'' ہے۔ یہ بھی سوچنے والی بات ہے۔ کہتا ہے کہ جب میں اکیلا بیٹھتا ہوں تو ابا حضور میرے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ کیا وہ ابا حضور ''میں'' ہیں؟ یہ تو کوئی اور

''میں'' نکل آیا۔ یعنی کہ ''میں'' جو ہے یہ رشتوں کی یادداشت کا نام بھی ہے۔ اگر رشتے سارے مر جائیں تو ''میں'' بھی زندہ نہیں رہتا۔ گویا کہ ''میں'' کے اندر آدھے ''تم'' شامل ہو۔ بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو؟ کیا یہ شخص بھی شامل ہے؟ کہتا ہے کہ یہ تو آتے جاتے رہتے ہیں' خیال کا نام ہے ''میں''۔ یعنی اپنا خیال۔ اگر یہ تمہارے خیال کا نام ہے تو کل جب خیال بدلنے والی دوسری کتاب پڑھو گے تو پھر یہ ''میں'' مر جائے گا۔ وہ جو کتاب تھی جو آپ پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ واہ کیا بات ہے' کیا فرمایا گیا ہے' اس نے کیا کہہ دیا ہے' واللہ باللہ رسل ہے کہ افلاطونِ وقت ہے ـــــــ اب کہتا ہے کہ چھوڑو رسل کو' یہ تو کوئی نیا آدمی آ گیا۔ اب تو تم بدلتے جا رہے ہو۔ لہٰذا خیال کا نام تو ''میں'' نہیں ہے کیونکہ خیال جو ہے وہ آتا ہے' جاتا ہے' رہ جاتا ہے' ٹوٹ جاتا ہے یا پھر یادداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ پھر بھی تم زندہ رہتے ہو۔ کیا زندہ رہتے ہو یا مر جاتے ہو؟ مر جانے کا مطلب ہے کہ اُس خیال سے کٹ جانا' یہ جسم والا مرنا نہیں ہے جیسے لوگ Actual مر جاتے ہیں۔ تو ''میں'' اگر خیال کا نام ہے تو بھی یہ بات غلط ہو گئی۔ اگر فائنل بات کی جائے تو ''میں'' ہوں جب تک تیری محبت ہے اور تیری محبت نہیں ہے تو ''میں'' نہیں۔

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

تیری بہار تو اس کے ساتھ ہے۔ زندگی تیری اور خیال اس کا۔ ''میں'' اور کیا ہے۔ ''میں'' ہے محتاجِ خیالِ یار۔ اگر ''میں'' محتاجِ خیالِ یار ہے تو خیالِ یار کا نام ''میں'' ہے۔ اور اگر انگریزی سکول کا نام ''میں'' ہے تو تُو جو کہ دینی

انسان ہے‘ ہمارے پاس سفارش کرتا ہے کہ میرا بیٹا بے دین سکول میں داخل کراؤ۔اب ”میں“ کون ہے؟ مجموعۂ اضداد۔مجموعۂ اضداد کیا ہوتا ہے؟ ضد کا مجموعہ۔اصل میں تم اتنے جھوٹے ہو کہ دینی زندگی گزارنے کے لیے لادین سکول میں بچے داخل کرانا ضروری سمجھتے ہو۔غریب پیغمبر ﷺ کو ماننے والے دولت ضرور جمع کرتے ہیں۔اور وہ جو سادہ زندگی گزارنے والے تھے‘ایک چٹائی کا بستر تھا‘ گھر میں ایک مصلّٰی اور چکی تھی‘ ان کو ماننے والے ایک ایسی زندگی گزارتے ہیں جس کا اس زندگی سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ والے ہیں۔تو خیال غلط ہو گیا۔تو ”میں“ جو کہ یادداشت کا نام ہے‘ علم کا نام بھی ہے۔تو علم بدلتے رہتے ہیں‘ اخباریں بدلتی رہتی ہیں‘ آج اِدھر زندہ باد ہے‘ کل اُدھر زندہ باد ہے۔تو دو بندے شادی کر لیتے ہیں‘ ایک پڑھا ہوا ہے جامعہ فلاں کا اور دوسرا ڈائریکٹ انگریزی میں پڑھا ہوا ہے۔ جب دونوں کی شادی ہو گئی تو کیا دعا کریں۔ یہ دونوں اب کیسے چلیں‘ اس کا انگریزی مزاج چلنا ہے اور اس کا اردو مزاج چلنا ہے۔ درمیان میں عجیب قسم کا تضاد ہے۔آپ خود اپنے آپ سوچا کرو۔آپ بڑی محبت سے پنجابی بولتے ہیں‘ خط و کتابت اردو میں کرتے ہیں‘ دفتروں میں منہ ٹیڑھے کر کے انگریزی بولتے رہتے ہیں‘ آپ کا تصوف جو ہے وہ فارسی زبان میں ہے‘ حافظؒ ہے اور مولانا رومؒ ہیں اور دین کے لیے آپ عربی زبان بولیں گے ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا ۔اُدھر انگریزی بولتے ہو‘ یہاں عربی بولتے ہو‘ نہ اس زبان پر اختیار ہے اور نہ اس زبان پر اختیار ہے۔ تو ”میں“ کے یہ تضادات اکٹھے ہو گئے۔اس لیے ”میں“ کا کون مناقشہ ”تو“ کے ساتھ

ناراض ہے؟ یہ اپنے اندر ایک تضاد ہے، Scattered اور Heterogeneous قسم کے Element بن گئے ہیں، آپ Discord میں رہتے ہیں، آپ کے اندر Concord آنا ہی نہیں ہے۔ تو یہ سارا تضاد ہے۔ کبھی یہ بات کرتے ہو اور کبھی وہ بات کرتے ہو۔ یا تو اس میں کوئی منفعت ہے۔ سلام کرنے میں بھی کوئی منفعت ہوگی۔ تو منفعت جو ہے وہ آپ کا لیڈر ہے اور جہاں منفعت نہیں ہوتی وہاں آپ کیا کرو گے؟ اس لیے آپ کی اپنے بارے میں جو Assessment ہے وہ ہی غلط ہے۔ کہ "میں" کا "تو" کے ساتھ کبھی تعلق نہیں بن سکتا جب تک اُسے "تو" سے محبت نہ ہو۔ اور آپ کو صرف "میں" سے محبت ہے۔ محبت کی تعریف میں نے یہ بتائی تھی کہ جس انسان کے لیے آپ اپنے خیال کو بھی قربان کر سکتے ہیں تو اس انسان سے آپ کی محبت ہوگی۔ اور دین کی محبت کیا ہے؟ جس انسان پر ایمان بھی نثار ہو۔

کافر نہ شُدی لذتِ ایماں چہ شناسی

پھر وہ بھی کافر ہو گیا۔ تو وہ کافر نکلا، محبوب کافر نکلا تو ہم بھی کافر نکلے۔ تم اگر "کیا" ہو تو ہم بھی "کیا" ہیں، تم "وہ" ہو تو ہم بھی "وہ" ہیں، تم "تم" ہو تو ہم "ہم" ہیں، اگر تم نہ ہو تو ہم ہیں ہی نہیں۔ جب اس طرح کی محبت ہو جائے تو پھر ساری Coordination ہو جاتی ہے۔ تو آپ لوگ اپنے آپ سے گریز کر رہے ہیں، خود گریزی میں مبتلا ہیں، اپنے آپ سے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ کہیں ٹھہر کے اپنے آپ کا جائزہ لے لو کہ اللہ کے پاس جانے کے لیے کتنی انگریزی کی ضرورت ہے۔ اللہ تو زبانیں جانتا ہی ہے، وہ تو زبانوں کا خالق ہے۔

اللہ کے پاس جانے کے لیے کتنا جھوٹ بولنا لازمی ہے؟ وہ تو جھوٹ پسند ہی نہیں کرتا۔ اللہ سے کون سی بات چھپانے والی ہے؟ وہ تو چھپ سکتی نہیں ہے۔ اللہ کیسے دیکھتا ہے؟ اللہ تمہیں تمہاری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اب بتاؤ کہاں بچ کے جاؤ گے۔ اللہ سنتا کیسے ہے؟ تمہارے منہ سے نکلی ہوئی بات تمہارے کانوں سے سن لیتا ہے۔ جس نے کان بنائے ہیں اس کے لیے سننا کوئی پرابلم ہے؟ اس لیے آپ اپنے آپ کا جائزہ لو کہ آپ Exactly کیا ہو۔ یہ علم کی بات نہیں ہے۔ آپ کا آپس میں گھروں میں اس لیے تعاون نہیں ہوتا کہ آپ دو Straight Lines تو ہیں لیکن Strew Lines ہیں یعنی وہ لائنیں جو آپس میں مل نہیں سکتیں' ایک ادھر کو جا رہی ہے اور دوسری اوپر کو جا رہی ہے' ان کا Plane ہی الگ الگ ہے۔ آپ سب لوگ الگ الگ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ جزیرے ہیں اور مل کے بیٹھے ہوئے ہیں' اس لیے ایک ملک کیسے بنتا ہے۔ ملکِ دلبری کیسے بنتا ہے' یہ نہیں بن سکتا۔ تو آپ کہتے ہیں کہ ہم سارے کے سارے اکٹھے ہیں' لیکن We mortal millions live alone آپ لاکھوں کروڑوں انسان ہو' مل کے بیٹھے ہوئے ہو اور سارے الگ الگ ہو۔ آپ نے جلوس تو دیکھا ہوگا۔ جلوس میں شامل ایک آدمی سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس میں کیسے شامل ہیں؟ کہتا ہے کہ میں تو جلوس دیکھنے آیا تھا۔ دیکھنے والے مل کے چل پڑتے ہیں تو جلوس بن جاتا ہے' جانے والے مل کے میلہ بنا دیتے ہیں۔ میلہ کسی درویش کا ہوتا ہے۔ باقی دیکھنے والے جو ہیں وہ میلہ بنا دیتے ہیں۔ درویش گزر گیا اور یہ گزر رہے ہیں۔ وہ اپنی عاقبت سرفراز کر گئے اور آپ میلے کے اندر شرارتیں کر

رہے ہو۔اس لیے میلہ جو ہے یہ دیکھنے والوں کا ہے۔آپ تو ایسا جلوس بنا رہے ہیں جس کے اندر کسی کو کسی کی خبر نہیں ہے۔اس میلے میں ہر انسان اکیلا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے۔سارا دن بھیڑ میں چلتا جا رہا ہے' چلتا جا رہا ہے اور ہے سارا اکیلا۔وہ جو واقف تھے یا آشنا تھے یا چاہنے والے تھے یا جاننے والے تھے وہ تو رہ گئے پیچھے ____ یہ بتائیں کہ کیا میں جلدی تو نہیں بول رہا؟ رفتار تیز تو نہیں ہے؟ آپ کی سمجھ کی رفتار Slow تو نہیں ہے؟ ______ وہ جو چاہنے والے تھے یا جاننے والے تھے وہ تو پیچھے رہ گئے چاہے وہ ماں ہو یا باپ ہو اور جو ساتھ چل رہے ہیں یہ تمہیں جانتے نہیں ہیں اور جو جاننے والے تھے وہ ساتھ نہیں ہیں۔یہ پرابلم ہے آپ کا۔ ع

جو آشنا تھے مجھ سے بہت دور رہ گئے

جو ساتھ چل رہے ہیں میرے آشنا نہیں

تو آپ کا یہ مسئلہ ہے۔اس لیے آپ ان لوگوں کو آشنائی دیں۔آپ کے پنجرے میں تنہا رہنے والے جو ہیں ان کو آشنائی دو۔اگر آشنائی دو گے تو مسئلہ حل ہو جائے گا اور یہ جو Behaviour ہے جسے Learned Behaviour کہتے ہیں' یعنی کوشش سے جو Behaviour بنایا جاتا ہے وہ کارگر نہیں ہوتا جب تک یہ آٹو میٹک نہ ہو۔آپ نے ایک دوسرے کو محبت سے قبول نہیں کیا۔یہ آپس کی بات ہے۔اگر قبول کیا ہوتا تو جھگڑے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔جب اس کا حصہ ہی اپنا بن گیا تو پھر جھگڑا کس بات کا؟ اب آپ "تو" کو "تو" نہ کہو "تو" بھی "میں" ہے۔اتنی بات کی آپ کوشش کرو۔تو "تو" تو

ہے ہی نہیں۔ یہ بحث کرتے ہو کہ آپ کیا ہو اور کیسے بات کرتے ہو۔ آپ بھی ''ہم'' ہی ہو۔ اب بتاؤ کہ کیا جھگڑا رہ گیا۔ اگر ایک آدمی کہے کہ میں بہت اچھا انسان ہوں لیکن میری اولاد بُری ہے تو وہ خاک اچھا انسان ہے جب کہ اس کی اولاد ہی بُری ہے' وہ اولاد کو Own ہی نہیں کر رہا۔ اولاد تو وہ خود ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں انجینئر ہوں لیکن میں نے مکان غلط بنا دیا ہے۔ تو وہ کیا انجینئر ہے۔ تو آپ جس چیز کو ''آپ'' کہہ رہے ہیں اس میں اپنی اولادوں کو شامل رکھو اور اپنی اولادوں کی ماؤں کو' حالاتِ زمانہ کو' گرد و پیش کو' محلے کو' محلے داریوں کو اور آنے والے زمانے کو۔ پھر آپ ''میں'' کہہ سکتے ہیں ورنہ آپ ''میں'' کبھی کچھ کہلاؤ گے اور ''میں'' کبھی کچھ اور کہلاؤ گے۔ کبھی ''میں'' بیٹھ کے رو رہا ہوں گا اور کبھی ''میں'' ہنس رہا ہوں گا' کبھی کہے گا کہ یہ منظر بدل دو اور ایک اور منظر Create کر دو' اس کا پس منظر Create کر دو۔ یہ تلوّن مزاجیاں آپ کے لیے ٹھیک نہیں ہیں۔ جو آپ اس محفل کے لوگ ہیں آپ ایک ''میں'' کا نام رکھو کہ کیا ہوں میں۔ آپ کو ''میں'' کہنے کے لیے مجھے کون کون سی باتیں سوچنی چاہئیں۔ آپ کہیں گے کہ میں ملازم ہوں۔ اگر ملازمت سے نکال دیں تو پھر ''میں'' کون ہے۔ تو ''میں'' کا تعارف کراؤ کہ ''میں'' کیا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ''میں'' اس چیز کی محبت ہوں۔ تو وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ آپ محبت سے محروم ہو گئے ہو' آپ منفعت کے اندر دفن ہو گئے ہو اور آپ کو اپنے علاوہ کچھ عزیز ہی نہیں ہے' آپ اپنی آوازوں پر مست ہو' اپنی شکلوں پر مسحور ہو گئے ہو۔ طاقت نفرت پیدا کرتی ہے' نفرت بغاوت پیدا کرتی ہے اور بغاوت طاقت کو اڑا دیتی ہے۔

آپ کے گھروں میں یہ حال ہے۔ تو طاقت ظلم پیدا کرتی ہے اور جس پر طاقت استعمال کی جائے اس میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے چاہے وہ خاموش نفرت ہو اور یہ خاموش نفرت بڑی بری شے ہے۔ کہتا ہے کہ ہم اس کو گرا نہیں سکتے۔ کہتا ہے پھر ایک کام کر، اگر اُسے گرا نہیں سکتے تو اُسے نظروں سے گرا دو۔ تو وہ بندہ گر گیا۔ اور وہ انسان جو نظروں سے گر گیا وہ آسمان سے گر گیا۔ اس طرح آپ اپنی نظروں سے گرتے جا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو موقع دے کہ آپ اپنے آپ کو Rehabilitate کریں۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ اگر رکھے ہوئے ہیں تو گھر کے کتوں سے بھی محبت کرو۔ جب آپ کو محبت ہو جائے گی تو پھر آپ کو کوئی زوال نہیں آئے گا۔ یہ نہ کہو کہ وہ آدمی میرے حق میں اچھا نہیں ہے' تو تُو اس کے حق میں اچھا ہو جا' اس کا گلہ نہ کر۔ بُرے آدمی کا گلہ نہ کر' برے سلوک سے نفرت نہ کر۔ تو اس سے اچھا سلوک کر۔ اگر تو بُرے آدمی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگ گیا تو یہ سمجھو کہ بُرا آدمی بہت اچھا ہے جس نے تجھے اچھائی پر مائل کیا۔ تو پھر تُو برا نہیں رہے گا۔ بعض اوقات کسی کو محبت سے دیکھا تو آپ کے اندر محبوبیت پیدا ہو گئی۔ رانجھے نے جب محبت سے دیکھا تو وہ خود بخود ہی ہیر بن جائے گی۔ بات تو ہے دیکھنے والے کی۔ تو آپ کا اصل کیا ہے؟ اصل وہ ہے جس کا نام نہیں لیتے اور جس کی محبت میں مرے جا رہے ہو۔ عام طور پر کچھ لوگ موجود حالات سے نسبت نہیں کر سکتے۔ ان کی محبت پیچھے رہ گئی ہوتی ہے یا ابھی آئی نہیں ہوتی۔ کہتا ہے کہ Good days are either gone or not yet come. اچھے دن یا تو بیت گئے یا آئے ہی نہیں' وہ اچھا زمانہ تھا' اچھے دن آئے ہی کب

ہیں۔ کسی آدمی نے یہ نہیں کہا کہ آج کا دن اور یہ لمحہ اچھا ہے۔ یہی Moment اچھا ہے۔ یہ جو آپ کا "Non Cooperative" ساتھی ہے یہی اچھا ہے۔ آپ کو ساتھی پسند نہیں ہے اور جو پسند ہے وہ ساتھی نہیں ہے۔ یہ آپ کی ٹریجڈی ہے۔ تو جو پسند ہے وہ ساتھ نہیں ہے اور جو ساتھ ہے وہ پسند نہیں ہے۔ اس پہ تبصرہ بند کر دو اور یہ بات خود سمجھ لو۔ اب مسئلہ حل ہو گیا۔ مسئلے کا علاج کیا ہے؟ یہی ساتھی جو ہے اسے پسند کرو۔ کہتا ہے کہ یہ ہے تو میرا بیٹا مگر گدھا اور بیوقوف ہے ______ تو اسے پسند کرو' یہ گھوڑا بن جائے گا۔ تیری پسند کا نام ہے بیٹا۔ پسند سے اگر نکل گیا تو پھر کیا بیٹا ہے' پھر ایک عذاب آ جائے گا۔ اپنی پسند کو اپنے لواحقین کے پاس رکھو۔ اپنی نگاہوں کو قرب و جوار میں استعمال کرو۔ یہ نہ ہو کہ ایک خیالی دنیا کے اندر ایک نئے آسمان پر ایک نئے چاند کی تلاش میں نگاہ پھر اُٹھی ہوئی ہے۔ اس طرح حال گزر جائے گا اور یہ ختم ہو جائے گا۔ لوگ عبادت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دنیا کی یہ چیزیں دے مگر تم صرف اس دنیا کا خیال کرو۔ یہ تو اِس دنیا میں اُس دنیا کی تمنا کرتے جا رہے ہیں۔ یہ سارا حال جو ہے گزرتا جا رہا ہے۔ وہاں پہنچیں گے تو شاید یہ کہیں گے کہ یا اللہ مہربانی کر اور اُس دنیا میں بھیج دے۔ اللہ نے اِدھر بھیجا ہے اور تم اُدھر جانا چاہتے ہو۔ آپ کرنا کیا چاہتے ہو؟ اللہ کہتا ہے کہ جاؤ دنیا میں اور دیکھو۔ کہتا ہے کہ ہم دنیا میں آئے تو ہیں لیکن اس دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں۔ آپ بولو ایسے آدمیوں کا کیا علاج ہو۔ اللہ کہے گا کہ کیا انہوں نے کائنات دیکھی؟ جی دیکھی۔ کوئی نقص تو نہیں تھا؟ اگر مالک پوچھ رہا ہے اور تم نے نقص بتا دیا تو تم مر گئے اور برباد ہو گئے' تمہاری کئی پشتیں خراب ہو گئیں۔ یہ تو بنانے والا

پوچھ رہا ہے' مالک ہے جو پوچھ رہا ہے کہ میری کائنات میں کوئی نقص نظر آیا؟ تم نے اگر کہا کہ ہاں نقص ہے۔ بس پھر تمہارے ساتھ جو حشر ہوگا میں تو بتا نہیں سکتا۔ تو یہ بھی کام نہیں آئے گا۔ نقص کا تو سوال ہی نہیں ہے' جیسا خالق ہے ویسی مخلوق ہے۔ اگر آپ یہ بات کہہ جائیں کہ یاالٰہی تیری ذات کی طرح تیری تخلیق بے نقص ہے' تیرا یہ جہاں' تیرے واقعاتِ روزگار' اور ہم بھی اس میں شامل ہیں' یا اللہ ہم نے بڑی تلاش کی کہ دنیا میں کوئی نقص نظر آجائے لیکن ہمیں کوئی نقص نظر نہیں آیا۔ اور جس کا تم سوچتے ہو کہ وہ بہت قصوروار ہے اس میں بھی نقص نہیں ہے بلکہ وہ تمہاری اپنی نگاہ کا قصور ہے۔ ایک چھوٹی سی کہانی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے روبرو تھے' بڑے سوال کر رہے تھے' وہ گفتگو کیا کرتے تھے ناں۔ کہنے لگے کہ یااللہ باقی باتیں تو سمجھ آ گئی ہیں مگر ایک بات رہ گئی ہے' یہ چھپکلی کیوں بنائی؟ انہوں نے سوچا کہ چھپکلی تو Useless چیز ہے' یہ کیوں بنائی۔ اللہ تو پھر اللہ ہے' اس نے جواب دیا کہ اتفاق دیکھو یا موسیٰ چھپکلی مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ ہم تو ہیں مگر یہ موسیٰ کیوں بنایا آپ نے' یہ کس کام آئے گا ____ تو چھپکلی کے لیے موسیٰؑ کسی کام کی چیز نہیں ہے اور موسیٰؑ کے لیے چھپکلی کسی کام کی چیز نہیں ہے۔ دانائی اور حکمت یہ ہے کہ جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔ تم اس کو ہی آفتاب سمجھو۔ وہ چھوٹی چیز بھی بڑے کام کی چیز ہے۔ کبھی آپ دیکھو تو زندگی میں کسی چھوٹے بندے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ بڑے کام کا بندہ ہوتا ہے۔ تو چھوٹی چیز کی ضرورت پڑ جائے تو وہ بڑے کام کی ہوتی ہے۔ تم کسی کو کمزور نہ سمجھو' کسی کو Indispensible نہ سمجھو اور کسی کو حقیر بھی نہ جانو۔ اپنی جگہ پر ہر

چیز مستند ہے۔ کائنات میں' اللہ کی بنائی ہوئی کائنات میں آپ نقص نکالنا بند کردو۔ پھر آپ کو نقص نظر ہی نہیں آئے گا۔ اس کی اصلاح بھی نہ کرو کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایک جماعت بنائیں "جمعیت التقویت ملتِ اسلامیہ وحدت" بنانی ہے۔ پتہ نہیں آپ نے کیا بنانا ہے۔ آپ کیا کرو گے؟ کہتا ہے کہ دو چار ستارے ٹھیک کریں گے' پھر ان کی چال اور رفتار ٹھیک کریں گے۔ تو اپنی ہستی دیکھ اور اپنا انجام دیکھ' اپنا Behaviour ٹھیک کر لے' قریب والے سے قریب ہو جا۔ وذی القربٰی و الیتمٰی والمساکین پہلے قریب والے لوگوں سے اچھا Behaviour کرو' خیرات کا بھی Behaviour کرو' پھر یتیموں سے' راہ کے مسافروں سے اچھا سلوک کرو۔ پھر جس نے تمہارا کہا وہ یہ کہے گا کہ یہ بہت اچھا آدمی ہے۔ اب آپ کو یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ اگر قیامت ہے اور یومِ حساب ہے تو جو آپ کے خلاف گواہ ہوں گے وہی ہوں گے جو آپ کے گھر میں پل رہے ہیں۔ مجھے بڑا افسوس ہے یہ بات کرتے ہوئے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ایسی بات ہو لیکن اکثر ہوتا ایسا ہی ہے۔ مثلاً چوہدری جمال دین آ گیا اور حساب کے لیے کھڑا ہو گیا۔ پوچھا جائے گا کہ اس کے خلاف کون ہے؟ کہتا ہے کہ نمبر وَن تو اس کا بیٹا ہے' پھر بیٹے کی امی بھی برابر کی Evidence ہے' اِس سے بھی اس نے اچھا سلوک نہیں کیا۔ تو سارے بے زبان لوگ اب زبان درازیاں کرنے لگ جائیں گے۔ اسی طرح نوکر بھی سارے بولیں گے کیونکہ آپ نوکروں کے ساتھ آقا بنے ہو' کبھی انسان نہیں بنے۔ نوکروں کے ساتھ اگر انسان نہ بنے اور تم آقا ہی بن گئے تو پریشانی ہی پریشانی ہے' بدحالی ہی بدحالی

ہے۔ اس لیے قیامت کو کون لوگ آپ کے خلاف گواہی دیں گے؟ آپ
کو آنکھیں بند کر کے جو جو چہرہ نظر آتا ہے وہ دیکھتے جاؤ۔ یہ سوچو کہ آپ کے حق
میں بولنے والا کون ہوگا؟ آپ خود ہی ہوں گے۔ کیا تیری گواہی مستند ہوگی؟
شاید آپ کے ابا یا اماں آپ کے حق میں بولیں گے' باقی تو میرا خیال ہے بات
مشکل ہی ہے۔ تو یہ آج سے ہی بدل لو۔ آپ کے خلاف جو مخالف گواہیاں پل
رہی ہیں ان کو موافق بنا دو' جس طرح چاہے منالو' انہیں کہو کہ تیری مہربانی' تو
ناراض نہ ہو' گھر میں معافیاں مانگنا شروع کر دو کیونکہ یہ سب آگے جا کے
گواہیاں بنی ہیں۔ اس سے پہلے کہ آگے کوئی گواہی جائے اس کو یہاں روک لو۔
اب معافی مانگ لو۔ پھر آپ کے خلاف قیامت کو کوئی گواہی نہیں ہوگی ورنہ یہ
ساری گواہیاں ہیں' بیٹے' بیٹیاں' ان کی ماں ______ بڑی پریشانی ہوگی۔
دوست کا کہتے ہیں کہ دو دن دوست رہا اور اس نے بڑا نقصان پہنچایا۔ یہ دوست
نہیں ہوتا بلکہ خطرناک ہوتا ہے۔ اسی طرح بے زبان نوکر وہاں پر بڑی زبان
درازیاں کرے گا' لٹریچر بولے گا اور کہے گا کہ یہ وہ آدمی ہے جس نے حبس کر
کے میری زندگی کے کتنے سال ضائع کر دیئے' برباد کر دیئے' مجھے Mere
Existence پر مائل کرتا رہا' مجبور کرتا رہا' اس نے مجھے انسان نہیں سمجھا بلکہ
حیوان سمجھا ہے اور اس نے مجھے جانور بنا کے رکھ دیا O, is this the man
Lord God made یہ ہے وہ انسان جس کو خدا نے بنایا تھا' مگر اس نے بیل کا
بھائی بیل بنا دیا' تمہاری باقی روشنیاں کس کام کی کہ تم نے بھائی کی روشنی چھین
لی۔ یہ میں نہیں کہتا' یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اس کی روشنی چھین کر تمہیں کیا روشنی

ملے گی۔ تم ہمیشہ اپنی فوقیتیں جتا جتا کر ساتھ والے کی فوقیت ختم کر رہے ہو۔ اس کے سر پر پگڑی رکھ تا کہ تھوڑی سی روشنی تجھے بھی مِلے' اس کو جا کے سلام بول تا کہ وہ وعلیکم السلام کہے۔ اس کو کہو گے کہ سلامتی ہو تو وہ کہے گا کہ آپ پر بھی سلامتی ہو۔ اس کو کہو گے کہ میں آپ سے مل کے خوش ہوا تو وہ کہے گا کہ ہم بھی خوش ہوئے' خدا آپ کا بھلا کرے' کہتا ہے بھلا کہنے والے کا بھلا۔ یہ گنبد کی آواز ہے' جیسا بولو گے ویسا جواب آئے گا۔ آج سے وعدہ کرو کہ آپ گھر کے اندر قریب رہنے والے لوگوں کو دور نہیں رکھیں گے۔ یہ جو آپ نے اپنے گرد ایک خول سا بنایا ہوا ہے اس سے باہر نکلو اور انسانوں سے جا کے ملاقات کرو' انسانوں کے دل سے ملاقات کرو۔ مثال کے طور پر کسی انسان کو اپنے دل میں جگہ دے دو' اُسے نہ بتاؤ اور صرف جگہ دے دو' اس کو خیال میں محبت کرتے جاؤ' چوتھے دن خیال عمل میں آئے گا اور وہ بندہ بے تاب ہو کے آئے گا کہ کوئی بات ہے' دل کرتا ہے کہ آپ کو مِلوں۔ یعنی کہ یہ ہے محبت۔ اور اگر دل میں غلط سوچو گے کہ یہ کیا آئے گا' دل میں اس کو گالی دیتے رہو تو وہ تھپڑ مار کے چلا جائے گا۔ تو یہ تیرا ہی خیال ہے جو چل رہا ہے' تیری دنیا تیرے ہی خیال کا نام ہے۔ اگر بُرا خیال تو بری دنیا اور اچھا خیال تو اچھی دنیا۔ بد خیال ہے تو عاقبت خراب' اچھا خیال تو عاقبت اچھی۔ تو یہ سارا خیال ہے۔

اب آپ کو سمجھ آ گئی ہو گی کہ ''میں'' کون ہے۔ ''میں'' انتشار ہے۔ آپ ایک ''میں'' بن جاؤ۔ ''تُو'' کا خیال ہے ''میں''۔ جس نے ''تُو'' کے خیال کو ''میں'' بنایا' محبوب کے خیال کو اپنا بنایا وہ کبھی ناراض نہیں ہو سکتا' کبھی نقصان

نہیں اُٹھا سکتا' وہ ہمیشہ سرفراز ہے۔اور اگر محبوبِ خیال کے خیال کو اپنا بنایا تو بس پھر سرفراز ہے' دونوں دنیا میں سرفراز ہو گیا۔اور اگر آپ نے اپنے قریب والوں پر فوقیت جتائی تو یہ فوقیت کی بڑی کمزوری ہے۔کسی باپ کو سب سے زیادہ بے بس ہم نے اس وقت دیکھا جب وہ باپ اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ بیٹا خیال کر' میں تمہارا باپ ہوں۔بس اس کی طاقت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ماتم ہو گیا یعنی جب اُسے یہ جتانا پڑ جائے کہ میں باپ ہوں۔ بیٹے کے ذہن میں یہ رہا ہی نہیں کہ وہ باپ ہے' وہ بیٹا ایسی Transgression کر گیا۔تو ایسا وقت نہ آئے کہ یہ بتانا پڑ جائے کہ ہم فوقیت والے ہیں۔فوقیت والے فوقیت جتاتے نہیں ہیں بلکہ فوقیت میں رہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ جو ہے وہ طاقت Exercise کرے تو سمجھو کہ وہ بے بس ہو گئی ہے' کہتے ہیں کہ It's good to have power but bad to use it. جب کوئی حکومت طاقت استعمال کرنے پہ آ جائے تو سمجھو کہ طاقت ختم ہو گئی۔طاقت کا ہونا اچھا ہے لیکن طاقت کے استعمال سے پتہ چلتا ہے کہ طاقت جو ہے وہ کمزور ہو گئی ہے۔ جب باپ تھپڑ استعمال کرے گا تو سمجھو کہ اس کا باپ ہونا کمزور ہو گیا اور جب خاوند خاوندیت کو استعمال کرے گا تو ساری ودیعتیں ختم ہو گئیں اور وہ فیل ہو گیا______ میرا خیال ہے یہ بات سمجھانے کے لیے کافی ہے۔آپ کو سوال کا جواب سمجھ آ گیا؟

اور کوئی سوال______بولو______

سوال:

اللہ تعالیٰ گناہ تو بخش دیتا ہے لیکن گناہ نیکی میں کیسے بدل جاتے ہیں؟

جواب:

اللہ کہتے ہیں کہ میں جب چاہوں' یہ اپنا اختیار جتایا ہے' میں جس کو چاہوں جب چاہوں معاف کرسکتا ہوں۔ وہ کرسکتا ہے۔اور وہ گناہ معاف کرسکتا ہے بلکہ کردیتا ہے اور اُن کے گناہ نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔اب آپ کا سوال یہ ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ آپ کے اپنے ذہن میں جن لوگوں کے لیے نفرت پیدا ہو چکی ہے ان لوگوں کے لیے محبت پیدا کرو۔ کیونکہ آپ نے Kind بدلنی ہے ڈگری نہیں بدلنی۔ گناہ کو نیکی بنانا ہے۔ یہ قسم اب مختلف ہو گئی ہے۔ گناہ کو کم گناہ نہیں بنانا بلکہ اس کی قسم بدلنی ہے۔تو نفرت کو محبت میں بدل دو۔اب Kind بدل جائے گی' جنس بدل گئی۔اور جو ڈرانے والا ہے وہ ڈرنا شروع کر دے اور جو اس کی پگڑی کا طرّہ ہے اس کو لوگوں کے پاؤں میں رکھ دے۔ یہ مشکل ہے؟ پھر خودکشی کرلو۔خودکشی کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے مر جانا' یعنی کہ اپنی اَنا کو کُشں کردو۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہتا ہے اب میں ڈر گیا۔ کس سے ڈر گیا؟ اس چھوٹے انسان سے ڈر گیا کہ یہ چھوٹا آدمی اہم اور مضبوط ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی ایک بار کہا تھا کہ اگر آپ کو کبھی یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کے دفتر کا جو Peon ہے وہ لاہور کا قطب ہے تو اس سے فیض کیسے لو گے۔شاید تم یہ کہو کہ میں فیض لیے بغیر ہی آ جاؤں گا۔ یہ بیوقوف آدمی ہے۔ میں نے بار بار سمجھایا کہ فیض اس قطب کے پاس ہے جو آپ کے دفتر کا پئین ہے تو اس سے فیض لینے کی آپ کو جانچ آنی چاہیے' اُس کا ادب کرنا چاہیے کیونکہ ہے تو وہ قطب ہی۔ یہ نہ کہنا کہ اس قطب سے ہم فیض نہیں لیتے' چپڑاسی سے ہم فیض کیسے لے سکتے ہیں؟

جس کے پاس فیض ہو اسی سے تو لینا ہے۔ وہ آدمی جو اپنے دفتر کے چپڑاسی سے "آقا، میرے حضور" کہتا ہو افیض لے سکتا ہے وہ بچ گیا، اور جو نہیں لے سکتا وہ پھر رہ جائے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر یہ کر سکتے ہیں تو آپ کے گناہ جو ہیں وہ نیکیوں میں بدل جائیں گے۔ تو یہاں پر Behaviour میں تبدیلی پیدا کرو۔ جو لوگ ساری عمر کافر رہے، اسلام کے خلاف رہے اور پھر حضور پاک ﷺ کے سائے میں آ کے توبہ کر لی۔ بس وہ بخشے گئے، دوزخ میں جانے والے سیدھے جنت میں گئے، انہیں توبہ نصیب ہوگئی، کلمہ نصیب ہو گیا، حضور ﷺ کی محبت نصیب ہوگئی۔ حضور پاک ﷺ کی واحد ذات ہے جن کے پاس ایسی چیز ہے کہ نفرت کسی سے نہیں۔ برے عمل سے نفرت ہے اور اگر وہ عمل بدل جائے تو پھر نفرت نہیں ہے۔ نفرت کفر کے ساتھ ہے، کافر کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ کافر اگر ایمان میں آ جائے تو محبت جاری ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ اگر کسی نے غلطی کی ہے یا کوتاہی کی ہے تو آپ ساری عمر اس کو معاف نہیں کرتے۔ اگر قیامت کے دن کوئی کہے کہ میں نے دو چار بندوں کو پکڑا ہوا ہے اور اللہ سے سزا دلوانی ہے تو اللہ اسے بھی معاف نہیں کرے گا۔ معاف کر کے جاؤ، تو معافی آپ کے لیے موجود ہے۔ امید ہے آپ نے اپنے ساتھی کو معاف کر دیا ہوگا۔ جواب یہ دو کہ کوشش کر رہے ہیں، ابھی اس خیال سے نکلیں گے۔ اب اپنے آپ کی اصلاح کرو۔ گناہ جو ہیں وہ معاف ہو سکتے ہیں۔ ایک گناہ معاف نہیں ہو سکتا اور وہ یہ کہ اگر آپ کی زبان سے حضور پاک ﷺ کی شان میں کوئی غلط فقرہ نکل جائے۔ باقی ہر گناہ معاف۔ کافر بھی معاف۔ اللہ اس مقام پر Sensitive ہے کہ حضور پاک ﷺ کی

شان رہے۔ بس اتنی ساری بات ہے۔ وہ کافر جس نے حضور پاک ﷺ کے لیے نعت کہی ہے ممکن ہے کہ اس کے ساتھ اللہ اچھا کرے۔

سوال:

سر! ہمارے پاس یقین ہے علم ہے لیکن اس کے باوجود عمل نہیں بن پاتا۔

جواب:

ایک بات بڑے غور والی ہے۔ آپ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ آپ اپنے لیے یہ دعا مانگتے ہیں کہ یاالٰہی ہمیں حضور پاک ﷺ کی زیارت کرا۔ یہ دعا مانگتے ہیں ناں؟ یہ دعا بھی ہے اور یہ خواہش بھی ہے اور یہ نصیب بھی ہے۔ بد نصیبی کب ہوتی ہے؟ کہ زیارت تو ہو لیکن اعتقاد نہ ہو۔ اس زمانے کے لوگ حضور پاک ﷺ کی موجودگی میں انہیں دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے۔ وہ بدقسمت تھے۔ تو عمل کا بھی یہ حساب ہے۔ آپ دعا کرتے ہیں کہ یہ حاصل ہو جائے، آپ کو علم ہوتا ہے کہ ایسا ہو جاتا ہے لیکن علم کے باوجود جب عمل نہیں آتا تو اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ آپ اس سفر پر جانے کے لیے اس سفر کا رہبر نہیں بناتے۔ کم از کم اس سفر کا ایک ساتھی بنالو، سنگت بنالو۔ یعنی وہ جو اس سفر پر جانے والا ہو۔ یعنی کہ اس کی عاقبت آپ کی اپنی عاقبت بن جائے۔ تو ایک ساتھی ملالو۔ اس کو کہتے ہیں ''رفیقِ طریق''۔ تو طریقت کا جو رفیق ہے، اس کو ساتھی بنا لو۔ سنگت جو ہے یہ عمل میں بڑی معاون ہوتی ہے۔ مثلاً لوگ نیک کام کو جارہے ہیں اور آپ نیکی والے بندے تو نہیں ہیں لیکن ساتھ چل پڑو، جہاں وہ بیٹھیں تو بیٹھ جاؤ، چل پڑیں تو چل پڑو ـــــــــ اس سنگت کے اندر آپ کا سارے کا

سارا عمل درست ہو جائے گا۔ پہلے دو دن آپ کہو گے کہ یہ کیا کرتے رہتے ہیں' پھر آپ کے اپنے Behaviour میں تبدیلی آ جائے گی۔ عمل جو ہے وہ ساتھی کی مدد کرتا ہے۔ عمل جو ہے وہ حکم کے ساتھ ہوتا ہے' اور وہ پیر ہوتا ہے۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ پیر کا حکم ہے تو کہو کہ میں نے کرنا ہی کرنا ہے۔ اگر آپ کا ساتھی کہے کہ میں صبح کو دوڑ لگاتا ہوں تو آپ بھی دوڑ لگائیں۔ اگر ساتھی کا ساتھ چلے گا اور اس کے ساتھ چلے گا جو رہنما ہے یا پھر پیچھے سے کوئی دھکیلنے والا ہو' عمل پہ مجبور کرنے والا ہو یا پھر اچانک کوئی فیض ہو جائے' لینے والا خود ہی آ جائے اور پھر وہ آپ کو سخی بنا دے گا۔ فرض کریں آپ سخی بننا چاہتے ہیں پیسے بھی ہیں لیکن کوئی عمل کی صورت نہیں بن رہی تو ایک دن وہ آپ ہی آ جائے گا غریب آدمی' کہے گا کہ فٹافٹ پیسے دو۔ تو وہ لے گیا۔ تو وہ بلا سبب' بلا ضرورت اور بغیر آپ کے عمل کے آپ کو سخی بنا گیا۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ نماز اس لیے ہوتی ہے کہ اس خیال سے آزاد کر دے جو خیال تو ہوتا ہے لیکن عمل نہیں بنتا' پھر عمل پیدا ہو جاتا ہے۔ بڑا عمل کرنے کے لیے چھوٹے عمل میں استقامت پیدا کرو۔ بزرگوں نے طریقے بتائے ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ پر بیٹھ جاؤ اور پھر ہر روز اسی وقت وہاں پر بیٹھا کرو' اس کے بعد عمل میں استقامت آ جائے گی۔ ناغہ نہ کرنا۔ لوگ کہتے ہیں ناں کہ چالیس راتیں یہ پڑھا کرو۔ جو چالیس راتیں پڑھ گیا وہ تو ویسے ہی ولی ہو گیا۔ یہ نہ کہنا کہ تیس راتیں تو میں کر گیا تھا مگر ضروری کام بیچ میں آ جاتا ہے' پھر انتالیس راتیں بھی پوری کر گئے مگر پھر مہمان آ گئے۔ پھر شروع کیا اور تیس تک پہنچ گیا۔ تو جو پہنچ گیا وہ تو ویسے ہی استقامت میں آ گیا۔ اس لیے اس کا چلہ ہوتا

ہے۔ چلہ کیا ہوتا ہے؟ چلہ عمل کا ہوتا ہے۔ جو چلہ کر گیا تو وہ تو عمل میں پورا ہو گیا' طاق ہو گیا۔ مسجدِ نبوی ﷺ میں جو گنتی کی نمازیں پڑھ گیا وہ ہمیشہ کے لیے پڑھ گیا۔ کہتا ہے کہ ہم تو وہاں پڑھ آئے ہیں کئی دفعہ مگر پھر بھول جاتے ہیں۔ تو سچ' ساتھی' ماحول' سماج' دفتر اور دفتر کی ضرورتیں یہ سب اثر کرتے ہیں۔ تو یہ ساری ماحول کی بات ہے۔ چونکہ آپ کا ماحول جو ہے وہ اس بات کے لیے سازگار نہیں ہے جو آپ کا دین چاہتا ہے۔ آپ کی دنیاوی ترقی دین چھوڑنے میں ہوتی ہے' استغفراللہ! کہتا ہے کہ ترقی تو ہو گئی ہے لیکن چھ دن سے نماز سے نظرانداز ی ہے۔ ورنہ اگر اسلام یاد رہے تو ترقی کیسے ہو سکتی ہے' فاقہ ہی ہو سکتا ہے۔ تو سماج کے اندر دِقت ہے' ماحول میں دِقت ہے۔ تو جتنا آپ سے ہو سکتا ہے وہ کرتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا تو استقامت بھی آ جائے گی' ماحول بھی مل جائے گا۔ آپ سنگت درست رکھو ______

عمران صاحب بولیں ______ پوچھو ______

سوال:

جناب' ہمیں آپ کی مسلسل گائیڈنس کی ضرورت ہے۔

جواب:

میں ابھی آپ کا پارٹ ٹائم گائیڈ ہوں' میں جمعہ کو ملتا ہوں۔ ہم ایک ماحول بنا رہے ہیں' جلدی بنا رہے ہیں' پھر ہم ہر روز ہی محفل کریں گے۔ آپ کی زندگی میں ایک جمعہ سے انقلاب آیا ہے۔ آپ کو اس بات کا پتہ ہے۔ اب آپ کے لیے سارے ویسے غائب ہو گئے' سب مہمان نوازیاں غائب ہو گئیں'

ایمر جنسیاں گئیں اور ایک جگہ پر قائم رہنے کے لیے آپ بے شمار جگہوں پر غیر قائم ہو گئے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بلال صاحب اب جمعے کو نہیں مل سکتے۔ تو زندگی میں یوں انقلاب آتا جارہا ہے۔ اور اگر ڈیلی ملاقات ہو گئی تو حالات درست ہو جائیں گے۔ اس کے لیے جگہ بنی پڑی ہے' نقشے بن گئے ہیں' منظوریاں ہو رہی ہیں' جا کے پہلی اینٹ رکھنی ہے اور بات شروع کر دینی ہے۔ یہ دنوں کی بات ہے۔ آپ نے میرا کتنا انتظار کیا' ہم نے بڑی بڑی جگہیں دیکھیں' اس کی الگ کہانی ہے۔ تو ایک جگہ دیکھی' پھر ایک آفر ہو گئی' دوسری آفر ہو گئی' وہ جگہ مل گئی' یہ جگہ مل گئی' کبھی جگہ ملی تو لگا کہ ماحول اچھا نہیں ہے' ایک آدمی ہمیں ملا اور کہا کہ دوبئی والے بادشاہ کے پیلس کے قریب ایک جگہ ہے' کافی جگہ تھی' بنی بنائی جگہ تھی' شروع کر دیں۔ میں نے سوچا کہ جو غریب لوگ ہوتے ہیں یا خواتین ہوتی ہیں' وہ بے چارے شام کے وقت اس اجاڑ جگہ پہ آئیں گے۔ تو میں نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ جگہ بھی فری تھی۔ پھر ایک اور جگہ دکھائی گئی جو تقریباً ساڑھے تین کنال تھی اور سینٹ انتھونی کے سامنے تھی۔ یہ شاید اوقاف کی جگہ تھی وہاں خانقاہ بھی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس بزرگ کے عقیدت مند ہیں' ہم اس کی دیکھ بھال بھی کریں گے تو ہمیں اوقاف سے منظوری لے دیں تو پھر آپ کو وہ جگہ مل جائے گی۔ میں نے پوچھا کہ Payment کہاں پہ کرنی ہے تو کہنے لگا کہ وہ جو وہاں ہیڈ کلرک ہے اس کو پانچ لاکھ روپے رشوت دینی ہے' جگہ کروڑوں کی ہے ______ میں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ تو اس کی بنیاد ہی غلط ہو رہی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم بڑی تلاش کرتے رہے۔ بڑے واقعات

ہوئے۔ اب جگہ موجود ہے اور قبضہ موجود ہے۔ بننے کی مشکل کوئی نہیں ہے۔ یہ تو آپ سارے جانتے ہیں کہ مشکل کوئی نہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ مشکل کوئی نہیں ہے۔ لیکن اس میں ابھی ٹائم ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ڈیلی ملیں گے۔ تو آج سے ہم عملی شکل میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ لوگ بھی عملی مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔ آج آپ کو دو تین باتیں بتائی ہیں۔ نمبر وَن آپ جس زمین پر رہتے ہیں اس زمین کے حالات درست کرو' زمین کو پاکیزہ بناؤ' جس طرح تم مسجد کو پاکیزہ بناتے ہو' جہاں عبادت کرتے ہو اس مصلّٰی کو پاکیزہ بناتے ہو۔ جس گھر میں رہتے ہو اس کو پاکیزہ بناؤ تاکہ پاکیزہ زمین میں پاکیزہ بچے پلیں اور وہاں رزقِ حلال آجائے تاکہ واقعات اچھے ہو جائیں' خود بخود ہی بہتر ہو جائیں۔ بزرگوں کی آمد و رفت رہے تو حالات خود بخود بہتر ہو جاتے ہیں۔ آپ گھروں میں دشواریاں پیدا نہ کرو' یہ کوئی بہادری کی بات نہیں ہے' کسی کو معتوب کرنا' کسی کو گرفت میں لینا' کسی پر بوجھ ڈال دینا' کسی کی اَنا کو ٹوٹے ٹوٹے کر دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ کسی کی شخصیت کو Shatter کر کے تم نے کیا شخصیت بنائی۔ ایک آدمی مجھے یاد آ گیا۔ اس کو بادشاہ بننے کا بڑا شوق تھا اور اس کا خواب تب پورا ہوا جب اس نے انسانوں کی کھوپڑیوں کا ڈھیر لگایا اور ان پر براجمان ہو کے بادشاہ سلامت بن بیٹھا۔ اس کا نام کیا تھا؟ ہلاکو خان۔ آپ بھی آج پورے بادشاہ ہیں' بیوی کا قتل کیا ہے' دو چار صاحبزادے آگے پیچھے کیے ہیں' لوگوں کا مال اِدھر اُدھر کر دیا ہے ______ تو یہ پورا بادشاہ ہے اور بااختیار ہے ______ تو یہ کیا اختیار ہے؟ اس لیے آپ یہ دعا کرو کہ آپ کے عمل سے کسی اور کے لیے

دِقت پیدا نہ ہو۔ اپنی گاڑی کا دھواں اتنا نہ کرو کہ لوگوں کو دِقت ہو' اپنی آواز بھی کم رکھا کرو' اپنی اَنا مجروح کردو اور لوگوں کی اَنا کو محفوظ رکھو۔ آپ کی بیوی اور بچے آپ کا حصہ ہیں۔ فیصلہ یہ پکا کر لو کہ ہم نے اللہ کے پاس جانا ہے۔ اور جانا تو ہے ہی سہی۔ بہتر راستہ یہی ہے جو کہ اسلام کا ہے۔ یہ بھی فیصلہ کر لو۔ اپنے عمل میں آپ روزانہ کوتاہیاں کرتے رہتے ہیں' پھر معذرت کرتے رہتے ہیں ۔

کیسی توبہ ہے او یار

رَت پیا پڑھداں اے استغفار

تو رَت استغفار ہی کرتے جا رہے ہو۔ رَت کا معنی اور ہی استغفار پڑھتے جا رہے ہو۔ بس ایک مرتبہ استغفار پڑھو اور توبہ کر لو۔ فائنل استغفار کر لو۔ تو یہ ہیں عملی باتیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمل کرنے کی توفیق دے اور بدعملی کی توفیق نہ دے اور یہ بدعملی آپ کے راستے میں آئے ہی ناں۔ یہ ''دوکان'' ہی بند ہو جائے اور آپ کہیں کہ ہم سارے لاہور میں تلاش کرتے رہے لیکن ہمیں بدعملی کا موقع ہی نہیں ملا۔ تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ ایسے بیشمار لوگ ہیں جنہیں بُرائی کا موقع ہی نہیں ملا۔ بے شمار لوگ ہوتے ہیں جو پہلے تو ماں باپ کے ڈر سے نیکی کرتے ہیں' پھر استاد کے ڈر سے' پھر کوئی پیر صاحب مل گئے تو ان کے ڈر سے۔ خدا کے خوف سے نیکی تو بہت کم ہوتی ہے۔ نیکی پہلے تو سماج کے ڈر سے آتی ہے' ماں باپ کے ڈر سے آتی ہے' بدنامی کے ڈر سے لوگ نیکی کرتے ہیں' ماحول کے ڈر سے بھی نیکی کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو نیک مشہور ہونے کا شوق ہوتا ہے' یہ بڑا نیک شوق ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ نیک شوق میں تھوڑی ریاکاری بھی اچھی

ہے۔ بڑے بڑے فقراء کی عبادت کا بہت سارا حصہ پہلے ریا کاری میں گزرا۔ انسان نفلی نمازیں پڑھتے پڑھتے اصلی ہو جاتا ہے۔ بس اتنی ساری کہانی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو اچھے راستے پر لگائے۔ راستہ طے ہو جائے تو ٹھیک ہے' حتیٰ کہ پھر وہ واقعہ ہو جائے گا۔ کہیں آپ کو محبت کرنے والا مل گیا تو وہ آپ کو اپنی محبت سے کھینچ کے لے جائے گا' دریا کے پار لے جائے گا۔ تو آپ بچ گئے۔ یا اس کی محبت میں آپ خود دریا پار کر جائیں گے۔ جب محبوبوں کی بستی میں چلے جاؤ تو وہاں سارے ہی محبوب ہیں۔ نیکوں کی بستی ملے اور نیک سنگت ملے۔ نائنٹی پرسنٹ گناہ جو ہے وہ گناہگار سنگت میں ہوتا ہے اور نائنٹی پرسنٹ نیکی جو ہے وہ نیک سنگت میں ہوتی ہے۔ تو نیک سنگت اختیار کرو' نیک محفل اختیار کرو اور نیک خیال اختیار کرو۔ بد کتابیں نہ پڑھو۔ بد تصویریں نہ دیکھو۔ بد باتوں سے بچو۔ نیک ہو جاؤ۔ نیک ہونے کی کوشش کرتے جاؤ' کرتے جاؤ تو آخرِ کار نیک ہو جاؤ گے۔ پھر جو بھی آپ کہتے جاؤ گے وہ ہوتا جائے گا۔ کہتے کہتے ہو جاتا ہے۔ تو کہنے سے بھی ہو جاتا ہے۔ ماں کی دعا کیوں پوری ہو جاتی ہے؟ وہ بار بار کہتی ہے کہ اللہ تجھے عقل دے' سرفراز کرے ______ ایک دن وقت آتا ہے تو وہ دعا پوری ہو جاتی ہے۔

اب آپ اور سوال کرو ______ بولو ______ آپ لوگ بولو ورنہ آپ کو نام سے پکارا جائے گا ______ پوچھو ______ کیا نام لوں تب بولو گے؟

سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ سارے کافر دوزخ میں جائیں گے تو کیا اچھے عمل

کرنے والے جو ہیں وہ بھی؟

جواب:

حضور پاک ﷺ نے اپنے حُسنِ سلوک کی وجہ سے' اپنی صداقت کی وجہ سے' امانت دار ہونے کی وجہ سے وہاں کے سماج میں اتنا اثر کیا کہ لوگ آپ ﷺ کے قائل ہو گئے اور کہا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تو یہ بات طے ہو گئی اور اس کا ثبوت بھی لے لیا آپ ﷺ نے۔ لوگوں سے پوچھا کہ لوگو! میں نے تم میں ایک عمر گزاری ہے' کیا تم نے اس عمر میں کوئی غلطی دیکھی' کوئی وعدہ خلافی دیکھی ____ یعنی کہ پورے کا پورا سرٹیفکیٹ لے لیا آپ ﷺ نے۔ میں نے تمہارے سامنے کبھی جھوٹ بولا؟ کہتے ہیں کہ نہیں۔ اب میں کیوں جھوٹ بولوں گا اور اب سچی بات تم سن لو سب سے سچی بات یہ ہے کہ یہ تمہارے خدا جھوٹے ہیں اللہ الواحد القھار۔ اب وہ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ آپؐ نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ جھوٹ تو آپؐ نے بولا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے' ہم کلمہ پڑھ لیتے ہیں۔ اور وہ مسلمان ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد اسلام نے وہ کچھ بیان کرنا شروع کر دیا جو اخلاقیات میں پہلے ہی بیان ہو چکا ہے۔ مثلاً یہ کہ نیکی کرو' نیک کام کرو' جنت ہے' دوزخ ہے' انسان کا انسان کے ساتھ کیا سلوک ہو' لوگوں کے دینی معاملات کیا ہیں اور لوگوں کے ساتھ اعمال کیا ہیں' حقوق العباد کیا ہیں' حقوق اللہ کیا ہیں ____ اللہ نے کہا کہ میں نے تمہارے لیے جنت بنائی ہوئی ہے اور وہاں پر تمہاری محنتوں کا ایک معاوضہ رکھا ہوا ہے' تمہارے لیے وہاں پر آسودگی' حال بنائی ہوئی ہے تاکہ تم لوگ مطمئن رہو۔ ایک آدمی کے خیال میں

آیا کہ ہم تو جنت میں جائیں گے مگر یہ جو Believe نہیں کرتے اور جنگیں لڑتے ہیں، یہ کہاں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کہہ دیا کہ یہ دوزخ میں جائیں گے۔ ''دوزخ'' ایک لفظ ہے۔ دوزخ کا یہ لفظ کس کے لیے آیا؟ Non-believer کے لیے مگر Non-believer سے اللہ نے یہ نہیں کہا بلکہ Believer سے کہا ہے۔ یہ ماننے والے سے کہا ہے کہ جو نہیں مانے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ تو جو نہیں مانے گا وہ دوزخ میں کیوں جائے گا، کیونکہ وہ بات کو مانتا نہیں۔ جو جنت میں جا رہا ہے اس سے کہا گیا کہ یہ دوزخ میں جائے گا اور تم جنت میں جاؤ گے۔ جنت دوزخ کیا ہوتی ہے؟ جنت اچھا ٹھکانہ اور دوزخ برا ٹھکانہ۔ اب اس پہ سوال پیدا ہوا کہ یہ جو میرا بھائی ہے یہ میرے ساتھ نیکی تو کرتا ہے، لوگوں کی خدمت کرتا ہے، سرائے بناتا ہے، چاہ بناتا ہے، کنوئیں بناتا ہے، تو پھر یہ دوزخ میں کیوں جائے گا؟ اب یہ ہے Believer کی بات۔ پھر فرق کیا ہے؟ چونکہ وہ Believer نہیں ہے اس لیے Believer سے کہا ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا حالانکہ اس سے نہیں کہا۔ یہاں پر تمہارے عقیدے کی اصلاح کر کے تمہیں روک دیا گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں سوال نہ کر۔ کیا مطلب ہے؟ کہ یہاں پر سوال نہ کرنا، جس کا وہ سوال ہے وہ خود کرے۔ تجھے تو اللہ نے کہا ہے کہ تو نیک آدمی ہے، تو میرے پاس جنت میں آ رہا ہے، تجھے ہم نے Accommodate کر لیا، اب اس کے ساتھ کیا ہوگا، تو یہ سوال نہ کر۔ وہ خود ہی کرے گا۔ مگر وہ تو اللہ کو مانتا نہیں ہے لہٰذا اللہ سے وہ سوال کیوں کرے گا۔ لہٰذا اس کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ دوزخ میں جانے والے پر آپ زیادہ خوش نہ ہوں۔

آپ اپنی جنت بناؤ۔ جب تمہیں بتا دیا گیا ہے کہ وہ دوزخ میں جا رہا ہے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ اگر تم نہیں چاہتے کہ وہ دوزخ میں جائے تو اُسے اپنے ساتھ لاؤ' کلمہ پڑھا دو۔ ورنہ یہ کہاں جا رہا ہے' کدھر سے آیا ہے' کافر کا فنکشن کیا ہے' یہ وہی جانتا ہے۔ بہر حال کافر تمہارے لیے خوراک ہے۔ تمہیں اپنے اسلام کو' جذب کو آزمانا چاہیے اور اسے راہِ راست پہ لانا چاہیے۔ ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ کافر لوگ بڑی قسمت والے ہیں' خوش قسمت ہیں۔ اس سے پوچھا کہ کیوں ہیں؟ تو کہتا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر بھیجے کہ ان کے ملیے جا کے دعا کرو' ہدایت کرو۔ تو وہ گناہگاروں کی ہدایت کے لیے آئے۔ گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی بخشش سے قریب کرنے کے لیے فقراء جاگتے رہے' عبادتیں کرتے رہے' آدھی رات کو وظیفے کرتے رہے' تہجد گزار رہے اور کہتے رہے کہ یا اللہ سونے والوں کی خیر۔ یہ دعا مانگتے تھے۔ جو اللہ کے محبوب ﷺ ہیں وہ کہتے تھے کہ یا اللہ کافروں کو ہدایت دے۔ جب طائف کی وادی کا واقعہ ہوا تو جبریل امینؑ آئے اور کہا کہ اگر آپؐ حکم فرمائیں تو بستی کی بستی ختم کر دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے اگر یہ مسلمان نہیں ہوتے تو ان کی نسلوں سے کوئی مسلمان ہو جائے گا ؎

یہ سن کے رحمۃ اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کے نہیں آیا

اور یہ کہ ؎

بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

تو وہ واحد ذات ہیں جنہوں نے بددعا نہیں کی۔ اس لیے ؎

حضور اکرمؐ کی زندگی پر کتابیں لکھنا نہیں ہے عرفاں
کہ ایک کافر کتاب لکھ کر نہ ہو سکا مسلماں

بات ہے Belief کی۔ جاپان میں تمام اسلام ہے مگر کلمہ نہیں ہے۔ اگر ان کو کلمہ مل جائے' نصیب ہو جائے تو پھر واقعہ اور ہو جائے گا۔ اس لیے بنیاد کو لو۔ Believer کہاں جائے گا؟ Non-believer کے لیے ہم نے ایک لفظ رکھ دیا ہے "دوزخ"۔ دوزخ ہم نے Taste نہیں کی ہے' جنت کو تو ہم نے چکھا ہوا ہے' جانتے ہیں ہم' آنا جانا رہتا ہے اُدھر۔ مسجد گئے تو جنت چلے گئے' نیکی کی تو جنت چلے گئے' بھائی کا خیال رکھا تو جنت میں چلے گئے' اللہ کی راہ میں رزق استعمال کیا تو جنت میں چلے گئے۔ کافر کہاں جائے گا؟ وہ اس کے ساتھ ہے۔ اگر وہ نیکی کر رہا ہے تو اب اس میں ایک فائنل فرق یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام اور اخلاقیات میں کیا فرق ہے؟ اخلاقیات + الٰہیات = اسلام۔ یہ ہے اسلام۔ سمجھ آ گئی؟ اسلام جو ہے وہ آپ کو ایک نئی بات بتا رہا ہے۔ یہ غور والا پوائنٹ ہے۔ وہ سچ ہے اور سچ وہ ہے جسے جانچا جا سکے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں سچ بولتا ہوں۔ لوگوں نے دیکھا ہوا تھا کہ آپؐ سچ بولتے ہیں۔ تو انہوں نے Verify کر دیا۔ لیکن اسلام نے وہ صداقتیں بیان کی ہوئی ہیں جو Verify نہیں ہوتیں مگر پھر بھی صداقت ہیں۔ اسلام نے کہہ دیا کہ فرشتے ہیں۔ آپ بتاؤ کہ کیا فرشتے ہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ وہ ہیں تو کیا آپ نے دیکھے؟ تو دیکھے بغیر کا شعبہ اسلام نے رائج کیا۔ تو کیا فرشتے ہیں؟ ہیں! اللہ میاں ہیں؟ ہیں! کیا آپ میں سے کسی

نے اللہ کو دیکھا ہے' کہ اللہ As Such اللہ ملا ہو۔نہیں۔ مگر اللہ ہے' پھر بھی ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور عقیدہ پختہ ہے۔ کیا روح ہے؟ جی ہاں۔ کیا آپ نے کبھی روح کو دیکھا' ملاقات کی؟ تو اللہ ہے' پھر بھی ہے اور یہ وہ صداقت ہے جو پھر بھی Verify نہیں ہوتی۔ تو Life in Hereafter ہے' مرنے کے بعد ایک زندگی ہے' وہاں پر بہت سارے سوالوں کا جواب دیا جائے گا مگر یہ کسی نے دیکھی نہیں ہے۔ اسی طرح قبر ہے' عذاب ہے' سب کچھ ہے۔ اب آپ کا کام ہی ختم ہو گیا۔ اب آپ کو Verify نہیں کرنا پڑے گا کہ فرشتے ہیں کہ نہیں ہیں کیونکہ اسلام نے کہا ہے کہ فرشتے ہیں۔ تو کیا اللہ ہے؟ بالکل ہے۔ کیا وہ سارے واقعات ہیں؟ بالکل ہیں۔ موت کے بعد ایک اور زندگی ہے؟ بالکل ہے۔ دیکھی ہے؟ کہتا ہے نہیں مگر ہم نے مانا ہے۔ حضور پاک ﷺ کا فرمانا ہمارے لیے کافی ہے' اس میں تحقیق کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ جو آپؐ نے فرمایا وہی ہے۔ اور کافروں کے لیے کیا بتایا؟ کہ یہ لوگ غلط جا رہے ہیں' ان کو سزا ہوگی۔ اب یہ نہ کہنا کہ ان کو کیوں سزا ہوگی؟ یہاں پر وارننگ ہے۔ یہ نہ کہنا۔ ایک بزرگ نے ایک مرتبہ ایک خوبصورت کافر لڑکی دیکھی۔ انہوں نے کہا کہ یا اللہ اس کو دوزخ میں ڈال دو گے؟ لڑکی وہیں کلمہ پڑھنے لگ گئی۔ بزرگ نے بس اتنا کہا کہ کیا اس کو دوزخ میں ڈال دو گے تو وہ لڑکی کہنے لگی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو یہ ان کا فیض تھا۔ تو درویشوں نے یوں فیض دیا۔ انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ جو کافر نیک ہیں اور نیکی کر رہے ہیں ان کے لیے بھی مہربانی کرتا کہ ہم انہیں دائرۂ اسلام میں لے آئیں۔ تو ان کافروں کو اچھا کہا۔ اسلام نے ان کو اچھا کہا کیونکہ اب وہ

اسلام میں آنے والے تھے۔ ہندوستان میں اسلام کو Contribution کہاں سے ملی؟ یہاں کے کافروں سے۔ کیا سارے مسلمان عرب سے آئے تھے' یا سارے محمد بن قاسم کے ساتھ آ گئے تھے بلکہ وہ تو یہاں کے لوگ تھے۔ چار پانچ نسل پہلے یہ لوگ کافر تھے۔ اس لیے دعا کرو کہ ان لوگوں کی خیریت ہو جنہوں نے نیکی کو پسند کیا لیکن ابھی دین ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رعایت فرمائے۔ یہ دعا کرنی چاہیے۔ ایک جید درویش' ولی اللہ بیمار ہو گئے۔ یہ ہندوستان کی بات ہے' دلیّ کے اندر۔ خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہیؒ کا واقعہ ہے۔ سب حکیم طبیب موجود مگر بیماری ایسی تھی کہ کام نہیں بنا۔ ان کے ایک درویش مرید نے کہا کہ ایک ہندو سنیاسی کے پاس ایک نسخہ ہے' وہ استعمال کریں تو آپ ٹھیک ہو جائیں گے اور اس کے پاس فیض بھی بہت ہے' ہاتھ لگا دے تو بندہ درست ہو جاتا ہے۔ آپ نے کہا اسے بلاؤ۔ اس نے دوائی دی اور آپ ٹھیک ہو گئے' سلامت ہو گئے۔ جب آپ ٹھیک ہو گئے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ ایک بات بتا' یہ جو فیض ہے تو نے کہاں سے لیا' تُو تو ہندو ہے اور ہم تو فیض دینے والے مسلمان ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک کام ہے جو میں کرتا ہوں' میرے نفس کی جو خواہش ہوتی ہے میں اس کے خلاف کرتا ہوں اور پھر مجھے اس سے طاقت ملتی ہے۔ تو اس شخص میں نفس کے خلاف کام کرنے سے روحانی طاقت پیدا ہو گئی۔ آپؒ نے فرمایا کہ بات سن' کیا تیرا نفس اسلام قبول کرنے کو چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپؒ نے کہا کہ پھر اسلام قبول کر' نفس کے خلاف کام کر۔ اس نے کلمہ پڑھ لیا' سیانا تھا ناں۔ آپؒ نے فرمایا کہ وہ اس

کا فیض تھا اور یہ ہمارا فیض ہے ـــــــــــ تو وہاں یہ واقعہ ہوتا تھا۔ آپ کی طرح کے واقعات نہیں ہوتے تھے۔ آپ لوگ اپنے دوستوں کو اسلام کا فیض دیا کرو، وہ ہندو دوست بھی ہو سکتے ہیں، وہ اچھے اور پسند آنے والے لوگ ہو سکتے ہیں۔ تو انہیں فیض دیا کرو، آہستہ آہستہ سمجھایا کرو، کہ اللہ کو مان لو، تُو نے دیکھنا تو ہے نہیں، پھر جھگڑا کیا۔ اللہ کے حبیب ﷺ کو مان لینا، اس میں کیا دِقت ہے، ساری دنیا مانتی آ رہی ہے، کلمہ پورا ہو گیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس لیے وہ لوگ کہاں جائیں گے؟ آپ دعا کرو گے تو آپ کے ساتھ ہی جائیں گے۔ آپ نے ان کے ساتھ نہیں جانا چاہے وہ جہاں مرضی جائیں۔ کافر بہر حال کافر ہی رہے گا۔ اصل میں کفر اور اسلام کا جھگڑا کیا ہے؟ یہ خدا کا جھگڑا نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ پر سب کا اتفاق ہے، ساری کائنات کا اتفاق ہے۔ اور اسلام کیا ہے؟ محمد رسول اللہ۔ جس نے حضور پاک ﷺ کی ذات کو اس ذاتِ پاک کے طور پر تسلیم نہ کیا تو وہ آدمی فیل ہو گیا، کافر وہی ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت سے جو انکاری ہے وہ کافر ہے، چاہے مسلمان کہلاتا ہو یا ہندو کہلاتا ہو۔ جنت کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ کی محبت ہے۔ جانا آنا کہاں ہے ہم نے؟ حضور پاک ﷺ کی محبت اگر مل گئی تو جنت ہی جنت ہے، جو اس محبت سے محروم ہو گیا اس کے لیے اور دوزخ کیا ہو گی۔ تو اتنی سی بات ہے۔ باقی یہ سب کھیل بنا ہوا ہے، رونق لگی ہوئی ہے، کوڈ ہے، بہت سارے ضابطے ہیں اس میں۔ اصلی ضابطہ کیا ہے؟ اللہ اور حضور پاک ﷺ کی محبت۔ اللہ ہے برائے اطاعت، کہ اس کی اطاعت کرو، سجدہ کرتے جاؤ اور حضور پاک ﷺ سے محبت کرتے جاؤ۔ پھر سب کچھ ٹھیک

ہے ______

ہاں جی اور کوئی بات۔ بولو ______ پوچھو ______ ورنہ آئندہ آپ کو محفل میں نہیں بٹھائیں گے ______

سوال:

بعض اوقات بہت کوشش کے باوجود اللہ کا راستہ نہیں ملتا تو ہم اس صورت میں کیا کریں؟

جواب:

آپ اپنی کوشش ترک کر دیں۔ ہم خود ہی آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ ذمہ داری سے آزاد ہیں۔ آپ ذمہ داری مت لیں اور یہ نہ کہیں کہ ہم جکڑے ہوئے ہیں' بے بس ہیں' زور لگ رہا ہے۔ ہم آپ کے خیال میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ چھوڑ دو اس بات کو۔ خیال کی فکر نہ کریں' خیال کہیں نہیں جاتا۔ خیال پیچھے کہیں سے آتا ہے۔ ایک اَن پڑھ بندہ بیٹھا ہوتا ہے اور پیچھے سے قلم کی طاقت آجاتی ہے اور وہ نعت لکھنے لگ جاتا ہے۔ یہ حضور پاک ﷺ خود لکھواتے ہیں۔ ایک دفعہ سعدی شیرازیؒ نے نعت کے تین مصرعے بنا لیے۔

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

اس کے بعد قلم رُک گیا۔ کتنے دن گزر گئے مگر چوتھا مصرعہ نہ آیا۔ سعدیؒ

بہت پریشان ہوئے اور روتے رہے۔ پھر حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ اے سعدی لکھو ۔

صلوا علیہ وآلہ

تو اس طرح بھی مصرعہ پورا ہوتا ہے۔ اصل میں ہم محبت نہیں کر سکتے' محبت وہ خود ہی کرتا ہے۔ پہل وہ خود ہی کرتا ہے۔ وہ تو اللہ ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم پہل کر جائیں۔ اس نے کہا ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں' پس میں نے تم کو پیدا کر دیا۔ تو راز یہ ہے۔ ظہور کس کا ہوا؟ اللہ کا۔ اور عالمِ ظہور میں کون ہے؟ آپ۔ یہ تو بڑی زبردست سرفرازی ہو گئی۔ جب تک آپ ہیں اس نے ظاہر نہیں ہونا اور جب وہ ہوا تو آپ نے نہیں ہونا۔ کہانی یہ ہے۔ بات صاف ہے' سمجھ آ گئی؟ تو محبت کس کی ہے؟ پہلے اس کی ہے' وہ خود ہی پہل کرتا ہے' محبت بھی وہ خود ہی دیتا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ من جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جس نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا۔ تو جو تلاش کرے گا ہم اس کو راستہ دکھائیں گے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ تلاش کیسے کریں جب راستے کا پتہ نہ ہو۔ اس نے کیا کہا تھا؟ جو ہمیں تلاش کرے گا ہم اس کو راستہ دکھائیں گے۔ سوال کیا ہے؟ کہ ہمیں تو یہ بھی پتہ نہیں کہ تلاش کس کو کرنا ہے۔ اس کا جواب کیا ہے؟ جس کو ہم راستہ دکھاتے ہیں وہی تلاش کرتا ہے۔ جو اللہ کو تلاش کرنے والے ہیں اللہ ان کے ساتھ چل رہا ہے۔ اللہ کو تلاش کرنے والا بندہ سویا ہوتا ہے اور اللہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ وہ بندہ سمجھتا ہے کہ میری محبت کا آغاز ہو گیا اور میں اس کو تلاش کر رہا

ہوں۔ چلتے چلتے جہاں وہ گمراہ ہو جاتا ہے' مایوس ہو جاتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ مایوس نہ ہونا' اللہ بہت مہربان ہے' مجھ سے مایوس نہ ہونا' میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ تو اللہ اسے Encourage کرتا ہے۔ چلتے چلتے آدھا راستہ کٹ جاتا ہے اور پھر پورا راستہ کٹ جاتا ہے۔ جب منزل پہ پہنچتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ آ گئے ہو؟ اللہ نے خود ہی چلایا' ساتھ بھی رہا اور منزل پہ بھی خود پہنچ گیا۔ بندہ سمجھتا ہے کہ ہم چل رہے تھے۔ وہ خود ہی چلا رہا تھا۔ اس لیے آپ کا کوئی کام نہیں ہے سوائے اس کے کہ آواز سنتے جاؤ۔ اللہ خود ہی جگاتا ہے' خود ہی چلاتا ہے' ساتھ بھی چلتا ہے' منزل بھی آپ ہی ہے اور وہ خود ہی بلاتا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ سارا سفر الی اللہ دراصل سفر مع اللہ ہے۔ اللہ کی طرف جانے والا سارا سفر اللہ کے ساتھ ہے۔ آپ نے کہیں آنا جانا نہیں۔ گھر میں بیٹھ جاؤ۔ جانا تو کہیں نہیں۔ وہ تو اللہ ہے ۔

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

اللہ والے بھی مخلوق ہوتے ہیں۔ یہ آپ نے بڑی زیادتی کی ہوئی ہے کہ اللہ والوں کو غیر مخلوق بنا دیا' اب ان سے ضرور کرامتیں سرزد ہوں مثلاً یہ کہ وہ مٹی کو سونا بنا دے۔ اللہ والا کون ہوتا ہے؟ جو اللہ کے رجوع میں ہو۔ آپ لوگ چاہے گناہگار ہو' سادہ ہو' نیک ہو یا جس طرح کے ہو' جس کا رجوع اچھا ہو گیا وہ اچھا ہو گیا۔ تو یہ نیکی کی بات ہے۔ اپنے آپ کو برا نہ کہا کرو۔ اس سے توبہ کر لو۔ کس چیز سے توبہ؟ اپنے آپ کو برا کہنے سے۔ یہ نہ کہا کرو کہ ہم کہاں بخشے جائیں

گے۔ دس ہزار مرتبہ توبہ کرلو۔ ہم تو بخشے جانے والے ہیں۔ جس نے بخشش کا خیال کیا وہ بخشا گیا' جس نے گناہ کو برا کہا وہ بخشا جائے گا۔ جس نے نیکی کا خیال رکھا وہ بخشا جائے گا۔ جو نہ بخشا جانا چاہے وہ بھی بخشا جائے گا۔ اور بتاؤ! یہ کیسے ہوگا؟ آپ نماز میں پڑھتے ہو ناں یا اللہ ہماری اولاد کو بخش۔ اگر کسی نیک ماں باپ نے یہ دعا کی ہو تو وہ اولاد بخشی گئی۔ اگر بچے نے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے ماں باپ کو بخش تو آپ اس کے ماں باپ ہیں' بخشے گئے۔ پھر یہ دعا کی کہ مسلمانوں کو بخش۔ تو آپ مسلمان ہیں' آپ بھی بخشے گئے۔ حضور پاک ﷺ نے دعا کی کہ میری امت کو بخش' تو بھی آپ بخشے گئے۔ بخشش کے بڑے چانسز ہیں۔ آپ ضائع کرنا چاہو تو بھی نہیں ہوں گے۔ تو یہ بڑی بات ہے۔ یہ سمجھنے والی باتیں ہیں۔ رحمت کا یقین ہی رحمت کا حصول ہے۔ کیا کہا؟ یہ فقرہ یاد رکھو' کہ رحمت کی تمنا ہی رحمت ہے۔ رحمت کی آپ نے خواہش کی ہے تو رحمت ہو گئی۔ تو جو اللہ سے رحمت مانگ رہے ہیں دراصل جس پر رحمت ہو وہی رحمت مانگتا ہے۔ تو رحمت کون مانگے گا؟ جس پہ رحمت ہوتی ہے وہی مانگتا ہے۔ بس اللہ میاں سے ایک چیز نہ مانگا کرو۔ یہ پکا وعدہ کرو۔ اللہ میاں سے پیسے نہ مانگا کرو۔ یہ کیا وعدہ کر دیا آپ نے؟ آپ غیر اللہ کو نہ مانگو۔ آپ اللہ تعالیٰ سے اس کا رحم مانگو' فضل مانگو' اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت مانگو۔ اور اس طرح چلتے چلے جاؤ' بالکل اعتماد کے ساتھ اور یقین کے ساتھ۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ کسی انسان سے غافل نہیں ہے' کسی مستقبل سے وہ غافل نہیں ہے' کسی ماضی سے غافل نہیں ہے' اس کے لیے کوئی زمانہ نہیں ہے' نہ ماضی نہ حال نہ مستقبل۔ اس کے لیے سب ایک ہی

زمانہ ہے۔ ہر زمانہ اس کا ایک ہی زمانہ ہے' سب حال ہے اس کا' سب حال ہے۔الآن کما کان وہ جیسے تھا ویسے ہی ہے۔ آپ اللہ کو رحم والا دیکھو۔ اور اگر اسے رحم والا سمجھو گے تو رحم ہی دے گا۔ ایک آدمی کو کسی نے سمجھایا کہ اللہ کی کیا ذات ہے۔ اس نے بتایا کہ اللہ ایسا ہے کہ اس کو جیسا چاہو گے ویسا پالو گے۔ اچھا سمجھو گے تو اچھا ہی ملے گا' رحمان سمجھو گے تو رحمان ہی ملے گا' رحیم سمجھو گے تو رحیم ہی ملے گا' اگر یہ سمجھو گے کہ اللہ پائی پائی کا حساب لے گا تو وہ پائی پائی کا حساب لے لے گا۔ اللہ کو کیا زیبا ہے کہ وہ پائی پائی کا حساب لے۔ ایک آدمی خانہ کعبہ میں گیا' کہتا ہے کہ اللہ میاں بات یہ ہے کہ ہمارے انسانوں کی دنیا میں یہ رواج ہے کہ اگر دشمن خود چل کے گھر آ جائے تو ہم معاف کر دیتے ہیں' ہم تیرے گھر میں چل کے آ گئے ہیں' اب معافی دے دے ______ تو اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ اب اس میں ایک راز اور ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اپنی دعاؤں کو خود ہی منظور کر لیا کرو۔ بات سمجھ آئی؟ آپ ہی دعا مانگی' آپ ہی آمین کہا اور پھر آپ کا دل کہے گا کہ منظور ہے۔ کیونکہ جو نا منظور ہونے والی ہوگی وہ دعا آپ کے پاس آئے گی ہی نہیں۔ تو یہ ایسا راز ہے۔ اس میں بڑی آسانی ہے۔ ایک کہانی سنو۔ ایک آدمی تھا۔ اس سے کسی نے یہ کہا کہ اللہ کی محبت کیسے ہے' کہ اللہ کو جیسا چاہو گے ویسا پالو گے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی ایک مرتبہ جنگل سے گزر رہا تھا۔ وہ ایک ایسے درخت کے نیچے پہنچا جہاں ہر دعا منظور ہو جاتی تھی۔ یعنی کہ جیسا گمان ہوتا تھا ویسا ہی ہو جاتا تھا۔ یعنی وہاں جو خیال کرو وہ پورا ہو جاتا تھا۔ اس آدمی نے سوچا کہ کیا ایسا ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس جنگل میں کھانا مل جائے۔

اس کو صرف خیال آیا اور کھانا حاضر۔ پھر سوچا کہ پانی۔ تو پانی بھی موجود۔ پھر سوچا کہ سونے کے لیے چارپائی بھی ہونی چاہیے تاکہ دوپہر کو ریسٹ کرلوں۔ تو چارپائی بھی موجود۔ سوتے وقت خیال آیا کہ کہیں کوئی شیر نہ آ جائے۔ شیر آیا اور اسے کھا گیا ______ بس راز یہ ہے کہ اگر اللہ کے ساتھ حساب رکھو گے تو وہ حساب کر لے گا اور اگر بے حساب رہو گے تو وہ بے حساب دے گا۔ خود ہی ڈرتے ہو اور اسے خود ہی ڈرانے والا بناتے ہو۔ تو اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ تیرے یقین کا ایک نام ہے۔ تو اپنے یقین کو ٹھیک کر۔ اللہ تو رحم کرتا ہے۔ اگر کسی نے اس کے علاوہ کچھ اور سمجھا تو اس پر ظلم ہو جائے گا' وہ مارا گیا' برباد ہو گیا۔ ہمارا اللہ تو رحم والا ہے۔ اب ڈر کس بات کا۔ یہ تو ایسے ہے کہ تم سے کوئی پوچھے کہ کیا نام ہے تو تم کہو گے کہ شیر علی ہے۔ وہاں کیوں کھڑا ہے؟ ڈر لگتا ہے کتوں سے ______ اب ڈر کس بات کا' جب اللہ ہے' وہ رحم کرنے والا ہے تو ڈرتے کس بات سے ہو سوائے اپنے جھوٹے ہونے کے اور کیا ڈر ہو سکتا ہے۔ ہم تو مانتے ہیں کہ وہ رحم والا ہے اور رحمان ہے۔ یہ تو ہم پکا مانتے ہیں۔ تم بھی مان جاؤ۔ اگر وہ رحمان ہے تو رحمان ہے' رحیم ہے تو رحیم ہے۔ حالانکہ وہ قہار بھی ہے۔ تو آپ یہ کہو کہ قہاروں والا وہ دوسرا محلہ ہے' ہمارا اس سے تعلق نہیں ہے۔ ہمارے لیے وہ رحمان ہے۔ وجہ؟ ثبوت؟ ثبوت یہ ہے کہ رحمان اس کے لیے جس کے دل میں اپنے محبوب ﷺ کی محبت ڈال دی ہے۔ اب یہ شخص عذاب سے بچ گیا۔ کیونکہ جب تک آپ ﷺ کا نام تمہارے دل میں ہے' وہ ذات تمہارے دل میں ہے' وہ محبت تمہارے دل میں ہے' اللہ اس کو سزا دینا Afford نہیں کرتا'

عام طور پر اسے سزا نہیں دیتا۔ کس کو؟ جس دل میں حضور ﷺ کی محبت ہے۔ محبت کو پاس رکھ لو تو سارے مسئلے مسائل حل ہیں۔ جہاں حضور پاک ﷺ کی محبت ہے وہاں رحم ہے' جہاں یہ محبت ہے وہاں مغفرت ہے۔ بس یہ آسان سی بات ہے۔ جہاں حضور پاک ﷺ کی محبت ہے وہ تمہارا ایمان ہے۔ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ نے پوچھا کہ تم میری بات سمجھ گئے ہو ناں کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ایمان ہوتا ہے آخرت پر یقین ہونا' نماز' سجدہ' درود' فرشتے' کتاب وغیرہ ــــــــ ایک آواز آئی کہ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ تو یہ اصل ایمان ہے۔ اصل ایمان کیا ہے؟ کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ جو شخص حضور پاک ﷺ کے حوالے سے زندگی بسر کر رہا ہے اس کو کیا تکلیف ہو سکتی ہے' وہ تو خود دوسروں کے لیے باعثِ رحمت ہو گیا۔ آئندہ عذاب وغیرہ کی بات نہ کرنا۔ یہاں کوئی عذاب نہیں ہوتا' وہ شعبہ ہی اور ہے۔ آپ Physically سوچ لو اور Mathematically لکھ لو کہ اس بھری دنیا میں چند لوگ ہیں جو اللہ کا رحم مانگ رہے ہیں' لاہور میں چند لوگ ہیں جو آپ جیسی محفلیں کر رہے ہیں۔ آج کے موجود لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے' ہمیں نام کا بھی پتہ نہیں' ان کے کام کا بھی پتہ نہیں' فون کا نمبر تو ویسے بھی پتہ نہیں' باہر نکلتے ہی نام بھول جاتے ہیں' اور ہم سب فی سبیل اللہ ملتے ہیں۔ لاہور میں چند لوگ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر ملتے ہیں' فی سبیل اللہ ملتے ہیں' تو اس سے بڑی مہربانی اور کیا ہے۔ اِس زمانے میں اُس زمانے کی بات کرتے ہو۔ اللہ یہ مہربانی کر رہا ہے اور آپ ڈر رہے ہیں۔ جو اپنی ماں سے ڈرتا ہے وہ بہت ہی چھوٹا آدمی ہے۔ ڈر کس بات

سے رہے ہو۔ ماں سے زیادہ شفیق اللہ سے ڈر رہے ہو؟ یہ ڈرنے والی بات نہیں ہے۔ یہ تو چاہنے کی بات ہے۔ اس میں صرف ایک بات کا ڈر ہے کہ کہیں یہ محبت چھن نہ جائے۔ بس اس بات کا خیال رکھو۔ اس محبت کو کیسے قائم رکھ سکتے ہو؟ شکریے کے ساتھ۔ جس نے نعمت کا شکر ادا کیا اس کی نعمت محفوظ ہو گئی۔ آپ نعمت کا شکر ادا کیا کرو۔ شکر کیسے ادا کرو گے؟ جس کے پاس وہ نعمت نہیں ہے اس کو وہ نعمت دو' اس کو اس نعمت کا حصہ دو۔ اگر تمہارے پاس نعمت ہے' انار کے درخت ہیں' باغ ہیں' اب اس کو دو جس کے گھر میں یہ نہیں ہیں۔ پھر نعمت کا شکر یہ ادا ہو گیا۔ ایک اور راز بتاتا ہوں۔ بات بہت آسان ہے' کہیں سمجھنا مشکل نہ ہو جائے۔ مثلاً آپ ایک آدمی کے پاس گئے' اس کی مدد کی' اس آدمی نے ایک بات بتائی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ اپنا کوئی بندہ بھیج جو میری یہاں پر مدد کرے' اب تم یہاں پر میری مدد کے لیے آ گئے ہو' تم تو اُسی کے بندے ہو۔ تو اس نے کہا کہ مبارک ہو' تم اللہ کے دوست ہو۔ لوگوں کی ضروریات کو اگر الفاظ بننے سے پہلے آپ مدد کر دیں تو آپ کو اللہ والا بنا دیا جائے گا یا سائل کو سائل بننے سے پہلے مدد دے دو۔ ایک جگہ ایک بزرگ بیٹھے تھے۔ ان کے پاس سائل آیا۔ آپ خطبہ دے رہے تھے۔ یہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ سائل نے سوال کیا اور آپ نے توجہ کی۔ اس کا سوال بیس اشرفیوں کا تھا مگر آپ کے پاس بھری ہوئی تھیلی تھی' وہ آپ نے اس کو دے دی اور خود رونے لگ گئے۔ باقی ساتھیوں نے پوچھا کہ آپ نے سائل کا سوال تو کئی گنا پورا کر دیا اب روتے کیوں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ میں غافل ہو گیا تھا

ورنہ وہ سوال کی اذیت سے بچ جاتا۔ تو وہ اس غفلت پہ رو رہے تھے کہ وہ سوال کی اذیت سے کیوں گزرا' اگر توجہ میں ہوتا تو سوال کرنے سے پہلے ہی اس کی مدد کر دیتا۔ تو اس بات کا وہ افسوس کر رہے تھے۔ تو آپ سائلوں کو سوال کرنے کی اذیت سے بچایا کرو۔ بات سمجھ گئے؟

اب کوئی اور بات _____ بولو _______ بلال صاحب پوچھیں _____

سوال:

مجھے پتہ چلا ہے کہ ایک مرتبہ آپ داتا صاحبؒ کے پاس دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے کھڑے تھے تو ایک صاحب آپ کی جیب صاف کر رہا تھا' آپ کو بھی پتہ تھا' بعد میں جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا کہ میں اپنا کام کر رہا تھا اور وہ اپنا کام کر رہا تھا۔

جواب:

میں بے بس تھا' میرے ہاتھ تو وہیں اٹک گئے تھے' میں دیکھ رہا تھا مگر اتنی جرأت نہیں تھی کہ ہاتھ وہاں سے اٹھاؤں جہاں میرے ہاتھ تھے۔ یہ فقیری نہیں امیری تھی۔ میں نے کہا کہ اتنے پیسوں سے کیا بنے گا' چلو لے جائے۔ یہ Attitude ہے۔ ویسے ایک چھوٹی سی بات دیکھو۔ کبھی آپ گھر میں رہتے ہوں تو گھر کا جو سربراہ ہے' ہیڈ ہے' ماں یا باپ' اس کی موجودگی میں بچے کسی اختلاف کا آپس میں لڑ کے فیصلہ نہ کریں کیونکہ جو تمہارا بزرگ بیٹھا ہوا ہے وہ خود ہی فیصلہ کرے گا۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ اگر انسان کو یقین ہو کہ میں داتا صاحبؒ کے پاس کھڑا ہوں یا دعا کر رہا ہوں یا دعا سے میرا کام چل رہا ہے تو وہاں اس

بات کا خیال کہ یہاں میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے' یہ خیال ہی غیر ہے۔ یہ توجہ کی بات ہے۔ توجہ کی تعریف یہ ہے۔ یہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے۔ اگر تیر کہیں لگ جائے تو نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز ادا کرتا ہوں تو تم تیر نکال لینا۔ تو نماز کی توجہ اتنی ہے کہ اس بات کی توجہ ہی نہیں کہ جسم میں کیا ہو رہا ہے۔ تو ساری توجہ ہی اُدھر لگ گئی۔ ویسے بھی اگر آپ ایک خیال میں جا رہے ہو تو کبھی گھر سے پیدل نکلو تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ راستے میں بارش ہو گئی' واپس گھر آیا تو بھیگا ہوا تھا۔ کہتا ہے کہ بارش کا مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ تیتر کی تلاش میں انسان نکل جائے تو میلوں میل نکل جاتا ہے' پتہ نہیں چلتا کہ کدھر چلا گیا ؎

منم محوِ خیالِ او نمی دانم کجا رفتم
شُدم غرقِ وصالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

اس کے خیال میں مَیں نجانے کہاں سے کہاں چلا گیا۔ کوئی خیال غالب ہو جائے تو دوسرا خیال ہمیشہ کم ہو جاتا ہے۔ فقیری اور درویشی کا خیال جو ہے وہ ایک کام ضرور کرتا ہے' وہ یہ کہ سود و زیاں سے آزاد کر دیتا ہے ؎

جب سے یہ کاروبارِ ذوق ملا
رہ گیا ذوقِ کاروبار کہاں

تو وہ نفع نقصان سے آزاد ہو گیا۔ اب وہ نفع' نفع نہیں جس کو آپ نفع سمجھتے تھے۔ اور نقصان' نقصان ہے نہیں جس کو آپ نقصان سمجھتے تھے۔ یہاں کی Terminology ہی اور ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسان بدل جاتا ہے' سوتا نہیں اور صرف جاگتا ہے بلکہ سارے کام ہوتے ہیں مگر Priority بدل جاتی ہے۔

ایک غوث کے پاس ایک چور آیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ خالی ہاتھ نہ جانے پائے' قطب تو ضرور بناؤ اس کو۔ چور تو آیا تھا چوری کرنے کے لیے' اس کو کوئی مال نہیں ملا' تو غوث نے کہا کہ یہ بے چارہ اب یہاں سے محروم جائے گا' ہم غوث ہیں' اس کو کچھ نہ کچھ تو دیا جائے ______ تو اسے قطب ہی بنادو۔ اگر آپ کے پاس تھوڑے پیسے ہوں اور مانگنے والا سائل آ جائے' تو وہ کیا کام کرتا ہے؟ وہ مقام جو تجھے سرفراز کر رہا ہے اُسی مقام پر وہ غلط کام کر رہا ہے۔ اس کے حق میں بھی دعا کرو۔ اس کو دلوایا ہے اُسی نے جس نے تمہیں دیا تھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تمہیں کسی کے ہاتھ سے دلوادیا اور اس کو تمہاری جیب سے دلوا دیا۔ تو اتنا عقیدہ ہونا چاہیے! میرا خیال ہے کہ اتنا عقیدہ ہونا چاہیے۔ ایک آدمی بلال صاحب کو راستے میں ملا' درویش نما' پتہ نہیں مجذوب تھا کہ کون تھا۔ اس نے کہا کہ کیا ہے تیرا نام؟ انہوں نے کہا بلال۔ اس نے کہا فٹافٹ لاؤ اتنے پیسے۔ جتنے پاس تھے وہ پیسے دے دیئے۔ مجھے بتایا کہ میں نے اتنے پیسے دے دیئے ہیں' یہ میں نے بُرا کیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ تم نے اچھے خیال میں کیا ہے تو اچھا ہی ہے۔ تو نے جس کے خیال میں دیا ہے وہ خود اچھا ہے۔ ہر چند کہ وہ شخص ڈاکو ہوسکتا ہے' ہر چند کہ وہ باغی ہوسکتا ہے' ہر چند کہ وہ چور ہوسکتا ہے' راہزن ہوسکتا ہے' لیکن تیرا خیال صحیح ہے اور جس کی راہ میں تو نے دیا یہ اسی کی راہ ہے۔ تو عام طور پر اس راہ کی صداقتوں والے غلط ہاتھوں سے نکل کر صداقتوں تک پہنچے ہیں۔ کہتا ہے کہ چور نے مجھے غوث بنادیا۔ وہ جو سائل ہے' پیسے مانگنے والا ہے اس نے مجھے سخی بنادیا۔ جاتے ہوئے کسی شخص کی ایک Stray بات نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

ایک وہ بات جو اٹک جائے یا کھٹک جائے' وہ بات آپ کو پار لے جاتی ہے۔ سارا عرفان ہی ادھر اُدھر پھرتا رہتا ہے۔اتنی آسان بات بتا رہا ہوں آپ کو۔ میں نے مشکل بات آپ کو بتائی ہی نہیں' عبادت کا رستہ بھی نہیں بتایا۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ سارا عرفان اِدھر اُدھر ہی پھرتا رہتا ہے۔اچانک دل کو لگ جانے والی بات عرفان کا آغاز ہے۔ پہلی لگ جانے والی آنکھ عرفان کا آغاز ہے۔ آنکھ میں پہلا آنسو عرفان کی ابتدا ہے۔ رونے والی بات آپ کو سمجھ آتی ہے؟ کبھی آپ روئے' کسی کی یاد میں' خیال میں' وجہ' بے وجہ۔ رونے کا جو آغاز ہے یہ عرفان کی ابتدا ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کے بہت سارے نام ہیں' کچھ تو مستند ہیں' اسی طرح ''یقین'' اللہ کا ایک نام ہے' آنسو بھی اللہ کا ایک نام ہے۔ اس کی راہ میں بہنے والا جو آنسو ہے وہ آپ ہی ہے۔ بغیر وجہ کے آنسو' سوز' پیش۔ رات کو اٹھے اور روتے رہے اور کہنے لگے کہ اللہ مجھے بہت پیارا لگا۔ اللہ نہیں کہاں نظر آیا؟ بس پھر سے رونے لگ گیا اور کہنے لگا کہ بڑا ہی واقعہ ہو گیا۔ رمان ہے کہ اگر رات کو نصف شب میں آنسو نہ آئیں تو رونے والی شکل ہی بنا ینا۔ یہ منظوریِ دعا کی بات کر رہا ہوں۔ اللہ کے بندے وہ ہیں یضحکوا قلیلا بکوا کثیرا کہ وہ ہنستے کم ہیں اور روتے زیادہ ہیں۔ تو رونا جو ہے یہ اللہ کے روں کی دلیل ہے۔ وہ جو رو رہا تھا کہتا ہے کہ میں اس فوت ہونے والے کے لیے نہیں رو رہا بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ میری باری قریب کیوں نہیں آئی۔ تو یہ بڑے واقعات ہیں۔ جیسا کہ ؎

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

اگر یہ بات جان لو تو پھر بات سمجھ آتی ہے۔غور کرو۔ ہر لمحہ غور کا لمحہ ہے۔ جہاں غور پیدا ہو گیا وہاں اللہ کا جلوہ آ گیا۔ کہتا ہے اچھا یہ بات ہے کہ اس باغ کی وجہ سے آپ رو رہے ہو حالانکہ باغ تو اچھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ سوچ رہا ہوں کہ ۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سُوکھ گئے

تو کتنے باغ آئے' کتنے پھول کھلے' کیا واقعات ہو گئے اور انجام کار سب ختم۔ کہتا ہے کہ کیا آپ نے قلعہ دیکھا؟ کہتا ہے کہ قلعہ تو دیکھا لیکن پھر مَیں رونے لگ گیا۔ کیوں روئے قلعہ دیکھ کے آپ؟ کہتا ہے کہ جتنے ظلِ سبحانی ہوتے تھے وہ سارے آنجہانی ہو گئے اور کیا ویرانی چھوڑ کے چلے گئے' کیا جلوہ ہوتا تھا اور کیا حکم نافذ ہوتا تھا' بیشمار ریاستوں پر ان کا حکم نافذ ہوتا تھا' گوالیار سے لے کر کہاں کہاں تک اکبرِ اعظم کا حکم چل رہا ہوتا تھا۔ لیکن اس بیچارے کے پاس ٹیلیفون بھی نہیں تھا۔ بیچارہ بے بس۔ اور آج اس کا کوئی نام نہیں' نشان نہیں' کہاں سے کہاں چلا گیا۔ تو ہمارا شمار کس حساب میں ہے۔ تو یہ Immensity ہے اور یہ Infinity ہے اور پھر اس کے اندر Finite کیا چیز ہے' ایک ذرے کا صحرا کے اندر کیا مقام ہے' ایک قطرے کا قلزم کے اندر کیا مقام ہے۔ یہ سوچنا چاہیے۔ غور کرنا چاہیے۔ کیوں نہیں غور کرتے؟ غور کرو کہ کیسے پیدا ہوئے؟ غور کرو کہ کہاں جانا ہے؟ غور کرو کہ ?Where do you come from اور یہ غور کرو کہ ?Where are you going to یہ غور کرو کہ آپ کیا کر کے چلے ہو؟ تم تو کستوری خریدنے آئے تھے' اب ہینگ کی پوٹلی لے کے جا رہے ہو۔ تم

نے کیا کِیا؟ اور پھر ہنستے جا رہے ہو' عجب قہقہہ ہے۔ وہ ہنس رہا تھا کہ ایک مکان گر رہا ہے تو دوسرے نے کہا کہ غور سے دیکھ' یہ تیرا ہی ہے۔ تیرا ہی جلوہ ختم ہو رہا ہے۔ تمہارے ارد گرد منظر جو ہے یہ تیرا ہے اور تم ہی چلے جاؤ گے اگر یہ منظر بدل گیا۔ بات شاید سمجھ نہ آئے' بڑی مشکل ہے۔ شہر اپنا ہو اور شہر غرق ہو تو تم ہی مر جاؤ گے۔ وہ جو دیکھنے میں تیری خوب صورت چیز تھی وہ چلی گئی۔ منظر چلا جائے تو ناظر چلا گیا یعنی دیکھنے والا چلا گیا۔ اور اگر محبوب رخصت ہو جائے تو محبت کرنے والا رخصت ہو گیا۔ آپ کے گرد و پیش میں جو کچھ ہے یہ نہ رہا تو آپ کس کام کے؟ ایک آدمی کو سزا کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ زندہ رہے گا لیکن اکیلے' سب سے الگ۔ کہتا ہے یہ تو تنہائی کی سزا ہے۔ تو سارے تنہائی میں مبتلا ہیں۔ سب لوگ اس سزا میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ تنہائی کی بھٹی میں سب جل رہے ہیں۔ غور کرو کہ کیا ہو رہا ہے' کسی کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ کوئی کسی کے لیے زندگی نہیں بسر کر رہا۔ یہ ہمارے سماج کے اعمال ہیں کہ اس کو کیا بنا دیا اور اُس کو کیا بنا دیا۔ وہ واقعہ جو اصل واقعہ ہے انسان کا انسان کے ساتھ' وہ ختم ہو گیا۔ اس لیے کبھی آپ سوچا کرو' غور کیا کرو کہ ۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
یہ زمین کس کی ہے' کس کا ہے یہ نورِ آفتاب

تو کون ہے جو پال رہا ہے؟ یہ ہر آدمی کے لیے سوال ہے کہ غور کرے۔

غالبؔ کہتا ہے ؎

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

تو یہ سب کیا ہے؟ اللہ بتاتا ہے کہ میں نے تمہارے پالنے کے لیے تمہارا رزق مٹی میں رکھا ہوا ہے' میں تمہارے لیے پچھم سے ہوائے سازگار لے کے آتا ہوں' میں تمہاری کھیتیاں اُگاتا ہوں' میں تمہارے اینیمل فارم بناتا ہوں' جانوروں کو پیدا کرتا ہوں جو تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں' تمہارے لباس کے کام آتے ہیں' اگر میں پانی کو کڑوا کر دوں تو تمہارے ہوش ٹھکانے لگ جائیں' چار دن کا میلہ دیکھنے کے لیے یہ کیا ہے اور تم اکڑ گئے ہو' سمجھتے نہیں ہو کہ کارواں جا رہا ہے' کارواں در کارواں چل رہا ہے' قافلے چل رہے ہیں ؎

تو مسافر ہے مسافر بن کے چل
ڈگمگا جائے نہ خطرہ ہے سنبھل
ہے گلِ رعنا کی رعنائی فریب
حسن کی مخمور انگڑائی فریب
لاکھ مرغانِ چمن ہوں نغمہ زن
صوت کے جادو میں کھو جائے نہ من
گلشنِ ہستی میں آ بیگانہ وار
دیکھتا جا ان بہاروں کا نکھار
دیکھ چپکے سے خزاؤں کا طلسم

دیکھ بن کر ایک آئینے کا جسم
برق میں تنکے ہیں یا تنکوں میں برق
موت و ہستی میں ہے بس اتنا ہی فرق

یا تو آگ لگی ہوئی ہے آشیانے میں یا پھر آشیانہ آپ کے پاس چلا گیا۔ پتہ نہیں کیا ہوا؟ یہ تو آگ اور تنکے ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں' پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ آپ یہ غور کرو کہ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ تو باہم کھیل نہیں چل سکتا۔ آپ خود تو نہیں مرو گے مگر والد محترم رخصت ہو جائیں گے' امی جان چلی جائیں گی' نانی صاحبہ چلی گئیں اور ارد گرد کے بے شمار لوگ چلے گئے۔ تو سب چلے جائیں گے۔ ایک بادشاہ نے اپنی لکیریں دکھانے کے لیے نجومی کو' اسٹرالوجر کو بلایا۔ اس کو کہا ہاتھ دیکھو۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہ' بات یہ ہے کہ آپ کے سامنے آپ کے سارے عزیز اور رشتے دار مر جائیں گے You`ll live so long a life۔ بادشاہ نے کہا کہ میری لائف تو لانگ ہے مگر اسے جیل میں بھیج دو۔ تو نجومی کو جیل بھیج دیا گیا۔ پھر کہتا ہے کوئی اور نجومی لاؤ۔ ایک اور نجومی آیا اور اس نے کہا کہ جہاں پناہ آپ کا ہاتھ بڑا قسمت والا ہے' آپ سب سے زیادہ عمر پائیں گے۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ سارے تمہارے سامنے مر جائیں گے بلکہ یہ کہا کہ آپ اپنے رشتے داروں سے زیادہ عمر پائیں گے۔ بادشاہ نے کہا کہ بات تو وہی ہے مگر اور طرح سے ہے۔ تو ''طرح'' کی بات ہوتی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ حکم کر تجھے کیا چاہیے؟ اس نے کہا کہ میرے استاد کو رہا کر دیں' وہ میرا پیر ہے جو جیل میں ہے' وہ بات غلط کر گیا۔ تو بات ایک ہی ہے مگر ادائیگی کے آداب اور

ہیں۔تو آپ لوگ ادائیگی کے آداب سیکھو' خصوصاً بیوی کے ساتھ' ادب کیا کرو' ان کا خیال کیا کرو۔آپ تو خیال ہی نہیں کرتے' لحاظ نہیں کرتے بلکہ فٹافٹ ہی چیزیں اِدھراُدھر کرنا شروع کر دیتے ہو۔ہم خیال جہاں بھی ہوگا اس کے پاس جلوہ پہنچ جائے گا۔وہ دیکھتا ہے۔تو یہ سارا واقعہ ہے۔یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ کو نجات کا پرابلم نہیں ہونا چاہیے۔آپ کہو' یا اللہ میں تیرے بندوں کو نقصان پہنچانا ترک کرتا ہوں''۔اپنا نقصان بھی نہ کرو اور اس کا بھی نہ کرو۔یہ کہہ کر آپ فائدے میں پہنچ گئے۔پھر کہو ''میں تیرے بندوں کے لیے بے ضرر ہو جاؤں گا'' آپ اور فائدے میں پہنچ گئے۔''میں تیرے بندوں کے لیے منفعت بخش ہو جاؤں گا''۔اب آپ نجات میں آ گئے' جاؤ آزاد ہو گئے۔تو اس میں مشکل کیا بات ہے۔یہ جو کہتا ہے کہ میں دنیا کو فیض دینا چاہتا ہوں تو اسے کہو کہ یہ چاقو مجھے پکڑا دے جو تو نے جیب میں رکھا ہوا ہے۔اگر فیض دینا ہے تو چاقو تو نکال۔وہ جو ضرر پہنچانے والی چیزیں ہیں وہ نکال دو۔اللہ نے دانائی عطا کی' بہت دانا ہو گیا اور پھر وہ فراڈ کرنا سیکھ گیا۔اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ کے راستے میں استعمال کرو' پھر تمہیں سب شے مل جائے گی۔تم آپ ہی اپنا نقصان ہو' اپنی راہ میں آپ خود کھڑے ہو' کہتا ہے کہ میں نیکی کی راہ پہ جا رہا ہوں اور آگے کوئی کھڑا ہو کے اسے روک رہا ہے۔تو یہ کون ہے؟ یہ خود آپ ہی ہے۔کہتا ہے کہ یہ میں ہی تھا جو اپنی راہ میں کھڑا ہوا تھا' میں نے خود کو روکا' دونوں ''میں'' ہم سفر ہو گئے اور دونوں مل کے چلے اور ''میں تُو'' کی منزل پہ پہنچ گئے۔جب ''تُو'' کے پاس پہنچ گئے تو پھر آسانی ہو گئی۔تو ''تُو'' کا سفر کرو اور ''میں'' کا سفر چھوڑ

دو ______ میری بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو۔ سفر کس کا کرنا ہے؟ ''تو'' کا۔ اور ''میں'' کا سفر چھوڑ دو ______

اب اور سوال کرو ______ آپ بولیں ______

سوال:

میرا سوال تو نہیں لیکن میری رائے ہے کہ محبت انسان سے کرنی چاہیے نہ کہ انسانیت سے۔

جواب:

تو کرو۔

سوال:

اسی سے ہر چیز حاصل ہو گی۔

جواب:

مبارک ہو ______ کرو ______ آپ نے یہ جو کہا کہ ''محبت کرنی چاہیے'' تو میں نے آپ کا یہ فقرہ بڑے حوصلے کے ساتھ سُنا ہے۔ ہم کوشش کرتے رہے ہیں مگر ہمیں یہ بات آج تک سمجھ نہیں آئی۔ محبت کرنے کا شوق اور پروگرام میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ یہ تو ہو گئی جہاں ہو گئی۔ محبت ایک ایسی چیز ہے جو ''کرنی چاہیے'' میں نہیں آتی بلکہ ہو جاتی ہے۔ ''میں محبت کرنا چاہتا ہوں ایک ایسے انسان سے ______'' اگر کوئی یہ کہے تو سمجھو کہ یہ پروگرام کے ساتھ تو نہیں ہو سکتی۔ خود ہو سکتی ہے۔ اور ہوتی یہ انسان سے ہے بلکہ ہوتی ہی انسان کے ساتھ ہے۔ اب اس میں سوال کا ایک اور پہلو نکلتا ہے گریز کا' کہ خدا سے

محبت کس طرح ہوسکتی ہے' خدا سے مطلب تو ویسے ہی ابہام بن جاتا ہے۔ ہاں بات یہ ہے کہ اللہ سے محبت دراصل اللہ کے محبوبؐ سے محبت ہے اور اللہ کے محبوبؐ سے محبت جو ہے وہ اللہ کے محبوبؐ کے کسی محبوب سے محبت ہے۔ اور یہ محبت دراصل انسان سے محبت ہے۔ اللہ کی تلاش کرنے والے انسان تک ہی پہنچے ہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کو تلاش کرنے ہم جب بھی نکلے تو آگے بندہ ہی پایا۔ لیکن اللہ' اللہ ہے اور بندہ' بندہ ہے۔ یہ آپ یاد رکھنا اور یہ فرق قائم رکھنا۔ ایک لفظ ہے ''قدیم'' اور دوسرا لفظ ہے ''حادث''۔ قدیم وہ ہے جو ہر آغاز سے پہلے قائم ہو اور ہر انجام کے بعد قائم رہے۔ اُسے ہم قدیم کہتے ہیں۔ تو قدیم کون ہوا؟ جو ہر آغاز سے پہلے موجود ہو اور ہر انجام کے بعد قائم رہے۔ حادث وہ ہے جو ایک خاص مقام سے شروع ہو اور ایک خاص مقام پر رخصت ہو جائے۔ حادث جو ہے اس سے نجات ہو اور قدیم کا قرب ہو۔ یہ ہے پیغام۔ پھر بزرگوں نے ایک بات بتائی کہ قدیم کا سارا ذکر ہم نے حادث کی زبان سے سُنا۔ یہاں آ کے راستہ ملتا ہے کہ اللہ کا سارا ذکر ہم نے بندوں سے سُنا ہے۔ جو ذکر بندے نے نہیں کیا وہ اللہ کا ذکر ہے ہی نہیں۔ حتیٰ کہ اللہ کا کلام بھی بندے کی زبان سے آیا۔ یہ نجات کی راہ ہے۔ ہم اس اللہ کو مان رہے ہیں جس نے انسانوں کو انسانوں کے ذریعے اپنا تعارف کرایا۔ یہاں سے پھر نجات ہے۔ اب انسان سے محبت جائز ہو گئی۔ کہ اللہ کی محبت جو ہے وہ بھی انسان سے کرو۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ دعا کیا کرو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا' ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام

ہوا۔ یعنی اللہ کی راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو اللہ کہاں ہے؟ ان لوگوں میں جن پر اس کا انعام ہوا ہے۔ تو اللہ کے پاس جانے کا راستہ اللہ نے خود بتا دیا کہ یہ ان لوگوں کے ذریعے ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا' نہ کہ ان لوگوں سے ہے جن پر اس کا عذاب ہوا۔ تو آپ نے اچھے بندے کی تلاش کرنی ہے' اور تو کچھ نہیں کرنا۔ مسئلہ حل ہو گیا۔ تو اللہ کے پاس جانا ہو' اللہ کی راہ تلاش کرنی ہو' تو کس کی تلاش کریں گے؟ جو آپ کے خیال میں اللہ کا بندہ ہو۔ تو ان لوگوں کی تلاش کرو۔ ان سے محبت کرو۔ تو یہ اللہ کی محبت ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہیں تو آپ کی اطاعت کریں' پھر اللہ ان سے محبت کرے گا۔ تو یہی محبت ہے اللہ کی۔ اب یہ آسان سی بات ہے' بندے سے محبت کیا کرو۔ ایک ولی اللہ رخصت ہو رہا تھا تو اس سے پوچھا گیا کہ یہ بتا دو کہ فیض کہاں سے ملا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے ماں سے محبت اور اس کی اطاعت کی ہے۔ اس میں اللہ کا ذکر ابھی نہیں آیا۔ تو اس نے ماں سے محبت کی اور اطاعت کی تو ولی اللہ بن گیا۔ کسی نے باپ کی خدمت کی تو ولی اللہ بن گیا۔ ولی اللہ کا مطلب ہے اللہ کا دوست۔ اگر اللہ کا کوئی دوست ہے تو وہ بھی ولی اللہ۔ اللہ تعالیٰ تو ولی اللہ فٹافٹ ہی بنا دیتا ہے لیکن تم کسی استقامت میں کبھی ٹھہرو تو۔ اُسے بنانے میں کیا حرج ہے' وہ تو ہر شے سے دوستی کرتا ہے۔ حرج تو تمہیں ہوتا ہے کہ تم کسی نشانے پر ٹھہرتے ہی نہیں ہو۔ اللہ دوست بناتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوست بناؤں گا۔ اور نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا و الآخرۃ اور ہم تمہارے دوست ہیں' ہم تمہارے پالنے والے ہیں دنیا میں

بھی اور آخرت میں بھی۔ وہاں بھی حصہ ملے گا۔ تو اللہ سے محبت رکھو اور انسان کے قریب رہو۔ حدیث شریف ہے کہ سرکار ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا من رآنی فقد رآ اللہ اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے مجھے دیکھا' گویا کہ اللہ کو دیکھا۔ ؎

جس آنکھ نے دیکھا تجھے اس آنکھ کو دیکھوں
ہے اس کے سوا کیا تیرے دیدار کی صورت

اللہ کو دیکھنے کا طریقہ ہی یہی ہے کہ جس نے دیکھا اس کو دیکھو۔ نعت کا ایک اور شعر ہے ؎

من رآنی کا مدعا چہرہ
صورتِ حق کا آئینہ چہرہ
مصطفیٰ آنکھ ہو خدا صورت
ہو خدا آنکھ مصطفیٰ چہرہ

اللہ کی آنکھ سے دیکھو تو مصطفیٰ ﷺ کی صورت نظر آئے گی اور حضور پاک ﷺ کی آنکھ سے دیکھو تو خدا کا چہرہ نظر آئے گا۔ تو اس آنکھ سے دیکھو تو پھر بات سمجھ آئے گی۔ اگر اپنی آنکھ سے دیکھو گے تو پتہ نہیں چلے گا۔ تم تو منفعت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ تو راز اس طرح ہے۔ ہے یہ آسان' بس اپنے آپ کو درمیان سے نکال دو ؎

تمہاری آنکھ سے دیکھا تمہیں تو اُٹھ گیا پردہ
ہماری آنکھ کو جلوہ تیرا حائل نظر آیا

تو اپنی آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ تمہاری آنکھ یعنی اللہ کی آنکھ کیا ہے؟ یہ وہی آنکھ ہے جو اللہ کی آنکھ ہے۔ مسئلہ حل ہو گیا۔ سب چیز ٹھیک ہو جائے گی۔ بس لوگوں کو نقصان پہنچانا چھوڑ دو۔

سوال:

سر اگر نماز میں اللہ کے علاوہ کسی کا خیال آ جائے تو یہ کیوں ہوتا ہے کیونکہ اس طرح تو اللہ سے محبت میں محرومی ہو سکتی ہے؟

جواب:

یہ ایک سوال ہے کہ نماز کے دوران خیال کا اِدھر اُدھر ہونا کیا یہ کسی گمراہی کی دلیل ہے؟ کیا یہ غلطی کی دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے اندر توجہ کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ یہ عطا ہو سکتی ہے۔ نماز پڑھنا فرض ہے توجہ کرنا آپ کا فرض نہیں ہے، توجہ اُدھر سے عطا ہو جائے تو پھر بات ہے۔ باقی یہ کہ میں نے آپ کو بتایا ہوا ہے کہ نماز کے الفاظ پر غور کرو تو پتہ چلے گا کہ اس میں زیادہ تر بندوں کا ذکر ہے۔ نماز شروع کرتے ہیں تو الحمدللہ پڑھتے ہیں، پھر ان لوگوں کا راستہ مانگتے ہیں جن پر انعام ہے اور ان لوگوں کا راستہ نہیں مانگتے جن پر غضب ہوا۔ تو اس طرح نیک آدمیوں کا اور بدآدمیوں کا خیال آ گیا۔ تو اس میں اللہ کے نیک بندوں کا ذکر ہوگا، عباد الصالحین کا ذکر ہوگا، حضور پاک ﷺ کا ذکر ہوگا، آپؐ کی امت کا ذکر ہوگا، ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہوگا، ان کی آل کا ہوگا، تمہارے والدین کا ہوگا، تمہاری اولادوں کا ہوگا۔ اللہ کے ساتھ تو صرف سجدے کا تعلق ہے کہ پاک ہے وہ ذات، اعلیٰ ہے، میرا رب ہے۔ باقی ساری تو عوام کی

بات ہو رہی ہے' انسانوں کی بات ہو رہی ہے۔ اس لیے اگر بندوں کا خیال آ جائے تو یہ جائز ہے۔ تو ماں باپ کا ذکر نماز میں ہے' اگر ان کا خیال آ جائے تو یہ ناجائز نہیں ہے' یہ محبت سے محرومی نہیں ہے۔ محبت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اللہ کی محبت جو ہے وہ اس وقت ہوتی ہے جب کسی انسان سے سخت قسم کی نفرت ہو اور اللہ کی محبت کی وجہ سے آپ ترک کر دو۔ آپ یہ کہو کہ یا اللہ تیری محبت کی وجہ سے میں یہ ترک کر دیتا ہوں حالانکہ یہ نفرت بڑی پرانی ہے اور میں نے بدلہ لینا تھا مگر تیری وجہ سے میں نے اس سے توبہ کر لی۔ تو سخت نفرت بھی چھوڑ دو اور ایک ایسی چیز سے محبت چھوڑ دو جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ ایک بد عادت ترک کر دو اور ایک نیک عادت اختیار کر لو۔ بس یہ کافی ہے اور اللہ کی یہ محبت کافی ہے۔ تو آپ دو کام کرو' ایک تو بری بات کو ترک کر دو اور ایک اچھی بات کو قبول کر لو کہ یہ اللہ کی ہے۔ آپ ہر روز اگر باغ میں جاتے ہو تو چڑیوں کو' پرندوں کو تھوڑا تھوڑا دانہ پانی ڈال دیا کرو۔ یہ کیوں کرنا ہے؟ یہ اللہ کی محبت کے لیے۔ اگر اس عمل میں استقامت آ گئی تو ولی اللہ۔ ولی اللہ سزا کے طور پر بھی بنتے ہیں اور انعام کے طور پر بھی۔ فٹا فٹ ولی اللہ بن جاتا ہے۔ یہ تُو نے پرندوں کا خیال کیا' مخلوق کے ساتھ تعاون کیا اور پھر یہ انعام مل گیا اللہ کی یاد میں۔ اگر کسی کے اندر ایک بہت بری عادت تھی کہ اس کے منہ سے جھوٹ نکل جاتا تھا تو وہ اللہ کے لیے چھوڑ دے۔ جہاں جھوٹ نکلنے کا خطرہ ہو وہاں خاموشی اختیار کر لو۔ تو ولی اللہ بن سکتے ہو۔ ماں کی اس حد تک خدمت کرو کہ پار ہو جاؤ۔ ایسی خدمت کرو جو Humanly possible نہ ہو' تو یہ محبت ہے' اطاعت کرنی ہے تو اطاعت کرو۔ تو نیکی کا کوئی کام اللہ کے لیے

کرو یا کوئی ایسی بات چھوڑ دو جو حضور پاک ﷺ کو پسند نہیں تھی یا ایسی بات اختیار کرلو کہ وہ بات حضور پاک ﷺ کو پسند تھی۔ تو اس نام پر کوئی عادت ترک کردو یا اختیار کرلو تو آپ منظورِ نظر ہو گئے' اس ذات کے نام پر جس کا وہ نام ہے۔ تو یہ تو بہت آسان بات ہے۔ تو نماز میں خیال کا اِدھر اُدھر ہو جانا اللہ سے دوری کی بات نہیں ہے۔ یہ زندگی ہے' اس میں تو ہوتا رہتا ہے۔ صرف وہ فارم ادا کرو' جب وہ عطا کرے گا تو توجہ آ جائے گی۔ توجہ آ جائے گی تو وہ آپ ہی قریب آ جائے گا۔ ابھی تو تم اللہ کو آواز دے رہے ہو جب اُس نے آواز کا جواب دے دیا تو توجہ ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ آواز دیتے جاؤ' کنڈا کھٹکھٹاتے جاؤ۔ دروازہ کھل جائے گا۔

Knock and it will be opened

Ask and you will be given

Seek and you will find it

Disappointment is sin.

مانگو گے تو ملے گا' کھٹکھٹاؤ گے تو کُھلے گا' تلاش کرو گے تو پا لو گے' مایوس نہ ہونا' یہ کفر ہے۔

اللہ سب پر رحمت کرے۔ سب کے لیے دعا ہے۔ ملک کے لیے بہت دعا ہے۔ آپ سب خوش رہو ______ امین برحمتك یا ارحم الرٰحمین۔

1. آپ کے آنے سے ہمارے گھر میں برکت آ گئی ہے۔ میری بڑی خواہش تھی کہ آپ تشریف لائیں۔
2. یہ جو حالات بدلنے کا آپ نے فرمایا ہے تو بعض اوقات انہیں بدلنے کی کوشش بہت طویل ہو جاتی ہے اور لگتا ہے کہ شاید اب بدل جائیں لیکن وہ لمحہ نہیں آتا۔
3. سر! کیا نصیب اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے؟
4. جنابِ عالی! کیا نصیب دعا سے یا کسی کی نظرِ کرم سے بدل سکتا ہے؟
5. آپ نے شعبے کی بات کی تھی کہ وہ کیسے چُننا ہے؟
6. اگر انسان ایک شعبے میں ہے تو وہ دوسرے شعبے میں ٹرائی نہ کرے۔
7. آپ نے فرمایا ہے کہ غریبی کو قبول کرو لیکن حقیقت بڑی تلخ ہوتی ہے؟
8. سر! خواہش تو سب کی ہوتی ہے کہ ہم ترقی کریں۔
9. خالق اور مخلوق کے تعلق کی بنا پر کسی گناہ کی درجہ بندی کیسے کی جائے اور تاریخی ادوار کے حساب سے کبھی کوئی چیز گناہ ہے اور کبھی نہیں ہے؟
10. کیا وہاں سفارش کی بھی گنجائش نہیں ہوگی؟
11. سر! پوچھنا یہ ہے کہ ہمارا دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے اور دوسرے کا ہم پہ کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اس معاشرے میں ہم دوسروں کا اثر قبول کر کے جو غلطی کریں تو اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟
12. حالات کی گرفت بڑی سخت ہے۔ ہم اس گرفت میں ہیں جو شاہین ہے اور ہم چڑیا۔ تو چڑیا اس سے کیسے بچے؟

ہاں جی بولو ______ کوئی سوال ______

سوال:

آپ کے آنے سے ہمارے گھر میں برکت آ گئی ہے' میری بڑی خواہش تھی کہ آپ تشریف لائیں۔

جواب:

آمین' انشاءاللہ تعالیٰ ضرور برکت ہوگی' سب لوگ دعا کریں گے۔ پھر گھر میں ہونے والے واقعات گھر والوں کے لیے خوشی کا باعث بنیں گے۔ ہونے والے واقعات تو ہوتے ہیں' اس لیے دعا ہے کہ ہونے والے واقعات گھر میں رہنے والوں کے لیے آسانی بن جائیں۔ اس طرح ہونے کا فائدہ ہو گیا اور رہنے کا مقام بہتر ہو گیا۔ ورنہ ہونے اور رہنے میں بڑا فرق ہے۔ ہوتا کچھ اور ہے' رہنے والا کچھ اور چاہتا ہے' اور معاملات کچھ اور ہو جاتے ہیں۔ بس یہ ہو جائے کہ مکان میں رہنے والا مکان کے اندر ہونے والے واقعات پر راضی رہے۔ میرا خیال ہے کہ بس یہی کافی ہے۔ یا زندگی میں زندہ رہنے والا اگر زندگی میں ہونے والے واقعات پر راضی رہے' تو یہ کافی ہے۔ دنیا میں آنے والا دنیا میں رہنے کی وجہ سے ہونے والی مشکلات پر اگر حتی الامکان راضی رہنے کی پوری

سعی کرے اور اس کو راضی رہنے کا نتیجہ مل جائے تو سمجھ لو کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔ تو زندگی میں ہونے والے واقعات اگر زندہ رہنے والوں کو راضی رکھنے کے لیے کافی ہیں' اور وہ راضی ہونے میں کامیاب ہو گئے تو یہ کامیابی ہے۔ واقعات نہیں بدلتے اور نہ انسان بدلتے ہیں۔ صرف اس مزاج کو بدلنا چاہیے جس مزاج سے انسان آزردہ ہوتا ہے یا جس مزاج سے انسان راضی ہوتا ہے۔ ڈیلی لائف کا واقعہ تو ایک ہی ہے' سورج طلوع ہوتا ہے' گرمیوں میں گرم لگتا ہے اور سردیوں میں ٹھنڈا لگتا ہے حالانکہ نہ گرم ہوتا ہے اور نہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس کے اپنے واقعات ہیں۔ انسان جو زندہ ہے' اس نے اتنے سال گزارنے ہیں' اس زندگی کے واقعات آدھے سے زیادہ ناموافق ہوا کرتے ہیں۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اگر مزاج ناسازگار ہو تو ______ اگر مزاج سازگار ہو جائے تو کوئی بھی واقعہ ناسازگار نہیں ہے۔ جو واقعات آپ کو پسند نہیں ہیں انہیں تبدیل کر دو اور جو تبدیل نہیں ہوتے ان پر راضی ہو جاؤ۔ یہ تو آسان سی بات ہے۔ اگر تبدیل بھی نہیں کر سکتے اور راضی بھی نہیں رہتے تو پریشانی ہو گی اور ہمیں آپ سے ہمدردی ہے۔ میری بات واضح ہو گئی؟ سمجھ آ گئی؟ جو حالات آپ کو پسند نہیں ہیں انہیں تبدیل کر دو اور اگر تبدیل کرنے کی کوشش کے باوجود تبدیل نہیں ہوتے تو ان پر راضی رہو۔ اگر راضی بھی نہیں رہتے اور حالات تبدیل بھی نہیں ہوتے تو آپ کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اس کا علاج کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ حالات اچھے نہیں ہیں جو کہ یہاں کے حالات ہیں تو انہیں بدل دو۔ کہتا ہے کہ بدل نہیں سکتا۔ تو پھر قبول کرو۔ کہتا ہے قبول بھی نہیں کر سکتا۔ تو یہ آدمی پریشان ہو

گا کہ جو نہ تو ٹھیک کر سکتا ہے اور نہ قبول کر سکتا ہے۔ اس کے لیے مشکل ہے۔ اس لیے یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمارے ساتھ ہونے والے واقعات پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آپ کے ساتھ ہونے والے واقعات دو طرح کے ہوں گے' ایک تو بزرگوں کی طرف سے آنے والی جو زندگی ہے اس میں دِقتیں ہیں اور اس میں راحتیں ہیں' اور اولاد کی طرف سے آپ کے لیے کچھ واقعات پیدا ہو رہے ہیں۔ اولاد کو آپ نے جس سماج میں تعلیم دی ہے اس سماج کے ساتھ آپ کا اتفاق نہیں ہے۔ اس لیے اولادیں اپنے ماں باپ کو دِقت میں ڈالا کریں گی۔ یہ آئندہ زمانے کی بات کر رہا ہوں' شاید آج کل بھی شروع ہو گیا ہو۔ والدین اپنی اولاد کے بارے میں پریشان ہوا کریں گے۔ دینی تعلیم بچوں کو دی نہیں ہے اور ان سے ادب چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ادب کی تعلیم نہیں دی۔ تو اولاد گستاخ ہو گی کیونکہ اس نے جس بے باک ماحول میں تعلیم حاصل کی ہے اس میں تو ایسا ہی ہو گا۔ اب یہ ماں باپ کے لیے بڑے غور کا مقام ہے کہ یا تو وہ اولاد کو ادب کی اور احترام کی تعلیم دیا کرتے یا پھر ان کو کسی طرح ذہنی طور پر قبول کر لیتے کہ ؎

یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر

تو یہی کچھ ہے۔ اس طرح اپنی زندگی Adjust کر لو۔ نصیحت اور دعا یہ ہے کہ آپ کی اولادیں آپ کے لیے تابعدار ہوں۔ آپ بھی یہ دعا کیا کرو۔ حالانکہ آپ کا حق نہیں ہے کیونکہ ان کو آپ نے یہ تعلیم نہیں دی کہ تابعداری کیا ہوتی ہے؟ اس لیے دعا کیا کرو کہ آپ کی اولاد آپ کے لیے راحت کا باعث بنے اور ان کے ساتھ ہونے والے واقعات آپ کی پسند کے ہوں اور آپ کے

ساتھ ہونے والے واقعات آپ کے لیے مشکلات کا باعث نہ بنیں۔ آپ کی زندگی چونکہ مختصر ہے اس لیے اگر یہ رضا مندی میں گزر جائے تو یہ اچھا ہے۔ زندگی اتنی مختصر ہے تو اس میں جھگڑا کس بات کا۔ زندگی عام طور پر کچھ خواہشوں میں گزر جاتی ہے کچھ حسرتوں میں گزر جاتی ہے کچھ خوشیاں مناتے مناتے گزر جاتی ہے کچھ غم قبول کرتے کرتے ختم ہو جاتی ہے کچھ مہمانوں کی نذر ہو جاتی ہے آپ کسی کے ہاں مہمان ٹھہرے ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ زندگی پوری ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ دعا کیا کرو کہ زندگی جو ہے آپ کے لیے راحت کا باعث بنے اور اس دعا کے ساتھ آپ کو موقع دیتا ہوں کہ سب سوال کرو ـــــــ بس زندگی آپ کے لیے راحت کا باعث بنے اور اس دعا کے ساتھ اب آپ کو موقع دیتا ہوں کہ سب سوال کریں۔ بس زندگی آپ کے لیے راحت بنے اور زندگی کو آپ الجھن نہ بنانا زندگی کو پیچیدہ بھی نہ بنانا زندگی کو سوال بھی نہ بنانا۔ Suffering questions مت بناؤ زندگی عین راحت ہے بس چلتی جا رہی ہے چلتی جا رہی ہے ـــــــ

کسی کے ذہن میں کوئی سوال ہو تو ـــــــ آپ بولیں ـــــــ

سوال:

یہ جو حالات بدلنے کا آپ نے فرمایا ہے تو بعض اوقات انہیں بدلنے کی کوشش بہت طویل ہو جاتی ہے اور لگتا ہے کہ شاید اب بدل جائیں لیکن وہ لمحہ نہیں آتا۔

جواب:

ایسے آدمی کے لیے میں نے کہا تھا کہ وہ ہمدردی قبول کرے۔ اس کے

لیے ہمدردی ہے۔ایک شعر سُن لو

میں چل رہا ہوں مگر فاصلے نہیں مٹتے

یہ حادثہ بھی میری زندگی میں ہونا تھا

تو انسان سفر کرتا ہے مگر سفر طے نہیں ہوتا۔اور حالات کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے مگر حالات بدلتے نہیں ہیں۔اور انہیں وہ قبول بھی نہیں کر سکتا۔ایسے آدمی کے لیے ہمدردی ہے۔اب ایسے آدمی کے لیے بشارت کا لفظ بھی ہے اور عبرت کا لفظ بھی ہے۔اس لیے میں نے آپ کے لیے ہمدردی کا لفظ چنا ہے جو درمیانی راستہ ہے۔آپ کو بات سمجھ آئی؟ وہ انسان جو اپنے حالات قبول نہیں کر سکتا اور انہیں تبدیل بھی نہیں کر سکتا' اور کوشش کرتا جا رہا ہے لیکن حالات بدلتے نہیں ہیں تو اس کے لیے تین Categories ہیں۔ایک تو درمیانی قسم کے لوگ ہیں جو کوشش کرتے جاتے ہیں مگر کبھی بدلتے ہیں اور کبھی نہیں بدلتے

ہم داستانِ عشق مکمل نہ کر سکے

آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا

کہتا ہے کہ پھر وہی بات ہو جاتی ہے' پہلے پیسے ملتے ہیں' پھر ختم ہو جاتے ہیں' اس طرح ہم چلتے جا رہے ہیں' کبھی آزردہ رہتے ہیں اور کبھی آسودہ ہو جاتے ہیں۔تو یہ درمیانی لوگ ہیں۔ایسے لوگ جو ہیں وہ لوگوں کے دیئے ہوئے فارمولے پر چلا کرتے ہیں۔یہ لوگ تھوڑے تھوڑے آزردہ رہتے ہیں۔کہتے ہیں کہ مجھے بہت پریشانی ہے' کیا بنے گا' حالاتِ زمانہ کا کیا ہوگا' بسوں کا دھواں بہت پریشانی کا باعث ہے' گرمی بہت ہوتی ہے _____ تو یہ حالات سے

تھوڑے تھوڑے پریشان رہتے ہیں۔اب پریشان رہنا ان کے ذہن کی خوراک بن جائے گا۔ ہمدردی کا میں نے اس لیے کہا ہے کہ انسانی ذہن کی خوبی یہ ہے کہ یہ بیک وقت دو متضاد کام نہیں کر سکتا۔ یہ بہت سارے کام کر سکتا ہے لیکن متضاد کاموں میں اس بے چارے کو دِقت ہو جاتی ہے۔ مثلاً آپ خوب صورت باتوں کا سوچو' خوبصورتی کی باتوں کا سوچو تو آپ جھگڑے اور فساد کی کشمکش سے بچ جائیں گے۔ وہ آدمی جو لحنِ داؤدی رکھتا ہے' گانا گاتا ہے تو اگر اُسے کہیں کہ تم گانا چھوڑ دو اور آ ؤ تمہاری لڑائی کرا دیں تو وہ کہے گا کہ میں نے گانا ہی گانا ہے اور لڑائی نہیں کرنی۔ گانا گانے والا اپنی کوشش میں لگا ہوا ہے اور جو لڑائی کرنے والا ہے وہ لڑائی کرتا جا رہا ہے۔ دونوں اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے بات یہ ہے کہ وہ جو راستہ طے کر رہے ہیں اس راستے کے طے کرنے کے باوجود انہیں افسوس رہے گا' اس لیے میری ہمدردی ہے ایسے لوگوں کے لیے۔ کون سے لوگ؟ جو نہ راضی ہو سکتے ہیں اور نہ حالات کو بدل سکتے ہیں۔ اور ان کے اندر کوئی ایسی خوبی بھی نہیں ہوتی کہ ان کے ساتھ ہمدردی کے علاوہ کوئی بات کی جائے۔ خوبی والے کی بات اب سُن لو۔ وہ ایسا آدمی ہوتا ہے جو Destined ہو' خوبی والا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ۔

حالات بدل کے رکھ دوں گا

دی اگر فرصت زمانے نے

اب اس کے لیے بشارت ہے۔ ایسا ایک آدمی آتا ہے اور وہ حالاتِ زمانہ کو بدل کے رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی حالات

بدل دیئے' لوگوں کے حالات بدل دیئے۔ اُن کے لیے خوش خبری ہے جو وِقت والے حالات کو اپنے عزم' فکر اور اپنے نصیب کے ذریعے بدل دیتے ہیں۔ اور پھر وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جن کا کام ہی نہیں ہوتا کہ وہ کچھ تبدیل کریں۔ وہ اپنی ذات کے حصار میں گُم ہیں' اپنے مطلب کے لیے کرتے ہیں۔ وہ آپ کی زندگی اگر بنائیں گے تو دراصل زندگی تباہ کر دیں گے۔ ایسے لوگوں کے لیے عبرت ہے۔ وہ جو غریبوں کے مقدر بنانے کے نام پر غریبوں کی زندگی کو اور تلخ کر دیتے ہیں' ان کے لیے عبرت ہے۔ مثلاً ڈاکٹر کہتا ہے کہ ہم غریبوں کے حالات بہتر کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں حالانکہ وہ بیماروں کے معاشی حالات تباہ کرنے کے لیے بھی آ سکتے ہیں۔ بے شمار ایسے واقعات ہیں کہ ڈاکٹر لوگ مریضوں کے ساتھ رعایت بھی نہیں کرتے اور یہ ان کے لیے صرف کمائی کا پیشہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کچھ ہمدردی کرتے ہوں' جو مریض کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں ان کے لیے فلاح ہے' اور جو اپنی ذات کے لیے ہے' پیسہ کمانے کے لیے ہے تو اس کے لیے فلاح نہیں ہے۔ یہ سوچنے والی بات ہے۔ تو وہ انسان جو حالات کو تبدیل کرنے کے لیے عزم کر رہا ہے اس کے پاس محنت ہے' اس کے پاس فکر ہے' اس کے پاس نصیب ہے' اس کے پاس شعور ہے۔ مثلاً ایک اَن پڑھ یا اناڑی ڈاکٹر اگر آپ کی اصلاح کرے گا تو آپ کو غلط دوائی دے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے عبرت بھی ہو سکتی ہے اور ایسے لوگوں کے لیے بشارت بھی ہو سکتی ہے۔ کہ وہ جو ذہین تھا اور جس وقت اس کی ذہانت کی ضرورت تھی تو اُس نے کیا کِیا۔ جو غیر ذہین تھا اور بے وقوف تھا وہ بے چارہ کیا کام کرتا۔ وہ تو خواہ مخواہ کہہ رہا ہے کہ آؤ میں تمہارا

علاج کروں جب کہ خود اس کو پتہ نہیں کہ کرنا کیا ہے۔ تو عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جن کا کام نہیں ہے اور وہ مداخلت کر رہے ہیں اور بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جن کا یہ کام ہے اور وہ لوگوں کا نصیب بدلنے کے لیے محنت کر رہے ہیں۔ اور جو درمیانی لوگ ہیں وہ کبھی پریشان رہتے ہیں اور کبھی خوش رہتے ہیں' کبھی ان کے حالات بدلتے ہیں اور کبھی بدلتے نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ کیا ہے؟ ہمدردی۔ اب آپ اپنی Category دیکھ لو کہ آپ کو اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو آپ کے لیے ہمدردی ہے۔ اگر نیت اپنی ذات ہے اور نام لوگوں کی ذات رکھا ہوا ہے تو پھر اس میں عبرت ہے۔ اب آپ کو میری بات سمجھ آئی؟ کہتے کیا ہیں؟ کہ لوگوں کا نصیب بنا رہے ہیں۔ اور چاہتے کیا ہیں؟ اپنا نصیب بنانا۔ تو ان کے لیے عبرت ہے۔ تو جو لوگوں کا نصیب بنائیں گے اور واقعی بنائیں گے' اُن کے لیے کیا ہے؟ بشارت۔ اس لیے آپ ذرا غور کر لیں کہ کیا واقعات ہیں۔

اب کوئی اور سوال ______

سوال:

سر! کیا نصیب اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے؟

جواب:

نصیب تو اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن اپنا ہاتھ اپنے نصیب میں نہیں ہے۔ تو نصیب تو ہاتھ میں ہوتا ہے' اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن ایسا ہاتھ جو ہے یہ اپنے نصیب میں نہیں ہوتا۔

سوال:

پھراس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

مطلب یہ کہ نصیب ہاتھ میں ہے'اب آپ اپنے ذہن سے جو چاہے بنالو۔ آپ نے یہ مکان بنایا' اپنے ذہن سے بنایا اور جو چاہا بنا لیا۔ آپ کی چاہت اتنی ساری تھی جو آپ نے بنایا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ اپنے ذہن کے مطابق آپ نے The Best مکان بنایا۔ اگر اس سے کوئی کمزور ذہن ہوتا تو شاید اس سے بہتر مکان بناتا۔ تو جتنا ذہن تھا اتنا کام کرلیا۔ وہ ذہن آپ کا تھا ہی نہیں کہ اس کے اوپر آپ اور کام کر سکتے تھے۔ لہٰذا نصیب والا جو ہے اپنے ذہن کے مطابق کام کرنے والا اپنی دنیا کے اندر آباد رہے گا۔ وہ دنیا چھوٹی بھی ہوسکتی ہے۔ تو نصیب جو ہے انسان آپ بنائے گا' یہی تو اس کا مقدر ہے۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق کام کرے گا۔ آدھی سے زیادہ دنیا کامیاب ہوگئی ہے اور لوگ اپنی کامیابی میں ہی پھنس گئے ہیں۔ ہر گناہ گار اپنے گناہ میں کامیاب ہوتا ہے۔ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ گناہ ہے۔ وہ پورے منصوبے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے جو چاہا وہ حاصل کرلیا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ گناہ ہے' دوست میں نے خود ہی بنایا تھا اور بعد میں پتہ چلا کہ دوست جو ہے وہ دھوکا دے گیا۔ کچھ لوگ شادی بھی خود کرتے ہیں اور بعد میں پریشان ہوتے ہیں۔ کیا کرتے ہیں؟ اپنی خوشی سے شادی کرتے ہیں' اپنی مرضی سے نصیب بناتے ہیں اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ نصیب غلط ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو

نصیب بنا رہے ہیں آج کے ذہن کے ساتھ بنا رہے ہیں اور کل کا ذہن جب آئے گا تو شاید وہ آج کا بنا ہوا نصیب قبول ہی نہ کرے۔ یہ میری بات یاد رکھنا۔ آج کا بنایا ہوا نصیب آج کے ذہن کی Achievement ہے' کل تمہارا اپنا ذہن تمہارے آج کے عمل پر شاید اتنا مطمئن نہ ہو۔ لہٰذا اپنے اندر جو تبدیلیاں پیدا ہونے کا امکان ہے اس کی گنجائش رکھ لو۔ جوانی میں کرنے والی خواہشات کو اپنے بڑھاپے کے تناظر میں تھوڑا سا غور کیا کرو کہ جب آپ بوڑھے ہو جائیں گے' رخصت ہونے والے ہوں گے تو اس وقت آپ کا خیال کیا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو اپنے کیے پر افسوس ہو۔ بس اتنی بات یاد رکھنی ہے۔ انسان اپنا مقدر خود ہی بناتا ہے۔ کون سا انسان؟ ہر انسان۔ تو ہر مقدر الگ ہو گیا۔ اور وہ مقدر جو الگ نہیں ہوتا وہ کون بناتا ہے؟ مثلاً یہ کہ انسان کا جو مقدر ہے زندگی کا' موت کا۔ کوئی نہیں چاہتا کہ وہ مر جائے' انسان ایسا مقدر بنانا چاہتا ہے کہ موت سے بچ جائے' زندگی طویل ہو جائے۔ یہاں آ کے انسان رُک جاتا ہے۔ تو یہ مقدر کون بناتا ہے؟ یہ اللہ بناتا ہے مثلاً آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو اچھے ماں باپ ملیں مگر اتفاق سے وہی ماں باپ ملے جواَب ہیں۔ یہ آپ نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح اولاد ہے' آپ چاہتے ہیں کہ اس طرح کی اولاد ہو۔ تو وہ بھی نہیں ملی۔ وہ کون بناتا ہے؟ اللہ! تو اولاد آپ نہیں بنا سکتے اور اپنا چہرہ آپ نہیں بنا سکتے۔ آپ اس سے بہتر چہرہ چاہتے تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔ آپ اپنے ماں باپ نہیں بنا سکتے' آپ اپنا قد نہیں بنا سکتے' آپ اپنی زندگی کی کچھ چیزیں بنا سکتے ہیں مگر کتنی ہی چیزیں ہیں جو نہیں بنا سکتے۔ وہ انسان جو کہتا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے یہ کام کیا تو اللہ کہتا

ہے کہ یہ ہاتھ بھی میں نے دیئے ہیں۔ جو کہتا ہے کہ میں نے اپنے ذہن سے یہ کام کیا تو ذہن بھی اللہ نے دیا ہے۔ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔ تو نصیب کون بناتا ہے؟ یہ اللہ بناتا ہے۔ اگر آپ بنائیں تب بھی اللہ بناتا ہے۔ بے شمار چیزیں ہیں جو آپ نہیں کر سکتے۔ یہی تو ہے زندگی کا جھگڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی دنیا میں بھیجا ہے جس میں آپ کا اختیار ہی کم ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ یہاں سے نکلنا نہیں چاہتے اور اللہ ہمیں نکال لیتا ہے۔ اگر انسان کو کوئی ایسا راز مل جائے کہ پھر وہ یہاں سے نہ نکل سکے' تو وہ قادر ہو گیا' مقتدر ہو گیا مگر ایسا نہیں ہے۔

ہاں بولو ______ اور سوال ______

سوال:

جنابِ عالی! کیا نصیب دعا سے یا کسی کی نظرِ کرم سے بدل سکتا ہے؟

جواب:

یہ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ مقدر نہیں بدلتا' دعا سے بھی نہیں بدلتا' کسی کی نظرِ کرم سے بھی نہیں بدلتا کیونکہ نظرِ کرم بھی مقدر ہے' یہ مقدر کا حصّہ ہے۔ ایک آدمی ایک مرتبہ بہت پریشان تھا۔ اُسے کسی چیز کی ضرورت تھی اور وہ غور کر رہا تھا' دعا کر رہا تھا' وہاں اس جگہ پر ایک صاحبِ وقت کو حکم ہوا کہ وہاں جاؤ اور جا کر اس کی ضرورت پوری کرو۔ تو وہ گیا وہاں پر اور اس کی ضرورت پوری کی۔ پھر کہنے لگا کہ دیکھو میں فلاں جگہ رہتا ہوں' فلاں مقام پر ہوتا ہوں' اگر اور ضرورت ہوئی تو وہاں آ جانا۔ اس آدمی نے کہا کہ میں نے نہیں آنا' جس نے

تمہیں اب بھیجا ہے وہ تمہیں دوبارہ بھیجے گا۔ بات یہ ہے کہ مقدر بدلنے والی نگاہ جو ہے اس کو بھی مقدر کا حصہ سمجھو۔ اگر آپ کے نصیب میں وہ چیز ہے تو مقدر بدلنے والی نگاہ خود بھاگی دوڑی چلی آئے گی اور آپ کو بدل کے چلی جائے گی۔ مقدر بدلنے والا بارش کا ایک بادل ہوتا ہے' وہ خود بخود ہی آ جاتا ہے۔ دعا سے آتا ہے یا کیسے آتا ہے' یہ اللہ کے کام ہیں۔ بعض اوقات وہ دعا سے آتا ہے اور بعض اوقات دعا کے بغیر آ جاتا ہے۔ کبھی کبھی آپ کو محنت کے ساتھ مقام ملتے ہیں اور کبھی کبھی مقام مل جاتے ہیں جب کہ محنت نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی آپ مقام ترک کر دیں کہ ہم یہ نہیں لیتے' ہم نہیں لینا چاہتے۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہم نے ضرور دینا ہے۔ اب کیا کرو گے؟ وہ یہ کہتا ہے کہ 'یا اللہ میں تجھے نہیں مانتا تو اللہ کہتا ہے کہ تو مان نہ مان' کھانا تو کھا' مان نہ مان' تو یہ مرتبہ لے لے۔ یہ اللہ کے کام ہیں' کسی کو دینا چاہے تو کسی کی کیا مجال ہے۔ اس نے مرتبے پیغمبروں کو دیئے۔ کچھ پیغمبر آرزو کرتے تھے کہ اُمتی ہونا بہتر ہے' ہمیں کسی پیغمبر کے پیچھے لگا دیں تو ہم اس کے تابعدار ہوں گے۔ مگر اللہ نے کہا کہ یہ یہ کرنا پڑے گا۔ تو یہ ایک مقام ہے۔ اللہ کی مرضی ہے کہ کسی کو مرتبہ دے دے' کسی کو مقدر دے دے' کسی کو سرپرستی دے دے' کسی کو لیڈر بنا دے اور کسی کو Follower بنا دے۔ دِقت اس کے لیے ہے جو ایک شعبے کا آدمی ہو اور دوسرے شعبے میں اپنا اظہار کرے۔ اس کے لیے بڑی مشکل ہے۔ مثلاً جس کو اللہ تعالیٰ نے درویش نہ بنایا ہو اور وہ درویشی کا اظہار کرے تو پریشان ہو جائے گا۔ اگر اللہ نے کسی کو ایک شعبہ نہیں دیا اور وہ اس شعبے کا اظہار کرتا ہے کہ یہ شعبہ میرا ہے تو وہ پریشان ہو جائے گا۔ تو بے

شمار لوگوں کی یہی حالت ہے۔ لوگ روز ہی سیاسی جماعتیں بناتے جا رہے ہیں اور روز ہی ناکام ہوتے جا رہے ہیں۔ بے شمار واقعات بنتے جا رہے ہیں اور بے شمار واقعات بگڑتے جا رہے ہیں۔ ہر آدمی جو ہے وہ اپنے منصب کے علاوہ اظہار کرتا ہے' اپنی اصلیت کے علاوہ اظہار کرتا ہے۔ اصلی بات کیا ہے؟ جتنا ہے اتنا ظاہر کرو' جو ہو وہی بتاؤ' اگر آپ غریب ہیں تو یہ کہنے میں کیا حرج ہے کہ ہم غریب ہیں۔ اس میں چھپانے والی کیا بات ہے۔ جب یہ کہہ دیا کہ ہم غریب ہیں تو آسانی ہو جائے گی۔

سوال:

یہ کہہ دیا تو لوگ مذاق اُڑائیں گے؟

جواب:

لوگ مذاق نہیں اُڑائیں گے۔ اگر آپ یہ کہنے کی جرأت کر لو تو لوگ کہیں گے کہ تم نے مہربانی کی' ہم بھی یہ کہنے کے لیے تیار ہیں۔ اصل میں سارے کے سارے بنیادی طور پر غریب ہیں۔ یہ دلیری کوئی نہیں کر رہا' جرأت کوئی نہیں کر رہا۔ شہر کے باہر نئی آبادیوں میں رہنے والے شہروں سے نکلے ہیں' بند علاقوں سے نکلے ہیں۔ لاہور میں آباد ہونے والے اکثر گاؤں سے آئے ہیں۔ گاؤں میں رہنے والے' اندرونِ لاہور رہنے والے' باہر کے سول لائنز ایریا میں رہتے ہوئے آج اپنے بزرگوں کو بھول گئے ہیں۔ اصل میں تو باپ دادا کی وہی کہانی ہے۔ اس میں چھپ چھپا کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ سارے غریب ہیں جو یہ بیچارے پریشان مسلمان ہیں۔ اب یہودی کہلانے کی شان کوئی خاص

تو نہیں ہے۔ آپ کہیں کہ ہم غریب ہیں' مسلمان ہیں' ہمارے والدین ہم سے بھی غریب تھے۔ بلکہ 1947ء میں تو کسی مسلمان کے پاس اتنا شعور نہیں تھا جتنا آج کے مسلمانوں میں ہے۔ان کے پاس اخبار پڑھنے کا شعور بھی کم تھا۔ جب اس وقت کے مسلمانانِ عالمِ ہند کی مومنٹ ہو رہی تھی تو بہت کم لوگ اخبار پڑھتے تھے۔تو اتنا شعور نہیں تھا جتنا آج کل ہے۔ آج ایچی سن کالج میں آپ کے بچے پڑھتے ہیں۔ اس وقت اس ایچی سن کالج میں چند مسلمانوں کے بچے تھے اور وہی مسلمان آج آپ کی پرابلم ہیں' یہ وہ ہیں جن کے بچے اسی زمانے میں بھی تھے اور جن کے بچے آج بھی ہیں۔ یہ جاگیردار ہیں۔ ایف۔سی۔ کالج کا پرانا ریکارڈ دیکھ لو' 1947ء سے پہلے کا ریکارڈ دیکھ لو تو کسی مسلمان کا نام شاید آپ کو مل جائے۔ بہت ہی کم ہو گا۔ یہ جو مال روڈ ہے اس کا پہلے کا ریکارڈ دیکھ لو تو مسلمانوں کی ایک آدھ بلڈنگ تھی۔ ہندو کے حالات 1947ء سے پہلے مسلمانوں سے بہتر تھے۔ آج جیسے کہ مسلمانوں کا عالم ہے تب ایسے نہیں تھا۔ تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ سارے واقعات غور طلب ہیں۔ اس لیے دعا کیا کریں کہ بہتری پیدا ہو جائے۔ آپ کو یہ ماننے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہیے کہ آپ سارے غریب تھے۔ امیر ہونے کی یا کہلانے کی کیا ضرورت ہے۔ غریب ہونا کافی ہے۔ اچھا تو غریب کی تعریف سُن لو۔ وہ آدمی جو اپنے موجودہ حالات پر راضی نہیں ہے وہ غریب ہے۔ جس آدمی کو مزید کی ضرورت ہے وہ بھی غریب ہے۔ جس آدمی کی خواہش اس کے حاصل سے زیادہ ہے وہ غریب ہے۔ جس کی خواہش زیادہ ہے اور حاصل کم ہے تو وہ غریب ہے۔ وہ آدمی امیر ہو گا جس کا

حاصل زیادہ ہے اور خواہش کم ہے۔ اس لیے امیر تو ہوتے ہی کم ہیں؟ بہت کم ہوتے ہیں۔ خواہشیں بڑھتی جاتی ہیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ظاہر اور باطن کی زندگی میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔ اگر آپ یہ فرق مِٹا دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ آسانی ہو جائے گی اور زندگی خوش ہو جائے گی۔ اپنا سب کچھ صاف صاف بیان کیا کرو' صاف صاف مسلمانوں کی سی زندگی بیان کیا کرو۔ آپ اپنے ذہن میں ایک چھوٹی سی بات یاد رکھو۔ آپ بڑا انقلاب چاہتے ہیں' بڑے واقعات چاہتے ہیں' تبدیلیاں چاہتے ہیں۔ اب یہ تبدیلی دیکھو کہ کیا آپ کے لیے نماز کی تبدیلی ہو سکتی ہے؟ کیا اللہ کے نظام میں ایسا وقت آئے گا کہ نمازیں منسوخ ہو جائیں؟ نہیں آئے گا۔ کیا قرآن پاک کو کسی وقت کوئی منسوخ کتاب کہہ سکتا ہے؟ نہیں کہہ سکتا۔ کیا رمضان شریف میں کوئی رعایت یا کمی بیشی ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی۔ آپ وہی مسلمان ہیں جو کہ پہلے تھے۔ پھر آپ کے لیے ایسی کیا دِقتیں آ گئی ہیں کہ زندگی میں آپ بڑے پریشان ہیں۔ زندگی تو عین وہیں کھڑی ہے جو آپ کے باپ دادا کی تھی' سورج وہیں سے نکلتا ہے' واقعات وہی ہوتے ہیں' کھاتے پیتے ویسے ہیں' خوراکیں وہی ہیں' ان کی بھی ایسی خوراکیں ہوتی تھیں بلکہ خوراکیں بہتر ہوتی تھیں۔ تو یہ جو آپ کے ہاں پریشانی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ کی خواہشات بڑھ گئی ہیں۔ اس لیے میں پھر آپ کو یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ اپنی خواہشات کو کسی طور پر کم کر دو' زندگی کو کسی طور پر سادہ کر لو' الفاظ کو کسی طور پر آسان بنا لو۔ یہ جو اعتراف ہے یہ آپ کو آسانی دے گا' کسی بھی چیز کا اعتراف ہو چاہے غریبی کا ہو۔ اگر غریبی ہے تو بس گزارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی

مہربانی ہے' سب ٹھیک چل رہا ہے۔ اپنے آپ کو اپنے حالات سے زیادہ ظاہر نہ کرنا' وعدہ کرنے میں مبالغہ نہ کرنا' وعدہ پورا کرنے میں محنت کرنا' وعدہ کبھی بھی اپنی استعداد سے زیادہ نہ کرنا۔ وعدہ کتنا کرنا چاہیے؟ جتنی استعداد ہو۔ پیسہ وہ جو کام آئے۔ ایک دوسرے کی مدد کیا کرو' اللہ تعالیٰ کامیابی دے گا' آسانی ہو جائے گی۔

سوال:

آپ نے شعبے کی بات کی تھی کہ وہ کیسے چلتا ہے؟

جواب:

میں نے جو کہا تھا وہ پورا بتائیں۔

سوال:

اگر انسان ایک شعبے میں ہے تو وہ دوسرے شعبے میں ٹرائی نہ کرے۔

جواب:

یہ تو نہیں کہا تھا۔ آپ نے بات کچھ اور سمجھ لی ہے۔ جو میں نے بات استعمال کی تھی وہ میں نے یہ کہا تھا کہ زندگی کے حالات' واقعات' آپ اپنی اصلیت' اپنا ظاہر باطن سب پہ غور کریں۔ شعبے کی بات یہ ہے کہ جو تم ہو وہی تمہارا شعبہ ہے۔ مثلاً آپ غریب ہیں تو پھر غریب ہی ہیں۔ جو آپ کا اصل ہے اس کو اظہار میں لاتے وقت شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ اپنے آپ کو پہچانو۔ اپنی انرجی دیکھو کہ تم سماج کے لیے کس قابل ہو اور اپنے لیے کس قابل ہو۔ یہ چیز پتہ کرو۔ باقی تو آپ کے لیے آسان ہے کہ آپ نے پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کی ہے'

اس کے مطابق کام کرتے جاؤ اور تنخواہ لے کے آ جاؤ۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ پینٹنگ کرنے لگ جائیں۔ آپ نے ایک کام کیا ہے' ٹیکنیکل ایجوکیشن حاصل کی ہے' اس کے مطابق جا کے Apply کردو' ملازمت کرلو۔ جس نے ایم بی اے کیا ہے وہ جا کے Apply کرے اور پیسے کمائے۔ جس نے ایل ایل بی کیا ہے وہ جا کے پریکٹس کرے۔ اور جو کچھ کیا ہے اس کے مطابق کرلے۔ یہ پیشے تو طے شدہ ہیں' مقرر ہو گئے ہیں مثلاً بی کام ہے' سائنس ہے' ٹیکنالوجی ہے اور دوسرے مضمون ہیں۔ اس میں پیشہ چننے کی کیا دِقت ہے؟ جو Available ہے اس پہ گزارہ کرو اور وہ پیشہ ورانہ صلاحیت کے مطابق ہو۔ اب بتائیں کہ سوال کیا ہے آپ کا؟

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ غریبی کو قبول کرو لیکن حقیقت بڑی تلخ ہوتی ہے؟

جواب:

میں نے یہ نہیں کہا کہ غریبی کو قبول کرو بلکہ یہ کہا ہے کہ غریبی کو چھپانے میں جتنی محنت اور دیر لگتی ہے اتنی محنت میں غریبی دور ہو جاتی ہے۔ آپ چھپانے میں ٹائم ضائع کرتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے' ان کو کیا بتائیں گے۔ یہ بات چھوڑ دو۔ یہ کہہ دو کہ ہم غریب ہیں اور محنت کر کے غریبی دور کرلو۔ اس میں تلخی کوئی نہیں ہے۔ تلخی یہ ہوتی ہے کہ گزارہ ایک ماحول میں ہو اور انسان دوسرے ماحول کا اظہار کرے۔ تلخی یہ ہوتی ہے کہ "ہم اس کیٹیگری کے رہنے والے ہیں"

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے

تو یہ ہے آپ کے لیے پریشانی۔ کہ رہنے والے آپ غریب علاقے کے

ہیں اور آپ بات دوسرے علاقے کی کرتے ہیں۔ اس طرح پریشان ہو جاتے ہیں۔

سوال:

سر! خواہش تو سب کی ہوتی ہے کہ ہم ترقی کریں۔

جواب:

دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمیں اس جیسا کر جس کا مقدر ہمارے لیے بہتر ہو، جس کی عاقبت ہمارے لیے بہتر ہو۔ اب بتاؤ کہ کیا کہنا ہے؟ ہمیں اس آدمی جیسا کر جس کا مقدر اور جس کی عاقبت ہمارے لیے بہتر ہے۔ اب آپؐ بتائیں کہ آپ مرنے کے بعد کس کی عاقبت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں؟

سوال:

اچھی عاقبت والے کے ساتھ..................

جواب:

سب سے زیادہ اچھی عاقبت کس کی ہے؟ کائنات میں سب سے زیادہ اللہ کے محبوب ﷺ کی ہے۔ تو اچھی زندگی کون سی ہوئی؟ جو آپؐ کے قریب ہو۔ اب یہ زندگی جو اُن کے قریب ہے آپ لوگ وہ پسند کرو۔ اگر ان سے دور جانے والی زندگی کو آپ پسند کر کے بیٹھے ہیں تو پھر آپ کو مقدر کیسے ملے گا۔ یہی بات میں نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن اب یہی بات کہہ رہا ہوں۔ کون سی بات؟ کہ مقدر وہ ہے جس کا آخری انجام اچھا ہے۔ ساتھی وہ جن کی آخری منزل اچھی۔ تو آپ اس زندگی کو گزارو۔ آپ غریب ہو یا امیر ہو اس سے غرض نہیں۔ بُرا غریب بھی بہت برا ہوتا ہے اور برا امیر بھی بہت برا ہوتا ہے' اچھا غریب بھی بہت اچھا ہوتا

ہے اور اچھا امیر بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔ اب آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ امیر بُرا ہوتا ہے اس لیے کہ اس کے پاس پیسے ہوتے ہیں۔ غریب کیسے برا ہوتا ہے؟ بعض اوقات وہ چوری' ڈاکہ' خون خرابہ' قتل و غارت اور دوسرے واقعات میں آ جاتا ہے۔ غریب اپنے غریب بھائی کو' ریڑھی والے کو قتل کر جاتا ہے۔ یہ سارے واقعات چلتے رہتے ہیں۔ اس لیے آپ دعا یہ کرو کہ آپ جس شعبے میں ہو اس جگہ اچھے بن کے رہو' غریب ہو تو اچھے غریب بنو' امیر ہو تو اچھے امیر بنو۔ عاقبت کا اور انجام کا یہ یاد رکھو کہ انجام جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے ساتھ آخرت میں اُٹھائے جانے میں ہے۔ آپ دعا کیا کرو۔ یہ نہ ہو کہ چار دن کا میلہ تو پہلے ہی کٹ گیا ہے اور اب مغرب زدہ ہوتے ہوتے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مصیبت زدہ بن جاؤ۔ یہ خیال کرو۔ اس طرح انسان Opposite ہو جاتا ہے۔ یہ خیال رکھنا چاہیے۔ اس کی کوشش کرتے جاؤ۔ بس یہ دیکھنا چاہیے کہ آپ کو کس کی عاقبت قبول ہے' آخرت میں آپ کہاں ہونا چاہتے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ زندگی بھر آپ گناہ کی طرف مائل رہیں اور مرتے وقت آپ کو وہی کلمہ پڑھنا پڑ جائے۔ جب پڑھنا ہی ہے تو پہلے پڑھ لیا جائے۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے ہم کیوں نہ اس وقت کا خیال رکھیں۔ امیر ہونے میں ہمیں کوئی دِقت نہیں ہے' آپ امیر ہو جایا کریں' غریب ہو جایا کریں لیکن راضی رہا کریں۔ میں صرف یہی کہتا ہوں کہ راضی رہا کرو۔ بے شک آپ اور دولت مند ہو جاؤ لیکن کسی کی دولت چھیننا نہیں بلکہ دوسرے کو دینا۔ آپ بہت امیر ہو جاؤ تو اچھی بات ہے اور غریب ہو جاؤ تو اچھی بات ہے لیکن اچھا وہ ہے جس کا

انجام اچھا ہو۔ انجام بہت ضروری ہے۔ انجام اچھا وہ ہے جس کو کلمہ نصیب ہو جائے' جس کی مغفرت ہو گئی اس کا انجام اچھا ہے۔ جس کو قبول کر لیا گیا اس کا مقدر اچھا ہو گیا۔ جس نام کو آپ نے قبول کیا وہ نام آپ کو قبول کر لے تو یہی ہے قبولیت۔ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کر لیا ہے تو دعا یہ ہے کہ یہ دین آپ کو قبول کر لے۔ باقی رہے پیسے' تو وہ اللہ تعالیٰ آپ کو دے دے گا۔ پیسے کسی کو ماں باپ دیتے ہیں اور کسی کو اولاد دے دیتی ہے' کبھی بھائیوں سے آ جاتے ہیں اور کبھی دشمنوں سے آ جاتے ہیں۔ کبھی نہ کبھی مل ہی جائیں گے۔ یہ دعا نہ کیا کرو کہ یا اللہ مجھے بھی دے یا ان سے بھی چھین لے جن کے پاس پیسے ہیں۔ یہ نہ کیا کرو۔ یہ فاؤل ہے۔ ایک آدمی دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ کار مجھے بھی دے یا پھر سب کو بے کار کر دے۔ آخر میں کہتا ہے کہ مجھے اندھا کر دے تا کہ میں دیکھوں ہی ناں۔ تو یہ بات تو اچھی نہیں ہے۔ آپ اندھا بھی نہ ہونا' لوگوں کے لیے بد دعا بھی نہ کرنا' اپنے لیے دعا بھی کرو اور اپنے لیے دوا بھی کرو' کوشش کرو۔ نظارے اپنی جگہ پر قائم رہیں گے' یہ اللہ کی دنیا ہے' اس نے خود بنائی ہے' اس نے کہیں خوب صورت مور بنایا' کہیں کوا بنایا' کہیں بلند پہاڑ بنائے' کہیں صحرا بنائے۔ اب پہاڑ کہے کہ میں صحرا ہونا چاہتا ہوں اور صحرا کہے کہ میں پہاڑ ہونا چاہتا ہوں تو یہ تو نہیں ہو گا۔ دریا اگر کہے کہ میں بادل ہو جاؤں اور بادل کہے کہ میں دریا ہو جاؤں' تو یہ بھی لمبی کہانی ہے۔ ہے ایک ہی اصل میں۔ پرندے اُڑتے ہیں' درخت اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں' مچھلی تیرتی جا رہی ہے' تو یہ کیا قصہ ہے؟ مچھلی دریا بننا چاہتی ہے اور دریا مچھلی بننا چاہتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ ہر آدمی ہر دوسری شے

بننا چاہتا ہے۔بس آپ اپنے مقام پر ٹھہر جاؤ۔انسان بننا' مسلمان بننا' دورِ حاضر میں رہنا' سکون میں رہنا' اور راضی رہنا' بس یہی دین ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ہم یہ ہو جائیں اور ہم وہ ہو جائیں۔تم وہ نہیں ہو سکتے اس لیے کہ وہ تم نہیں ہو سکتے۔کوئی کچھ اور نہیں ہوسکتا۔ بیٹا باپ نہیں ہوسکتا' باپ بیٹا نہیں ہوسکتا۔شکل سے تم باہر نہیں جاسکتے۔ یہ حصار ہے۔اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یمعشر الجن والانس اے جن وانسان کے گروہ' اگر تم ہمت رکھتے ہو تو زمین اور آسمان کے حصار سے نکل جاؤ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن ۔مگر تم نکل نہیں سکتے جب تک تمہیں میں اجازت نہ دوں۔تو نکلنا ماحول سے ہے۔ماحول کیا ہے؟ یہ حالات کا ماحول ہے۔امیر آدمی سے پوچھو کہ وہ کیوں روتا ہے؟ جب کہ غریب تو رویا سو رویا۔امیر کی اور تکلیف ہے۔اس بیچارے کو اور ہی غم لگے ہوئے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو غم کے بغیر رکھا ہی نہیں ہوا۔کوئی آنکھ ایسی نہیں ہے جس سے آنسو نہ ٹپکے ۔

کون سی ہے آنکھ جو غم سے یہاں روتی نہیں
جانے والوں کی مگر رفتار کم ہوتی نہیں

ہر ایک کو غم مِلتا جا رہا ہے' غم ملتا جا رہا ہے اور روتے چلے جا رہے ہیں۔ تو امیر بھی رویا اور غریب بھی رویا' اپنا بھی رویا اور بیگانہ بھی رو رہا ہے۔سارے رو رہے ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔مقصد یہ ہے کہ غریبی اور امیری کے باوجود یہ سارا کام چلتا جا رہا ہے۔ہم پیسے سے آپ کو بَیر نہیں سکھاتے' نفرت نہیں سکھاتے' آپ کمایا کرو اور خوب کمایا کرو لیکن پیسہ خرچ کرو گے تو یہ ختم ہو جائے گا

اور خرچ نہیں کرو گے تو کمانے کا کیا فائدہ۔ اس لیے پیسہ جو ہے یہ بڑا راز ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ رزق جو ہے یہ صرف پیسہ نہیں ہے۔ رزق کیا ہے؟ خیال بھی اچھا ہونا چاہیے' اعمال بھی اچھے ہونے چاہئیں' واقعات بھی اچھے ہونے چاہئیں۔ پھر تو رزق ہی رزق ہے۔ تو ایمان بھی اچھا ہونا چاہیے اور جیب میں مال بھی ہونا چاہیے۔ آپ پیسے رکھا کرو ______

اور پوچھو ______ بولو ______ آپ لوگ بولو ______

س:

خالق اور مخلوق کے تعلق کی بنا پر کسی گناہ کی درجہ بندی کیے کی جائے اور تاریخی ادوار کے حساب سے بھی کوئی چیز گناہ ہے اور کبھی نہیں ہے؟

جواب:

اگر یہ مان لیا جائے کہ تاریخی حیثیت سے کچھ واقعات گناہ تھے' کچھ ہیں اور کچھ نہیں ہیں' تو اب آپ کی تاریخ ایک Specific point of time سے شروع ہو گی۔ یہ یاد رکھنا۔ یعنی آپ کی تاریخ ایک خاص پوائنٹ سے شروع ہو گی جس وقت سے شریعت کا نفاذ ہوا۔ اس سے پہلے کا جو زمانہ ہے ہمارے پاس نہ اس کا ریکارڈ ہے اور نہ ہمیں ضرورت ہے۔ تو وہ جو منسوخ اور گزرے ہوئے زمانے ہیں کہیں ان کو غلطی سے اپنے ساتھ نہ ملا بیٹھنا کیونکہ وہ آپ کی سمجھ سے باہر ہیں۔ تو ہمارے لیے تاریخ کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ چودہ سو سال سے۔ اب گناہ کیا ہے؟ یہ تمہاری ناپسند کا عمل نہیں ہے۔ بلکہ گناہ اللہ تعالیٰ کی ناپسند کا عمل ہے' اللہ جو آپ کا معبود بھی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو جو کچھ بتا

دیا وہ گناہ ہے۔اس نے بتا دیا کہ یہ Do's ہیں اور یہ Don'ts ہیں' ان کے قریب مَت جاؤ۔ تلك حدود الله۔ اللہ تعالیٰ نے Define کر دیا کہ یہ حدود ہیں فلا تقربوا ان کے قریب مت جاؤ۔ تو یہ چیز بند ہے۔ مثلاً شادی کے اندر پابندی ہوگئی' اصل نقل میں پابندی ہوگئی' حلال حرام میں پابندی ہوگئی' اور شادی اور گناہ میں فرق ہو گیا کہ اگر کلمے کے بغیر واقعات ہو گئے' نکاح کے بغیر واقعات ہو گئے تو یہ سب سے بڑا گناہ ہوگا۔ تو گناہ کے اندر کوئی کنفیوژن نہیں ہے۔ تو جو کل تھا وہی آج ہے۔ رہ گئے سماجی یا سوشل گناہ تو یہ چھوٹے موٹے جو ہیں وہ بدلتے رہتے ہیں' کبھی لوگ پیسے جمع کرتے ہیں' کبھی نہیں کرتے' کبھی پیسہ بینکوں میں ہوتا ہے' اور کبھی بینکوں میں نہیں ہوتا۔ تو یہ واقعات اور ہیں۔ آپ کو کنفیوژن کیسے پیدا ہوگئی؟

سوال:

مثلاً حقوق العباد کی جو بات ہے۔

جواب:

حقوق العباد بھی دراصل حقوق اللہ ہیں۔ اس طرح کنفیوژن ختم ہو جائے گی۔ حقوق العباد کوئی پرائیویٹ افیئر نہیں ہیں بلکہ حقوق اللہ ہی ہیں۔ جب اللہ نے کہا ہے کہ اس کے ساتھ تعلق رکھو تو ہم رکھ رہے ہیں' وہ نہ کہے تو ہم نہیں رکھتے۔ اللہ نے کہا ہے کہ سماج کی خدمت کرو تو ہم کر رہے ہیں' وہ کہے کہ نہ کرو تو ہم نہیں کرتے۔ اللہ نے کہا کہ ماں باپ کا اتنا ادب کرو کہ ان کے سامنے اُف نہ تک کرو تو ہم آگے سے اُف نہیں کہتے فلا تقل لهما اُف و لا تنهر

ھما و قل لھما قولا کریما تو ہم اُف نہیں کہتے۔ کیوں نہیں کہتے؟ کیونکہ اللہ نے کہا ہوا ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ اولاد کے ساتھ محبت کرو تو ہم محبت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہماری مجبوری بھی ہے۔ تو آپ مجبوری کو اطاعت بنالو۔ تو حقوق اللہ' حقوق العباد بن جاتے ہیں۔ لوگوں کا حق اس لیے ہمارے اوپر ہے کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے۔ گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف عمل کرنا۔ گناہ کا مطلب ہی Violation ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بڑی مہربانی کی ہے کہ آپ کو ایک راستہ طے کر دیا ہے کہ اس راستے پر چلتے جاؤ' یہ سیدھا راستہ ہے' یہ صراطِ مستقیم کہلاتا ہے' اس راستے سے اِدھر اُدھر نہ جانا' یہ کرنا ہے' یہ نہیں کرنا۔ تو اتنی آسان سی بات ہے۔ تو یہ سب کرنا کتنا آسان ہے۔ ساٹھ سال کی عمر میں بیس سال آپ لوگوں نے سونا ہے۔ بیس سال تو آپ چارپائی کی نذر کر دو۔ کچھ سال بچپن کی گم نامی میں گزر جاتے ہیں یا بڑھاپے کی بیماری میں گزر جاتے ہیں۔ کچھ دوستوں کی جُدائی ایسی ہو جاتی ہے کہ غم دے جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی دعوت ولیمہ میں گزر جاتے ہیں اور کچھ جنازوں میں۔ کچھ سال آپ بیچ دیتے ہیں' نوکری کے لیے تاکہ کچھ پیسے ملیں۔ پھر اس میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک آدمی نے ڈیلی لائف میں جو ریگولر کام کرنے ہیں اس کا حساب لگایا کہ گھر سے دفتر جانے میں اتنا وقت لگ جاتا ہے جس وقت میں دنیا کے کئی چکر لگ سکتے ہیں۔ تیس سال میں گھر سے دفتر جانے کا وقت' آنا اور جانا آپ گن لیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ نے کتنا فاصلہ طے کیا اور کتنے گھنٹے آپ نے ڈائننگ ٹیبل پر گزارے۔ آپ کے پاس عمل کرنے والی زندگی جو ہے وہ گنتی کے کچھ سال رہ جائیں گے۔

اس میں پھر اللہ تعالیٰ کا حکم' پھر اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا حکم' پھر زندگی کے احکامات' پھراور واقعات۔ آپ کے پاس پریشان ہونے کا تو ٹائم ہی نہیں ہے۔ آپ خواہ مخواہ ٹائم نکال لیتے ہیں۔ اس لیے سادہ سادہ زندگی گزارو۔ آپ کے پاس بہت تھوڑا ٹائم ہے بلکہ آپ کے پاس ٹائم ہی نہیں ہے۔ چوبیس گھنٹے میں آٹھ گھنٹے آپ سو کے گزار لیتے ہیں۔ کمال کی بات ہے کہ جب اس کو ہوش آتا ہے تو اس وقت سونے کا ٹائم ہو جاتا ہے۔ پرانے لوگوں سے' یا بوڑھے لوگوں سے پوچھو تو وہ کہیں گے کہ کچھ وقت پرانی یادوں کو یاد کرنے میں لگ جاتا ہے۔ آدمی جوان کب ہوتا ہے؟ جب وہ آئندہ کے خواب دیکھے۔ بوڑھا کب ہوتا ہے؟ جب وہ گذشتہ چیزیں یاد کرے۔ یہ یاد رکھنا۔ کہیں آپ بوڑھے نہ ہو جانا۔ تو وہ بندہ بوڑھا ہو گیا جو پچھلی باتیں یاد کرے' کہ پچھلے سال کیا ہوا تھا' چار سال پہلے کیا ہوا تھا______ تو وہ ساری پچھلی باتیں یاد کرتا جاتا ہے۔ جوان آدمی کہتا ہے کہ ہم نے تو یہ بنانا ہے' نیا مکان بنائیں گے' آسمان سے دو چار ستارے توڑ کے لائیں گے۔ اور جو درمیان والے آدمی ہوتے ہیں وہ نہ جوان ہوتے ہیں نہ بوڑھے ہوتے ہیں بلکہ آرام سے چلتے جاتے ہیں۔ اس لیے نہ ماضی کو زیادہ دُہرایا کرو' جانے والے کو جانے دو' جس غم پر رو چکے ہو بس رو چکے ہو' روئے ہوئے پر دوبارہ مت رونا Don't weep over the wept over جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب بار بار اس پر روتے جا رہے ہو۔ کل کیوں رو رہے تھے؟ یہ غم تھا۔ آج کیوں رو رہے ہو؟ کہتا ہے آج بھی یہی غم ہے۔ پھر کیوں رو رہے ہو؟ کہتا ہے کہ اب نیا غم ہے۔ رونے کا عمل تو دیکھ لیا کہ آنکھوں سے آنسو آتے ہیں' اب

کیا بار بار اصرار کرتے جا رہے ہو۔ اب اس دوست کا گلہ کر رہے ہو جس کی کل تعریف کرتے تھے۔ تو جس کا گلہ کر رہے ہو کبھی اس کی تعریف کرتے تھے۔ یہ تمہارے کردار کے خطرناک ہونے کے لیے کافی بات ہے۔ تو جس کی تعریف کرو اس کا گلہ نہ کرو۔ یا پھر بالکل تعریف نہ کرو۔ دوست بنانے کے اور دوست چھوڑنے کے جلد فیصلے نہ کیا کرو۔ دوست بنانے میں پچاس سال لگا دو' پرواہ نہ کرو لیکن چھوڑنے کے لیے دو سو سال لگاؤ۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ کیا کہ روز بناتے ہو' روز بگاڑتے ہو' روز چھوڑ دیتے ہو

کیسی توبہ ہے او یار

نت پیا پڑھنا' ایں استغفار

ایک ہی دفعہ توبہ کرو اور گناہ چھوڑ دو۔ روز گناہ' روز توبہ' روز غلطی' روز معافی ______ یہ کیا ہے۔ یہ تو مشکوک کردار ہے۔ اس لیے آپ لوگ ذرا غور کرو۔ اپنے کردار کے اندر ایک استقامت پیدا کرو۔ اگر آپ نے اللہ کے دین کو مان لیا ہے تو دوبارہ وہ بات نہ کرو کہ اللہ کا دین کیا ہوتا ہے۔ تم ہی ہوتے ہو اللہ کا دین۔ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ تمہیں کہتے ہیں۔ بس اپنے آپ کو سنبھالو اور مستقبل کے حوالے سے اپنی زندگی سنوارو۔ تم سے ضرور پوچھا جائے گا' اس عمل کے بارے میں جو تمہارا عمل ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ سے ضرور پوچھا جائے گا' عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا' علم کے بارے میں پوچھا جائے گا' استقامت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ وہاں جا کے اللہ تعالیٰ کو انگریزی نہ سنانے لگ جانا۔ اس نے تو اور ہی سوال کرنے ہیں۔ وہاں تو رشوت

چلنی نہیں ہے۔اس لیے زندگی ذرا خیال سے اور آرام سے گزارو۔

سوال:

کیا وہاں سفارش کی بھی گنجائش نہیں ہوگی؟

جواب:

وہاں اس آدمی کو معافی مل جائے گی جس نے ہر ایک کو معاف کر دیا ہے۔ یہ سفارش ہے۔جس کی سفارش ہونی ہے اس میں اللہ میاں کوئی نہ کوئی ادا پیدا کر دے گا۔ پھر وہ ادا سفارش کا باعث بن جائے گی۔جس شخص کے دل میں حضور پاک ﷺ کی محبت ہے اس کے لیے سفارش کے بڑے امکانات ہیں۔ یہ محبت سفارش ہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے والے اللہ کے محبوب ﷺ کے چاہنے والے کبھی دوزخ میں جائیں۔کیا اللہ نے دوزخ کو ٹھنڈا کرنا ہے؟ یہ نہیں ہوسکتا۔بس آپ اللہ کے ساتھ چالاکی نہ کیا کرو۔ غلطی ہوگئی تو دل سے معافی مانگ لیا کرو۔اس کو تم کیا بتاؤ گے جو عقل کو خود پیدا کرتا ہے۔اُسے آپ عقل کی کیا بات سمجھاؤ گے۔وہ تو عقلوں کو پیدا کرنے والا ہے اُسے کیا دکھا رہے ہو وہ تو یہ سب خود پیدا کرتا ہے۔اللہ کیسے سُنے گا؟ وہ کان پیدا کرتا ہے اس کو سُننا کیسے مشکل ہے۔

سوال:

سر! پوچھنا یہ ہے کہ ہمارا دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے اور دوسرے کا ہم پہ کیا اثر ہوسکتا ہے۔اس معاشرے میں ہم دوسروں کا اثر قبول کر کے جو غلطی کریں تو اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

جواب:

جہاں آپ بااختیار ہیں وہاں آپ جواب دہ ہیں اور جہاں آپ بااختیار نہیں ہیں وہاں آپ جواب دہ نہیں ہیں۔ بااختیار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حتی الامکان اپنی کوشش کرو۔ آگے پھر بحث نہیں کرنی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کیس کو تم سے بہتر سمجھتا ہے۔ یہاں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ

حشر کے روز خدا پوچھے گا تو یہ کہہ دوں گا

میں گناہ گار نہ تھا اس نے گناہ گار کیا

جتنا آپ کے پاس امکان ہے اس کی کوشش کرلو۔ جہاں مجبور اور بے بس ہو جائیں وہاں خاموش ہو جائیں۔ کم ازکم آپ اس کا Active حصہ نہ بنیں۔ اور کچھ نہیں کر سکتے' اس دشمن کو گرا نہیں سکتے تو گناہ کو کم ازکم نظروں سے ہی گرادو۔ اتنا تو آپ کر سکتے ہیں ناں۔ بس یہ ٹھیک ہے۔ اللہ کا منشا یہ نہیں ہے کہ چڑیا جو ہے وہ شاہین کو گرفتار کرلے۔ اللہ کا منشا یہ ہے کہ انفرادی طور پر آپ کی تکمیل ہو اور پھر انفرادی طور پر تکمیل ہونے کے بعد اجتماعی طور پر آپ کی تشکیل ہو جائے۔ تو یہ خود بخود ہو جائے گی۔ تو سماج جہاں تک Answerable ہوتا ہے وہ الگ کہانی ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ سماج کی Answerability اس دنیا میں ہے۔ انفرادی طور پر آپ اللہ کے آگے جواب دہ ہیں۔ یہاں مفر نہیں ہے تو وہاں بھی مفر نہیں ہے۔ وہاں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جناب سماج کی طرف سے یہ اینٹ ہمارے گھر میں آئی تھی' ہم کیا کرتے۔ جتنا کچھ کر سکتے ہو اتنا ضرور کرو۔ جہاں کچھ نہیں ہو سکتا وہ مجبوری ہے۔ اگر کوئی ایسے ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہے جہاں پر رشوت کا لینا

ضروری ہو جاتا ہے تو آپ نہ لیں۔ لینا ضروری ہے تو لے کے کسی اور کو دے دو۔

سوال:

برائی تو اس کے حصّے میں آئے گی۔

جواب:

برائی آئے گی' پیسہ تو نہیں آئے گا۔ کسی کام میں وہ پیسہ لُٹا دو۔ کسی کے منصوبے میں شامل کر دو۔ جرم میں اور گناہ میں بڑا فرق ہے۔ جرم ہوتا ہے حکومت کے قانون کا انکار اور گناہ ہے اللہ کے قانون کا انکار۔ جرم پکڑا جائے تو جرم ثابت ہو جاتا ہے' نہ پکڑا جائے تو جرم نہیں ہوتا۔ گناہ نہ پکڑا جائے' تب بھی گناہ ہوتا ہے۔ گناہ اگر جنگل میں ہو' بیابان میں ہو' اندھیرے میں ہو' تاریکی میں ہو' صحرا میں ہو' دریا میں ہو یا کہیں بھی ہو' وہ گناہ ہے۔ اور جرم جب تک گرفت میں نہیں آتا وہ جرم نہیں ہوتا۔ اس لیے جرم جو ہے وہ دریافت پر جرم کہلاتا ہے۔ دریافت نہ ہو تو نہیں ہوتا۔ گناہ اگر دریافت نہ ہو تب بھی گناہ ہے۔ مطلب یہ کہ وہاں اللہ کے آگے بحث نہیں ہو سکتی۔ یہاں پر آپ بحث کرتے ہیں۔ اس میں دِقت والی کیا بات ہے' جتنا گناہ سے بچ سکتے ہو بچ جاؤ۔ آپ رشوت لیا نہ کریں۔ اگر کسی نے زبردستی رشوت دی ہے تو جا کر دریا میں ڈال دو۔ اگر رشوت کے پیسے ضرور لینے ہیں تو اولاد کو نہ کھلانا' اس کی عاقبت خراب نہ کرنا۔ خود کھا لو اور پھر تمہارے پیٹ میں جو آگ ہو گی اس کو برداشت کر لو۔ اولاد کو کم از کم رشوت کا پیسہ نہ کھلانا۔ اولاد کو صحیح رزق کھلاؤ ورنہ اولاد گستاخ ہو جائے گی اور نقصان پہنچائے گی۔ انہیں حلال کی کمائی کھلاؤ۔ رشوت کی کمائی' انسان نمائش پہ لگاتا

ہے تو آپ نمائش چھوڑ دو پھر رشوت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔نمائش کا مطلب ہے لوگوں کو متاثر کرنا' تو لوگوں کو متاثر کرنا چھوڑ دو۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ گناہ سے بچا جا سکتا ہے۔آج بھی لوگ ہیں جو گناہ نہیں کرتے' آج بھی لوگ ہیں جو رشوت نہیں لیتے۔تو آج بھی ایسے لوگ زندہ ملیں گے جو گناہ سے بچے ہوئے ہیں۔آپ کیوں نہیں بچ سکتے۔اس سماج میں کتنے ہی ''بے وقوف'' لوگ ہیں جو گناہ نہیں کرتے۔آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہو جائیں۔سادہ سادہ شریفانہ زندگی بسر کرو۔ ہیرا پھیری بند کر دو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔

سوال:

حالات کی گرفت بڑی سخت ہے۔ہم اس گرفت میں ہیں جو شاہین ہے اور ہم چڑیا۔تو چڑیا اس سے کیسے بچے؟

جواب:

چڑیا کے لیے بچنا شرط نہیں ہے بلکہ چڑیا کے لیے عاقبت بچانا شرط ہے۔تو یہ پہلی بات ہے۔ اس میں کوئی کنفیوژن پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ بچانا عاقبت کو ہے۔اگر At this cost of life عاقبت محفوظ ہوتی ہے تو کر ڈالو۔ عاقبت کی اور بات ہے۔اور اگر یہاں کی زندگی بچ سکتی ہے تو وہ بھی بچا لو۔لیکن اگر یہ زندگی دے کر آخرت بچ جاتی ہے تو بچا لو۔باقی رہ گیا سماج اور اس کا شاہین جیسا ہونا' تو میں نے اس طرح بات نہیں کی۔ میں نے یہ کہا تھا کہ چڑیا پر یہ فرض عائد نہیں کیا گیا کہ وہ باز کو شکار کرے۔ چڑیا' چڑیوں میں رہے اور باز' بازوں میں رہے۔کچھ چڑیاں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شاہین کی خوراک بنا

کے رکھا ہوا ہے۔ شاہین کی فطرت ہے خوراک کھانا اور چڑیا اس کی فطرت ہے۔ چڑیا کو بچانا آپ کا مقصود نہیں ہے۔ شاہین کو مارنا بھی آپ کا مقصود نہیں۔ آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ اپنے Premises میں Sincere ہو کر اللہ تعالیٰ کی بات مانیں۔ آگے سے عجلت نہ کرنا۔ اگر اللہ نے کہا ہے کہ گناہ سے بچو تو آپ بچ سکتے ہو۔ تبھی تو کہا ہے۔ اللہ نے اگر کہا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو تو آپ بچ سکتے ہو' تب ہی اس نے کہا ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ ماں باپ کی عزت کرو تو آپ عزت کر سکتے ہو' اس لیے ضرور کرو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ایسا نہیں جو Operate نہ ہو سکے۔ ایسا کوئی حکم اللہ نے نہیں کیا ہو گا جو آپ نہیں کر سکتے۔ اللہ نے کہیں نہیں کہا کہ غریب مل کے امیر کو مار دیں۔ کبھی ایسی بات نہیں کی۔ میں نے کہا تھا کہ امیر' اچھے بھی ہوں گے' بُرے بھی ہوں گے اور غریب' اچھے بھی ہوں گے اور بُرے بھی ہوں گے۔ آپ اپنے Premesis میں اچھے انسان بن جاؤ۔ غریب ہو تو بہت اچھے غریب بننے کی کوشش کرو' امیر ہو تو اچھے امیر بننے کی کوشش کرو۔ یہ فرمان ہے کہ سخی اللہ کا دوست ہوتا ہے' حبیب اللہ ہے۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ غریب کیسے سخی ہو گا؟ امیر تو سخی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ پیسے رکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ غریب اس طرح سخی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کے پیسے کی طرف رجوع نہ کرے۔ امیر کے پاس اگر وہ پیسہ دیکھے تو اس میں سے کچھ پیسے لینے کی تمنا نہ کرے۔ یہ غریب کی سخاوت ہے۔ تو ہر آدمی سخی ہو سکتا ہے۔ اس یہ اگر گناہ آپ کو دبوچ رہا ہے' راستے میں اتفاق سے گناہ کی دیوار اگر آپ کے سَر کے اوپر گر گئی ہے تو اس کا ابلاغ کرنے کی کیا ضرورت ہے' خاموشی سے

چلتے جاؤ۔ اگر گناہ میں آپ Enjoy کر رہے ہیں تو آپ کی گرفت ہوگی اور اگر طوعاً اور کرھاً کر رہے ہو تو یہ آپ کی مجبوری ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ جہاں آپ نے Enjoy کرنا شروع کر دیا وہاں آپ کی گرفتاری شروع ہو گئی۔ جہاں آپ کی خواہش شامل ہوگئی وہاں آپ کی گرفت آ گئی۔ اگر مجبوری تھی تو پھر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو گناہ کیا ہے؟ اللہ کے حکم کے خلاف۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی آپ کی استعداد سے زیادہ حکم نہیں فرمایا۔ یہ نہ کہنا کہ سماج ہی ایسا تھا، ہر طرف عیاشی تھی، ہم کیسے گناہ نہ کرتے؟ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ آج کل کتنے ہی لوگ ہیں جو گناہ نہیں کرتے۔ اس دور کے اندر بھی رشوت نہ لینے والے موجود ہیں، اس دور کے اندر رشوت نہ دینے والے بھی موجود ہیں۔ آپ ان "بے وقوف" لوگوں کی طرح زندگی بسر کر لو تو بڑے آسان ہو جاؤ گے۔ آپ "دانائیاں" کرتے ہو، رشوت لیتے رہتے ہو۔ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ کی بات کا فیصلہ ہو گیا کہ کیا گناہ سے بچا جا سکتا ہے۔ تو میں جواب دے رہا ہوں کہ گناہ سے بچا جا سکتا ہے۔ گناہ کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی خلاف ورزی کو گناہ کہتے ہیں۔ کیا گناہ معاف ہوتا ہے؟ ہاں، معاف ہوتا ہے۔ اگر گناہ کرنے والا، جس نے گناہ کیا ہے، اگر توبہ کر لے اور آئندہ ایسا گناہ نہ کرنے کا فیصلہ کر لے تو توبہ شروع ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو توبہ کی توفیق دے ـــــــ پکی توبہ ہو جائے ـــــــ

آپ سب محفوظ رہیں اور خوش رہیں۔

امین۔ برحمتك یا ارحم الراحمین۔

5

1. اکثر ہم ایک کیفیت کے بارے میں پڑھتے اور سُنتے ہیں کہ حضوریٔ قلب کوئی چیز ہے۔سر! اس بارے میں رہنمائی فرما دیں؟
2. میں نے نوکری کے لیے Apply کیا ہے۔کیا اس کے لیے خواہش اور دعا کر سکتے ہیں؟
3. آپ نے فرمایا ہے کہ وہ مطمئن لوگ ہوتے ہیں۔اب یہ کیسے معلوم ہو گا کہ ہم ان لوگوں میں شامل ہیں جو مطمئن ہوتے ہیں۔
4. کچھ واقعات تو ایسے آ جاتے ہیں سر! جب ہم وقتی طور پر پریشان ہو جاتے ہیں۔
5. رحمٰن اور رحیم کے معانی تقریباً ایک سے لگتے ہیں' پھر یہ الگ الگ کیوں ہیں؟
6. جناب! کیا انسان کے سوچنے کا جو عمل ہے' کیا وہ کسی مقام پر آ کے رُک بھی جاتا ہے؟
7. آپ کی کتاب میں "حمد" کی ایک نظم میں آپ کا ارشاد ہے کہ "عدم اور وجود کا خالق اللہ ہے"۔تو وجود کا خالق تو کچھ سمجھ میں آیا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ عدم کا خالق کیا ہے کیونکہ عدم تو عدم ہے' اس میں تخلیق کہاں ہے۔
8. اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے زمینوں سے اور آسمانوں سے اور پہاڑوں سے فرمایا کہ تم یہ امانت لے لو تو انہوں نے انکار کر دیا۔تو کیا ان میں بھی کسی سطح پہ شعور ہو گا۔

سوال:

اکثر ہم ایک کیفیت کے بارے میں پڑھتے اور سُنتے ہیں کہ حضوریٔ قلب کوئی چیز ہے۔ سر! اس بارے میں رہنمائی فرمادیں؟

جواب:۔

یہ سارے واقعات جو ہیں یہ علم کے ہیں اور بیان ہیں۔ سُن کر تو حضوریٔ قلب کی سمجھ نہیں آ سکتی۔ حضوریٔ قلب جن کو ہوتا ہے ان کو ہوتا ہی رہتا ہے۔ اب جس نے بیان دیا ہے کہ حضوریٔ قلب کیا ہے تو اس کا مفہوم اور ہے۔ اس کی مراد یہ ہے کہ آپ کی بات دل کے ساتھ ہو آپ جو کہہ رہے ہو وہ Feel کرو اور جو Feel کر رہے ہو اس کو Authentic مانو حتیٰ کہ آپ کے اندر طبیعت میں اتنا میلان پیدا ہو جائے کہ Other than that آپ اور کوئی چیز نہ سوچ سکو اور پھر آپ ایک محویت کے عالم میں آ جاؤ۔ اس طرح کہ جیسا اس شعر میں ہے ؎

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں

محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

اب اس کے گرد کوئی اور واقعہ نہیں ہے جو اس کون و مکان کا ہے۔ تو بیان کے مطابق کسی بات کو حاصل کرنا بڑا مشکل ہے۔ اگر آپ عطا کے طور پر

دیکھوتو ہر چیز ہی عطا ہے۔ یہ سارا واقعہ جو ہے لا صلاۃ الا بحضور القلب کہ نماز‘ نماز نہیں ہے مگر حضورِ قلب سے۔ اب نماز میں حضوریٔ قلب ایک لفظ ہے‘ محویت ہے اور Singleness ہے Purpose کی‘ احساس کی۔ یعنی کہ اللہ کے علاوہ خیال ہے‘ ماسوا کے خیال سے الگ ہو جانا۔ یہ تو ہوئی ناں نماز کے بارے میں بات۔ اب یہ حاصل کیسے ہوتا ہے؟ حاصل مہربانی سے بھی ہوتا ہے‘ کیریکٹر سے بھی ہوتا ہے۔ آپ قرآن پڑھتے رہا کرو‘ قرأت کرتے رہا کرو تو آپ نہیں بھولو گے سنقرئك فلا تنسٰی یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ قرأت کرتے رہا کرو تو بھولو گے نہیں۔ مطلب یہ کہ جو لوگ نماز کے پابند ہو گئے وہ سارے خیالات کو ترک کر کے نماز کے ٹائم پر رجوع کر لیتے ہیں۔ نماز کو انہوں نے مقدم کر دیا۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ حضورِ قلب صرف نماز میں نہیں ہوتا بلکہ وہ حضورِ قلب ہمہ حال ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ پھر نماز کے وقت کے علاوہ بھی حضورِ قلب ہے۔ ہے وہ نماز کے اندر ہی گم رہنا۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ یوں کائنات کو تلاش کرو کہ یہ چاند‘ یہ سورج‘ یہ آسمان‘ یہ زمین‘ یہ لوگ‘ یہ رزق کا پھیلا ہوا جال‘ سلسلۂ تلاش‘ یہ سمندر اور دوسرے واقعات ______ یہ سب چلتے چلتے‘ آپ اوپر کی طرف فلائٹ کر گئے۔ جیسے بھی آپ کر گئے۔ پھر پتہ چلا کہ خدا کائنات کا خالق ہے‘ مالک ہے‘ اسی کا سب ہے۔ تو یہ پرواز عالمِ بالا کی طرف ہے۔ اب اتنی بات کہاں سمجھ آئے گی۔ چاند تاروں میں آپ گم ہو جائیں گے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ پتہ نہیں کہاں ہے‘ تو اُسے سجدہ کر دو۔ تو سجدے میں گم ہو جاؤ‘ سجدے کے اندر گم ہو جاؤ حتیٰ کہ محویت کے اندر اور محو ہو جاؤ۔ اب اُوپر کی جو ٹوٹل کائنات

ہے External' جو آپ سے باہر ہے' وہ کائنات تو آپ کے علم میں ہے لیکن جو آپ کی واردات ہو گی وہ Internal کائنات سے ہو سکتی ہے' باہر کی کائنات آپ کی واردات کبھی نہیں بن سکتی۔ بات نہیں سمجھ آئی؟ مثلاً چاند بہت خوبصورت ہے' لیکن جب آپ چاند دیکھتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ آپ کے دیکھنے کا عمل خوبصورت ہے' چاند تو دور کی بات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی بینائی بڑی خوبصورت ہے۔ اب آپ باہر کی دنیا سے نکل کے اندر آ گئے۔ پتہ چلا کہ بینائی دینے والے نے آپ کے اندر یہ کمال کر دیا۔ پھر اس بینائی کی Reception اچھی ہے' Reception کا تجزیہ اچھا ہے' تجزیے کا احساس اچھا ہے' احساس سے محویت اچھی ہے۔ اب چاند تو وہیں رہ گیا جہاں وہ تھا اور آپ اس کے ذریعے حضوریٔ قلب میں آ گئے۔ تو حضوریٔ قلب آپ کا نام ہے نظارے کا نام نہیں۔ یہ شعبہ آپ کے اپنے اندر ہے۔ اسی طرح محبوب کی بات ہے' بڑے سے بڑے محبوب کو دیکھ لیں۔ محبوب سے محبت ہوتی ہے۔ محبت کس کے پاس ہے؟ محبت تو آپ کے پاس ہے۔ پھر محبوب کیا کرتا ہے؟ تو جو کچھ آپ کو حاصل ہے یہ حضوریٔ قلب ہے۔ دینے والے کا احسان ہو گا' اس کے اپنے واقعات ہوں گے' لیکن جو آپ کے پاس ہے وہ آپ کا حضورِ قلب ہے یعنی کہ قلب کا حضور ہونا ہے۔

الف اکھیاں کھول کے ویکھ مورکھ
جس نوں ڈھونڈنا ایں تَیں تھی دُور ناہیں
شہ رگ تھی بہت قریب اے او

تیرا اپنا قلب حضور ناہیں
چام چٹھ وانگوں اناں آپ ہویوں
آفتاب دا کُجھ قصور ناہیں
پردہ غفلت دا پیا ای ہدایت اللہ
تاں ای مُدھ نوں دِسدا نُور ناہیں

اگر اپنا قلب حضور نہیں ہے تو پھر وہ "چام چٹھ" یعنی چمگادڑ کی طرح اندھا ہوگا۔ سورج کو دیکھنے کے لیے چمگادڑ کی آنکھ کام نہیں آ سکتی' نہ اُلو کی آنکھ کام آ سکتی ہے۔ اُلو اور چمگادڑ جو ہیں یہ سورج کا نظارہ نہیں کر سکتے۔ ہر چند کہ ان کی آنکھیں ہیں لیکن ان بے چاروں کی آنکھیں رات کو کھلتی ہیں۔ تو جن لوگوں کی آنکھ اندھیرے میں کھلتی ہے ان کو روشنی سے کیا غرض ہے۔ تو حضوریٔ قلب جو ہے یہ تمہارا اپنا نام ہے۔ یہ کیسے ملتا ہے؟ ان لوگوں کو تو نہیں مِلتا جو گِلہ کرنے والے ہیں' جو لوگ شکایت کرنے والے ہیں' جو لوگ کائناتی زندگی سے اور زندگی کی کائنات سے جھگڑنے والے ہیں' جو میاں بیوی آپس میں جھگڑنے والے ہیں' جو محلے میں جھگڑنے والے ہیں' جو دو کانوں میں جھگڑنے والے ہیں' سامان پہ جھگڑنے والے ہیں' ہر ایک سے جھگڑنے والے ہیں۔ اب یہ جو آپ کے سربراہ ہیں حضوریٔ قلب ان کو پچیس ہزار سال تک نہیں ملے گی کیونکہ ان کے اندر جھگڑا ہے' ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش ہے۔ تو یہ سارے Totally اور Simultaneously حضوریٔ قلب سے محروم ہو گئے۔ ان کی شانتی ختم ہو گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو یہ حق نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو عروج دے۔ اللہ تعالیٰ

جس کو چاہے عروج دے۔ یہی بات تو فرعون کو سمجھ نہیں آ سکی کہ موسیٰ علیہ السلام جو اس کے گھر میں پلتے رہے ہیں' وہ پیغمبر کیسے ہو گئے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ اب پھر انتقام کی بات آئی اور اللہ نے درمیان میں Interfere کر دیا اور وہ آدمی رخصت ہو گیا۔ اب Divine Interference کے بعد بھی اگر تم لوگ اپنا انتقام لیتے ہو تو حضوریٔ قلب ختم ہو جائے گی۔ حضوریٔ قلب کی پہلی شرط ہے واقعات کو تسلیم کرنا کہ یہ واقعہ جو آ رہا ہے وہ اللہ کی طرف سے آ رہا ہے' عزت بھی ادھر سے آ رہی ہے' ذلت بھی ادھر سے آ رہی ہے' سب واقعات اُدھر سے آ رہے ہیں۔ حضوریٔ قلب ان کو ملتا ہے جن میں ایثار ہو' جن میں حاصل کا جذبہ نہ ہو بلکہ ایثار کا جذبہ ہو۔ حضوریٔ قلب ان کو ملتا ہے جو راز دان ہوں' جو لوگوں کے راز Keep کریں' لوگوں کی خامیوں کی ستارالعیوبی کریں' جس کی جو خامی' Weakness کسی کو نظر آئی' کوئی گناہ نظر آ گیا اُسے چھپائیں۔ تو پھر آپ کو حضوریٔ قلب مل جائے گی۔ آپ میں جتنی جتنی ستارالعیوبی آ جائے گی آپ کو حضوریٔ قلب ملتی جائے گی۔ اس زندگی میں کسی چیز کو کریدنا نہیں ہے۔ یہ حکم ہے کہ ولا تجسسوا تجسس نہ کرو' کسی پر بدظنی نہ کرو اِنّ بعض الظن اثم تو بعض اوقات ظن کرنا جو ہے یہ گناہ ہو جاتا ہے' ان کو As such رہنے دو' حسنِ ظن رکھو۔ حضوریٔ قلب ان لوگوں کو نہیں ملتا جن کے پاس پیسہ گننے کا جذبہ ہو یا پیسہ گننے کا شوق ہو یا عادت ہو۔ تو حضورِ قلب جو ہے یہ عطا بھی ہے اور اس کا فارمولا بھی ہے۔ شکایت کرنے والے کو حضورِ قلب نہیں ملے گا' شکوہ کرنے والے کو حضورِ قلب نہیں ملے گا' اپنا پروگرام رکھنے والے

کو حضورِ قلب نہیں ملے گا' حاصل کی تمنا ڈھیروں ڈھیر رکھنے والے کو حضورِ قلب نہیں ملے گا۔ تو ان کو بیتابی ملے گی اور حضورِ قلب نہیں ملے گا۔ مطلب یہ کہ قدرت نے جو کام کر ڈالا اگر آپ اس کے اندر کچھ اور کرنا چاہتے ہیں' اس کے علاوہ کرنا چاہتے ہیں تو حضوریٔ قلب نہیں ملے گی۔ حضوریٔ قلب یہ ہے کہ ہو چکنے والے کو تسلیم کر جانا۔ اگر بیٹی کی بجائے بیٹا پیدا ہو گیا تو اسے تسلیم کرو یا بیٹی پیدا ہو گئی' تو تسلیم کرو' جو پیدا ہو گیا اُسے تسلیم کرو۔ کمزوری آ گئی ہے تو اُسے تسلیم کرو۔ خدانخواستہ بیماری آ گئی ہے تو اُسے تسلیم کرو۔ جو واقعات پیدا ہو گئے انہیں تسلیم کرو۔ جو کچھ ہوا اُسے تسلیم کرو۔ حضوریٔ قلب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی زندگی میں ایسے Involve کرنا جیسے یہ اس کی زندگی ہے۔ ہے تو یہ بڑا مشکل۔ یعنی اپنی زندگی میں سے اپنے آپ کو نکال دینا جو ہے یہ حضوریٔ قلب کا آغاز ہے۔ ہے یہ بڑا مشکل۔ ویسے آسان بھی بہت ہے کہ یہ زندگی اللہ کو دے دو اور کہو کہ آپ اسے چلائیں' ہم سے تو نہیں چلتی۔ مطلب یہ کہ کشتی خدا پہ چھوڑ کر لنگر کو توڑ دو۔ حضوریٔ قلب کا ایک طریقہ یہ ہے۔ لنگر اندازیاں اور فکر طرازیاں اور اس طرح کے واقعات چھوڑ ہی دو۔ دریا جانے' کشتی جانے اور موج جانے۔ یہ بات ہر آدمی کے لیے نہیں کیونکہ ہر آدمی کا حضوریٔ قلب سے واسطہ نہیں ہے۔ حضوریٔ قلب جو ہے ہر ساجد کو نہیں ملے گی لیکن اس ساجد کو ملے گی جو جان کا سجدہ دے' جان کا نذرانہ کرے' مقصد یہ کہ جو Total Surrender کرے۔ اور یہ جو لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ یہ دے دے' وہ دے دے' یہ پھول دے دے' وہ کلیاں دے دے' فلاں کام

ہو جائے' تو حضوریٔ قلب کے لیے تو یہ جھگڑا ہی جھگڑا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ حضورِ قلب تسلیم و رضا والوں کا ہے۔ حضورِ قلب والوں کا ذکر حضورِ قلب دیتا ہے۔ یہ اور بات ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے۔ مثلاً ہم اگر حضورِ قلب کا ایک Norm اور سٹینڈرڈ بنائیں کہ حضوریٔ قلب کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حضور پاک ﷺ کی محبت سے ہے۔ اور جو سنت ہے وہ آپ کے لیے کربلا ہے۔ آپ لوگ اس میدان میں اس انداز سے زندگی گزارو جیسے کہ یہ زندگی تسلیم و رضا کے لیے ہے۔ پھر اُس ذکر سے آپ کو حضورِ قلب مل جائے گا۔ کیونکہ حضورِ قلب جو ہے یہ Distribute ہوتا ہے اور اسے Distribute کرنے والا کوئی شعبہ ہوتا ہے۔ یہ وہ ہوتے ہیں جن کا حضورِ قلب، تسلیم ہو گیا۔ حضوریٔ قلب کا معنیٰ ہے تسلیم و رضا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ کسی ایک کیفیت میں گُم کر دینا۔ اس حد تک گم ہو جانا کہ اس کے خیال میں خدا جانے کہاں سے کہاں چلے گئے۔ یہ حضوریٔ قلب ہے۔ تو حضورِ قلب اصل میں حضورِ حق ہے۔ اگر آپ کا قلب ہر وقت ؎

کسے در سینہ می گوید کہ ہستم

تو اندر سے کوئی آواز آئے کہ میں ہوں۔ تو یہ جو ''میں'' ہے یہ اپنے اندر ایک نیا ''میں'' دریافت کرتا ہے اور یہ حضورِ قلب ہے۔ تو آپ کے اندر کوئی نیا شعبہ آ جائے' کوئی نئی لائٹ آ جائے' نئی روشنی آ جائے' آپ کے اندر کوئی نیا پن پیدا ہو جائے تو یہ حضوریٔ قلب ہے۔ یعنی آپ کے اپنے اندر۔ آپ ذرا سوچیں تو یہ آسان بھی بہت ہے۔ آپ زندگی میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ تو خود

آپ کو بھی پسند نہیں ہے اور پھر بھی آپ کو اپنی عقل پہ ناز ہے۔ تو اپنی زندگی بنالو۔ کہتا ہے بن تو گئی ہے۔ پھر؟ کہتا ہے کہ تھوڑا سا نقص ہے۔ یہ نہیں کہ صرف آپ یہ کہہ رہے ہو بلکہ ہر ایک نے یہی کہا ہے۔ بادشاہ سے پوچھو کہ بادشاہ بننے کے بعد کیا تکلیف ہے' اب تو تم بادشاہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ ابھی ٹارگٹ Achieve نہیں ہوا۔ ٹارگٹ تو تب Achieve ہو گا جب اوپر سے آخری پروانہ آ جائے گا اور وہ کہے گا کہ ہم تیرا ٹارگٹ Achieve کرتے ہیں۔ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو یہ کہے کہ یہی میرا ٹارگٹ ہے' یہی میری منزل ہے' یہی میرا حاصل ہے' یہی میرا انجام ہے' یہاں پر میں راضی ہوں۔ اگر اُس سے پوچھو کہ اب تیرا کون سا Step ہے تو وہ کہتا ہے کہ دو چار اور چیزیں صحیح ہو جائیں تو میں راضی ہو جاؤں گا یا دو چار نامناسب چیزیں میری زندگی سے نکال دو تو میں راضی ہو جاؤں گا۔ تو وہ کیا کہے گا؟ کہ دو چار دشمن نکال دو' بیماریاں نکال دو' تو میں راضی ہو جاؤں گا' کچھ اِدھر سے دے دو' کچھ اُدھر سے دے دو تو میں راضی ہو جاؤں گا' پھر آسانی ہو جائے گی اور میں راضی ہو جاؤں گا' میں تو تسلیم و رضا والا بندہ ہوں' میں اپنے لیے تو نہیں بلکہ لوگوں کے لیے کہہ رہا ہوں ______ یہ ساری بے ایمانی کی کہانی ہے۔ اب کہتے ہو کہ یہ مل جائے' وہ مل جائے۔ اب جس جگہ پر ہو' پہلے کہتے تھے کہ یہاں پر پہنچ جاؤں اور یہاں پہنچے ہو تو کہتے ہو کہ ایک دو اور چیزیں مل جائیں۔ ہر آدمی اپنی موجودہ چیزوں میں کوئی نہ کوئی Addition کرنا چاہتا ہے۔ Addition کی جتنی زیادہ تمنا ہو گی اتنا ہی حضورِ قلب کم ہو گا۔ اب آپ خود اپنی لائف میں دیکھ لیں کہ جو کچھ آپ کے پاس موجود ہے اس میں کتنا

اضافہ چاہیے؟ جس کو جتنا اضافہ چاہیے اتنا حضورِ قلب Minus کر دو۔ جو یہ کہے کہ میں As it is راضی ہوں تو اُسے حضورِ قلب مل گیا۔ جب یہ مقام آ جائے کہ کمی نہ ہو' بیشی نہ ہو' نہ اس میں سے کچھ نکالنا پڑے' نہ اس میں کچھ ڈالنا پڑے تو یہ حضورِ قلب ہے۔ یہ کم لوگوں کو ملتا ہے لیکن مل جاتا ہے۔ اسے قلبِ مطمئنہ بھی کہیں گے اور پیدائشی طور پر Peaceful کہیں گے۔ یہ Peace within اور Peace without ہے۔ اگر کسی نے گالی دے دی تو وہ کہے گا کہ یہ تمہارا کام ہے' تمہارا عمل ہے' میرا تو عمل ہی نہیں ہے۔ کسی کی گالی سے کسی کی توہین نہیں ہوتی۔ کسی آدمی کی کسی اور کے عمل سے کیا توہین ہو گی۔ اگر آپ اس طرح زندگی گزار دیں تو یہ ہے حضوریٔ قلب۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی عطا ہے۔ یہ بڑی طاقت والا مضمون ہے' چھوٹا آدمی حضوریٔ قلب نہیں کر سکتا۔ وہ پہلے ہی پریشان ہے۔ دریا کی چھوٹی چھوٹی لہریں' چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی طرح چاں چاں کرتی رہیں گی۔ کبھی کبھی شیر کو موقع ملے گا تو وہ دھاڑے گا۔ حضوریٔ قلب جو ہے یہ اپنے آپ کو دریافت کرنے کے بعد ملتی ہے' اپنی خواہشات کو Reduce کرنے کے بعد ملتی ہے' ''لوڈ شیڈنگ'' کے بعد ملتی ہے' کسی بڑے نظام میں داخل ہونے کے بعد ملتی ہے' بڑے آئیڈیل کے ساتھ ملتی ہے' کسی مقصد میں ہونے سے ملتی ہے' تسلیم و رضا سے ملتی ہے' سجدے سے ملتی ہے' اللہ کے زیادہ ذکر سے ملتی ہے' بار بار ذکر کرو' اللہ کا ذکر بار بار کرو' حتیٰ کہ ایسا ذکر کرو کہ ذاکر کے قریب ہی مذکور ہو یا مذکور کے قریب ذاکر پہنچ جائے یا ذکر' ذاکر اور مذکور قریب قریب رہنے لگ جائیں کہ یہ ذکر ہے' یہ ذاکر ہے اور ساتھ ہی مذکور ہے۔

ہے۔ کہتا ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ میرے پاس ہی ہے

خلقت کُوں جیندی گول ہے

ہر دم فریدؔ دے کول ہے

تو جس کو لوگ ڈھونڈ رہے ہیں وہ فریدؔ کے پاس ہے ہر وقت۔ یہ ہے حضوریٔ قلب کا مقام' جس میں دور کی تلاش پاس سے پیدا ہو جائے۔ جس طرح چاند سورج یا سارا عالم کہاں ہے؟ آپ کی آنکھ کے تِل میں ہے۔ یہ ہے حضوریٔ قلب۔ یہ اس کی پہچان ہے۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کو پہچان گئے تو یہ آپ کے دل کے شعبے کی بات ہے۔ تو یہ پہچان ہونے کا ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ اُس نے اپنی پہچان تمہارے دل کے ذریعے رکھی ہے' تمہیں وہ دل دے دیا ہے اور یہ دل اگر اللہ کے ساتھ In Tune ہو جائے تو یہ حضوریٔ قلب ہے۔ یہ عطا ہے۔ اگر غور کرتے جائیں تو یہ سارا فارمولا بن سکتا ہے۔

سوال:

میں نے نوکری کے لیے Apply کیا ہے۔ کیا اس کے لیے خواہش اور دعا کر سکتے ہیں؟

جواب:

اس کے لیے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ضروریات کا شعبہ' مجبوری کا شعبہ' اور فرائض کا شعبہ فقیری کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ اتنی رکاوٹ کو آپ برداشت کرو۔ اگر سروس کے لیے Apply کیا ہوا ہے یا کوشش کر رہے ہیں' مکان بنانا چاہتے ہیں' اینٹوں کے لیے بھٹے پر گئے ہیں' بھٹے والے سے کوئی بارگین کر رہے ہے

ہیں کہ ذرا رعایت کردو ______ تو یہ انسان کی مجبوریاں ہیں۔لیکن جو اس مقام سے آگے نکل گیا ہم اُن کو یہ علم بتا رہے ہیں کہ جو یہ زنجیریں توڑ چکے ہیں' اس نگری سے منہ موڑ چکے ہیں۔ یہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اس طرح الگ ہو جاتے ہیں۔ان کے لیے کوئی حاصل نہیں ہے' وہ اللہ کے نوکر ہوتے ہیں' اللہ کی نوکری کرتے ہیں۔ یہ کچھ لوگ ہوتے ہیں' ہم ان کی بات کر رہے ہیں۔ آپ اپنی زندگی میں نوکری بھی کریں' تنخواہ بھی لیں' دفتر بھی جائیں' دوسرے واقعات بھی کریں۔ اگر اس زندگی میں کبھی موقع مل جائے' خیال آ جائے تو پھر یہ نہ ہو کہ آپ مایوسیوں کے صحرا میں چلے جاؤ بلکہ یہ ہو کہ آپ توکل کی سرزمین میں نکل جاؤ۔اگر کبھی زندگی میں یہ خیال آ جائے کہ ہم یہ کیا کر رہے ہیں' اگر یہ حاصل کرنا تھا تو یہ کیا حاصل ہے' جن کے لیے ہم نے کام کیا انہوں نے ہمارا کیا ساتھ دیا۔ آپ بڑا زور لگاتے ہیں کہ یہ پیسے اکٹھے کرو' وہ پیسے اکٹھے کرو اور پھر آپ کے بچوں کے پاس اتفاق سے اس سے زیادہ ہی پیسے آ جاتے ہیں۔ وہ پھر کہیں گے کہ آپ نے کیا پیسے اکٹھے کیے ہیں' یہ تو ہم نے بائیں ہاتھ سے کما لیے ہیں' جائز نا جائز ______ تو پھر یہ واقعہ اور ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ کوشش کریں۔ میں منع نہیں کر رہا ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ سارے درویش بن جائیں' فقیر بن جائیں بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کا علم ہونا چاہیے۔ اس زندگی میں دنیاوی ضرورتوں کی وجہ سے' جائز ضرورتوں کی وجہ سے' فرائض کی ضرورت کی وجہ سے' تکالیف اور حوادث رہیں گے۔ لیکن وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں چل پڑے ان کے لیے تکلیف اور حادثہ کچھ نہیں ہوتا۔ وہ خود ہی حادثہ ہوتے ہیں۔ ان کی کہانی

اور ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ان کو اور تکلیف کوئی نہیں ہوتی ہے۔ ان کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حوالے ہو چکی ہوتی ہے۔ تو کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ ان کو حضورِ قلب ملتا ہے۔ آپ کے اندر درجہ بدرجہ حضورِ قلب ہوگا۔ کہ آپ بے ایمانی نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، ملاوٹ نہ کرو، کسی کو تکلیف نہ دو۔ اس طرح تھوڑا تھوڑا حضورِ قلب آپ کو مِلتا جائے گا۔ حضوریٔ قلب کے لیے ایک کھڑکی کھل جائے گی، سورج نہ سہی، کوئی کرن یا کوئی عکس ہی پڑ جائے گا۔ اگر آپ حضوریٔ قلب والوں کا ذکر کرتے جائیں تو آپ کو اطمینان اور طمانیت ہو جائے گی۔ حضورِ قلب کا مکمل میسر آنا جو ہے وہ مکمل تسلیم کے بعد ممکن ہے۔ یہ سب لوگوں کی بات نہیں ہے۔ سب لوگوں کے لیے بہتر ہے کہ وہ فرض سمجھ کے نماز پڑھتے جائیں، وہ حضورِ قلب عطا کر دے تو ٹھیک ہے ورنہ فرض تو پورا کرتے جاؤ، کہ ہم پھر آ گئے نماز پڑھنے کے لیے، دوسری نماز پڑھنے کے لیے آ گئے، پانچویں پڑھنے کے لیے آ گئے۔ اب یہ کہو کہ ہمیں حضورِ قلب کا پتہ تو نہیں، ہم حاضر ہیں۔ کبھی وہ عطا کر دے تو ایک سجدہ حضوریٔ قلب کے ساتھ بھی ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کو یہ بات بتا رہے ہیں۔ ہم آپ کو فرائض سے بھاگنا نہیں بتا رہے۔ فرائض اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں، وہ کرتے جاؤ۔ آپ کو حضوریٔ قلب کا علم ہونا چاہیے۔ بعض اوقات مایوسی اور تکلیف بھی حضوریٔ قلب جیسی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مایوسی کو حضوریٔ قلب کہہ دینا۔ جب بندہ مکمل طور پر مایوس ہو جائے تو مایوسی کی بھی بڑی حضوریٔ قلب ہوتی ہے اور وہ بندہ کہتا ہے کہ What is this life, this is absurd یہ لائف کیا ہے، یہ تو Absurd ہے، یہ کوئی زندگی ہے، ماں

باپ بھی Absurd ہیں' ماں باپ کیا ہوتے ہیں' اولاد بھی Absurd ہے' وہ اپنا کام کرتی ہے' ہمارا ان سے کیا واسطہ ہے' ان کے لیے ہم پیسہ کما کما کے مر جاتے ہیں اور پھر وہ کھا پی کے فارغ ہو جاتے ہیں' تو یہ سارا واقعہ کیا ہے' ہم تو ان کے نوکر ہی لگے ہوئے ہیں' پہلے ماں باپ کی نوکری کی ہے' اب اولاد کی نوکری کرتے جا رہے ہیں' بیوی کی نوکری کرتے جا رہے ہیں ______ تو یہ کون ہے؟ یہ دنیا دار ہے جو حضوریٔ قلب سے محروم ہے۔ جو حضوریٔ قلب والا ہے وہ یہ ساری باتیں کرے گا اور کہے گا کہ ماں باپ کی نوکری کا موقع ملا' اولاد کی خدمت کا موقع ملا' مہمانوں کی خدمت کا موقع ملا' بیوی کی خدمت کا موقع ملا ______ تو اس کے لیے سب حضوریٔ قلب کا ذریعہ ہیں۔ اس لیے کبھی مایوس آدمی کی مایوسی کو حضوریٔ قلب نہ مان لینا۔ اسی طرح بیمار آدمی سارے عنوانات کو صحت کے حوالے سے ماپتا ہے۔ اسی طرح جو غریب ہے اور کوشش کرتے کرتے بھی غریبی دور نہیں ہوئی تو وہ ہر آدمی کو برا سمجھے گا۔ تو یہ حضوریٔ قلب جو ہے اس کی مہربانی ہے۔ یہ بے شمار مشائخ کو بھی نہیں ملتا' بے شمار اولیائے کرام کو بھی نہیں ملتا اور آدھے لوگ تو اضطراب میں پائے جاتے ہیں۔ تو یہ حضوریٔ قلب والے لوگ بہت کم ہوتے ہیں' بہت کم ایسی روحیں ہوتی ہیں جن کی حضوریٔ قلب کے ساتھ پرورش کی جاتی ہے۔ ورنہ تو اضطراب کے ساتھ ہوتی ہے کہ کبھی یہاں اور کبھی وہاں' بستی بستی سیلانی چلتے جاتے ہیں۔ بہر حال یہ اُس کی مہربانی ہے جس کو چاہے وہ عطا کر دے۔ یہ قلوب کی کیفیت ہوتی ہے' پیدائشی طور پر ایسے قلوب ہوتے ہیں۔ کچھ دل ہوتے ہیں ایسے جو جھگڑالو ہوتے ہیں' کچھ مطمئن ہوتے

ہیں، کچھ دنیا سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں، کچھ دنیا سے الگ رہنے والے ہوتے ہیں، تو حضوریٔ قلب ان کی داستان ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس کام کے لیے۔

اور پوچھو______بولو______حافظ خوشی محمد بولیں______بولا کرو______چغتائی صاحب! کوئی بات پوچھو______

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ وہ مطمئن لوگ ہوتے ہیں۔ اب یہ کیسے معلوم ہو گا کہ ہم ان لوگوں میں شامل ہیں جو مطمئن ہوتے ہیں۔

جواب:

اس کا اعلیٰ اور اصلی معیار جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے پاس جو زندگی موجود ہے اس میں اضافہ اور تخفیف کی تمنا جتنی کم ہو گی آپ اتنے ہی مطمئن ہوں گے۔ تمناؤں کے حوالے سے انسان کہتا ہے کہ اس میں یہ شامل کر دیں، یہ چیز نکال دیں، دو چار پروموشن ہو جائیں، تو پروموشن شامل ہونے والی تمنا ہے اور نکلنے والی تمنا یہ ہے کہ یہ جو درد کی داستان ہے، یہ نکل ہی جائے تو اچھا ہے، یہ جو کانٹا ہے آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا ہے، یہ نکل ہی جائے۔ تو یہ جو نکالنے کی خواہش ہے اور زندگی میں ڈالنے کی خواہش ہے، یہ جتنی کم ہو گی آپ اتنے اطمینان والے ہوں گے۔ اطمینان والے یا حضوریٔ قلب والے لوگ وہ ہوتے ہیں جو زندگی کو As such تسلیم کرتے ہیں اور Amendment کی زیادہ خواہش نہیں رکھتے، ڈیمانڈ زیادہ نہیں کرتے، Complaint زیادہ نہیں کرتے،

Improvement کی زیادہ تمنا نہیں کرتے۔ Improvement ساتھ ساتھ ہوتی جاتی ہے۔ آپ آج کے ذہن سے اپنی لائف کو Improve کرتے ہیں اور Improved لائف جو ہے وہ Tomorrow بھی کام آتی ہے اور Tomorrow کا ذہن آپ کا ہے نہیں۔ اس لیے آپ پریشان ہو جاتے ہیں۔ آپ کا آج کا ذہن ہے اور اس آج کے ذہن کو یا تو آپ نے ماضی میں لگایا ہوا ہے کہ یہ واقعہ ہوا تھا' وہ واقعہ ہوا تھا۔ تو وہ پرانا واقعہ ہے اور آپ آج کے ذہن سے کل کا اثر بیان کر رہے ہیں یا پھر آج کے ذہن کے ساتھ آنے والے کل کی ضروریات کو بیان کرتے جا رہے ہیں۔ تو آج کا ذہن تو زیرو ہو گیا۔ کل جب آئے گا اس وقت دیکھا جائے گا' آج کے ذہن کو آج کے دن کے ساتھ لگاؤ۔ آدھے سے زیادہ لوگ اس لیے پریشان ہیں کہ وہ ماضی کی اصلاح کر رہے ہیں اور باقی آدھے لوگ اس لیے پریشان ہیں کہ وہ مستقبل کے لیے کچھ محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے حال جو ہے وہ بدحال ہے' اس لیے کہ کبھی ماضی کی اصلاح چاہتا ہے' کبھی مستقبل کا خیال کرتا ہے' کبھی ماضی کا خیال کرتا ہے' اُدھر چلا جاتا ہے' Memory, Recollection, Reminiscence اور اس طرح کے سارے واقعات کرتا جا رہا ہے اور پھر یہ غور و فکر کرتا جا رہا ہے کہ ایسے واقعات ہو جائیں گے' خواب' خیال' اُمیدیں' پروگرام' ترقیاں اور لمبے منصوبے۔ مختصر زندگی ہے پھر کھیل ختم ہو جائے گا۔ اس طرح آج کا ذہن جو ہے وہ پریشان ہو گیا۔ یہ لوگ جو ہیں وہ اطمینان سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جن کا ذہن ماضی میں یا مستقبل میں کھو گیا وہ حال سے محروم ہو گئے۔ آپ لوگ ماضی

کی پراڈکٹ ہیں' ماضی جہاں سے آیا وہ آج تک پہنچ گیا۔

سونپ دو تاریخ کو گزرا ہوا ہر حادثہ
ہے تجھے درپیش جو مرحلہ اب محسوس کر

تو اب کے مرحلے کو آج محسوس کرو۔ تم تو تاریخ میں لگ گئے کہ 1975ء میں ایک واقعہ ہوا تھا' پھر 1976ء میں ایک اور واقعہ ہوا______ تو یہ ساری گنتی کرتے جا رہے ہو۔ تو یہ لوگ جو ہیں وہ کبھی اطمینانِ قلب حاصل نہیں کر سکتے جو صرف Past بولتے ہیں۔ Past صرف علم ہے۔ تو آج کے دل کو' آج کے ذہن کو تم نے ماضی کی Feelings میں گم کر دیا تو یہاں پر آج کا ذہن ختم ہو گیا۔ یا آج کا ذہن اس بات میں لگا دیا کہ' پیسے جمع کر لیتے ہیں' یہ مشکل وقت میں کام آئیں گے______ تو پہلے پیسے جمع کرو اور پھر مشکل وقت کا انتظار کرو' پھر تو وہ مشکل وقت ضرور آئے گا' اس نے تو آنا ہی ہے کیونکہ اس کے لیے تم پیسے جمع کر کے بیٹھے ہو۔ کہتا ہے بڑی دیر سے جمع کر کے بیٹھا ہوں' وہ آیا ہی نہیں ابھی تک۔ تو وہ ضرور آئے گا۔ تو وہ مشکل وقت ضرور آ جاتا ہے۔ اس لیے آج کے دن کو' آج کے دماغ کے ساتھ' اطمینان کے ساتھ گزار لو۔ دن کتنا ہے؟ لمحہ! یہ Moment ہے۔ پچھلا Moment تو Yesterday ہے اور اگلا Moment تمہارا ہے۔ تو یہ لمحہ ہی آپ کی زندگی ہے جو آج کا لمحہ ہے۔ بس! اس وقت موجود منظر کے مرہونِ نظر ہو جاؤ۔ یہی موجود منظر جو ہے یہی زندگی ہے۔ جب آپ ٹریفک میں جاؤ تو دیکھو کہ یہ ایک منظر ہے۔ یہ منظر پھر نظر نہیں آئے گا۔ ابھی اس نے ایک منٹ میں ماضی ہو جانا ہے۔ یہ جو منظر ہے اس میں جھگڑا کیوں

کرتے ہوئے یہ تو مرنے والا ہے

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

نظارے تو مرنے والے ہیں' ان کو غور سے دیکھ لو' پھر یہ نظارہ ختم ہو جائے گا۔ جس سے الجھ رہے ہو یہ نہیں رہے گا جس طرح پرانے الجھاؤ نہیں رہے۔ اس لیے سب کو دیکھتا جا۔ اس سب نے خود بخود ختم ہو جانا ہے اور دیکھنے والا بھی ختم ہو جائے گا' تمہارے وہم ختم ہو جائیں گے' تمہارے گمان ختم ہو جائیں گے' حتیٰ کہ تمہارے غم بھی ختم ہو جائیں گے۔ اور پھر تم غم پر روؤ گے کہ میرا غم ختم ہو گیا ہے' غم چلا گیا ہے' یہ کیا ہو گیا۔ انسان کے ساتھ عجیب وغریب باتیں ہوتی ہیں

مجھ کو مجھ سے جدا کیا تو نے
میرا بن کر یہ کیا کِیا تو نے
میرے آنسو بھی مجھ سے چھین لیے
اس قدر غم عطا کیا تُو نے

تو بعض اوقات وہ آنسو نہیں رہتے' وہ منظر نہیں رہتا اور پھر کچھ بھی نہیں رہتا۔ آپ پھر اس بات پر روئیں گے کہ رونا نہیں آتا۔ پھر اپنا بھی پتہ نہیں کہ کب نمبر لگ جائے' پھر وہ نظارہ ہو یا نہ ہو۔ آپ نظارے کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اے نظارے رُک جا' میں ابھی گھر سے عینک لاتا ہوں یا چشمِ بصیرت میں سُرمہ ڈال کے آتا ہوں۔ تو کہاں چشمِ بصیرت رہ گئی اور کہاں سُرمہ رہ گیا۔ بس یہی کچھ ہے' اس کو دیکھ لو۔ یہ منظر "بیڑی کا پُور اور ترنجن کُڑیاں" پھر کبھی نہیں

آ تا۔ وہ واقعہ کبھی دوبارہ نہیں آئے گا! That's all۔ اس لیے اس واقعہ کو اس نگاہ کے ساتھ اسی لمحے میں دیکھو۔ جو نہیں دیکھتے وہ ماضی میں رہتے ہیں یا مستقبل میں رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اچھے دن تو ہمارے گزر گئے' یا پھر کہتے ہیں کہ مستقبل کی بات کرو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اچھے دن ابھی آئے ہی کہاں ہیں' ہم تو بُرے دن میں جا رہے ہیں۔ اُسے کہتا ہے کہ زندگی میں Ups and Downs تو آتے ہی رہتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ Ups and Downs کی تو بات ہی کوئی نہیں' یہاں تو ڈاؤن ہی ڈاؤن ہے۔ یہ ہے اداس لوگوں کی کہانی' جو اطمینان سے محروم ہیں۔ ان کو ذرا سا غم آ جائے تو کہیں گے کہ یہ کوئی زندگی ہے' کل شام سے سر میں درد ہے' پاؤں میں موچ آئی پڑی ہے' ______ اور وہ باقی ساری زندگی کے احسانات بھول گئے۔ ایک غم کے ساتھ ساری زندگی کو گلہ شکوہ بنا دیا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں ہے' تکلیفیں تو اپنی جگہ پر ہیں لیکن یہ بڑا عجیب سا واقعہ ہے کہ آج ہوا کیسی چل رہی ہے' موسم کتنا اچھا ہے۔ تو انہیں اگر خوشی کی چیز مل گئی تو وہ خوش ہو گئے۔ اور دوسرے کو ایک غم کا موقع مل گیا تو ساری زندگی غمگین کر دی۔ یہ Attitude ہیں انسانوں کے۔ اس لیے اطمینان کرنے والوں کو اطمینان کے لیے بڑے انداز مل جاتے ہیں' خوش رہنے کے لیے زندگی میں بڑا موقع ہے اور غمگین ہونے کے لیے یہی زندگی آپ کے لیے بہت کافی ہے۔ بڑا غم ہے زندگی میں اور بڑی خوشیاں ہیں زندگی میں' آپ بہت گلہ بھی کر سکتے ہیں اور بہت تسلیم بھی کر سکتے ہیں۔ بس جیسے آپ چاہیں کر سکتے ہیں۔ اب آپ جو چاہتے ہیں وہ کر لیں۔ گلے کے لیے زندگی میں بے شمار شعبے ہیں' مثلاً وہ

کہے گا کہ ہماری بھی کوئی زندگی ہے' ضروریاتِ زندگی بھی پوری نہیں ہوتیں' آج کل کا انسان بھی کوئی انسان ہے' نہ بجلی کا نظام درست ہے' نہ کھانے کا' نہ پینے کا' نہ ٹیلیفون کا' صحت بھی ٹھیک نہیں ہے' پاکستان کوئی رہنے والا ملک تو نہیں' یہاں سے جانا ہی بہتر ہے ____ اور اگر آپ خوش رہنا چاہیں تو کہیں گے کہ یہ کنٹری جو ہے جس کنٹری میں ہم رہتے ہیں' اس سے بہتر کیا ملک ہو سکتا ہے' قدرت کا فیصلہ یہی تھا کہ ہم یہاں پیدا ہوں اور یہی ہمارا ملک ہو ____ اب اللہ کے فیصلے کو آپ کس دماغ سے چیلنج کر رہے ہیں۔ اس لیے خوش رہنے والے کے لیے خوشی کے بڑے موقعے ہیں اور غمگین ہونے والے کے لیے بھی بڑے موقعے ہیں' زندگی کو کامیڈی بنا لو تو بڑے موقعے اور ٹریجڈی بنا لو تو بے شمار موقعے۔ کہتے یہ ہیں کہ جو لوگ زندگی کو بہت ہی ٹریجڈی بناتے ہیں وہ پھر گِلے سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اس میں ٹریجڈی کوئی نہیں ہے' سارے واقعات اللہ کے حکم سے ہیں۔ آپ ذرا اللہ کا حکم تسلیم کر لو' مان لو تو زندگی میں کوئی ٹریجڈی نہیں ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ یہ پین آپ نے توڑا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ نہیں' ابا جان نے توڑا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں' خود ہی لے کر دیتے ہیں اور خود ہی توڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ کہتا ہے کہ یہ نقصان کیسے ہو گیا؟ تو وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ نے کیا ہے' نقصان کس بات کا' اسی نے مال دیا تھا' اسی نے واپس لے لیا' وہ ہمیں دیتا رہتا ہے' ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ کہتا ہے کہ اگر اللہ نے کیا ہے تو پھر کیا گِلہ۔ اگر یہ مان لو کہ آپ کے ساتھ زندگی میں ہونے والا ہر واقعہ اللہ کی طرف سے ہے تو پھر گِلہ کس بات کا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کا گِلہ بندوں کے سامنے

کرتے ہواور بندوں کے سامنے اللہ کا گلہ کرتے ہو تو تم یہ کیا کرتے ہو۔خالق کا گلہ مخلوق کے سامنے کررہے ہوتو تم یہ کیا کررہے ہو۔مخلوق کا گلہ خالق کے سامنے کررہے ہوتو مخلوق تو اُس نے بنائی ہے تو گلہ کس سے کررہے ہو یعنی کہ آرٹسٹ کے سامنے گلہ کررہا ہے اُن کی تصویر کا' کہ یہ کوئی تصویر ہے جو تو نے بنائی ہے۔تو کیا خالق اس بات سے راضی ہو جائے گا کہ تم اسے مخلوق کا گلہ پہنچاتے رہتے ہو۔پھر مخلوق کے سامنے خالق کا گلہ کرتے ہو کہ وہ کوئی خالق ہے' اُس نے کیا کیا ہمارے ساتھ' کل پھر حالات خراب تھے' طبیعت بالکل ناساز تھی' واقعات اِدھر سے اُدھر ہوئے پڑے تھے' حالات یہ ہیں کہ پیسہ نہیں ملتا' ایک بچہ اُدھر چلا گیا' دوسرا وہاں چلا گیا' داخلہ نہیں ہوا' پاکستان سے باہر نوکری کے لیے بھیجا ہے______ تو یہ سب گلہ ہے۔آپ کبھی سوچا کرو اور بندوں کی گفتگو سُنا کرو۔یا تو گلہ ہوتا ہے یا پھر پروگرام ہوتے ہیں' یا تو ماضی کی شکایت ہوتی ہے یا پھر مستقبل کے منصوبے ہوتے ہیں' یا پھر گلہ ہی گلہ ہوتا ہے' خالق کا گلہ مخلوق کے سامنے اور مخلوق کا گلہ خالق کے سامنے______ پریشانی در پریشانی۔اور جو اطمینان والا ہے وہ کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہے۔اُس سے کہو کہ یہ بات جو ہے تو وہ کہتا ہے کہ چھوڑو' جو بات ہوگی دیکھا جائے گا' جو تھا وہ اچھا تھا' جو ہے وہ اچھا ہے اور جو ہوگا وہ اچھا ہی ہوگا۔یہ ہے تسلیم و رضا والوں کی بات۔اس سے اطمینان پیدا ہو جائے گا۔آپ اطمینان پیدا کیا کرو۔اتنی بات تو کرلو۔

سوال:

کچھ واقعات تو ایسے آجاتے ہیں سر! جب ہم وقتی طور پر پریشان ہو

جاتے ہیں۔

جواب:

جس واقعہ کی اصلاح ہو سکتی ہے اس کی اصلاح کر لو' گلہ نہ کرو۔ اس بات کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ نہ کہنا کہ یہ کیا پانی ہے' یہ کس نے رکھا ہے۔ اگر پینا ہے تو پی لو ورنہ رکھ دو۔ گلہ نہ کرو۔ جو کر سکتے ہو وہ کر لو اور جو نہیں کر سکتے ہو وہ تسلیم کر لو' اتنی بات تو مان لو۔ جو کر سکتے ہو اُس کا بھی گلہ نہ کرنا۔ جس واقعہ کی اصلاح کر سکتے ہو وہ کر لو اور جو نہیں کر سکتے وہ تو مان لو۔ بس پھر آپ کو پتہ چل جائے گا کہ جو کر سکتے ہو وہ بھی تم نہیں کر سکتے' کر اس لیے نہیں سکتے کہ طاقت نہیں ہے اور طاقت ہو تو بھی نہیں کر سکتے۔ تو نظر تو تمہاری ہے مگر نظارہ اس نے خود بھیجنا ہے کہ اب کون سا نظارہ آئے گا۔ گلہ کرنے والوں کو ہمیشہ ہی تلخ نظارے ملتے ہیں اور تسلیم کرنے والوں کو' ماننے والوں کو ہمیشہ ہی خوبصورت نظارے ملتے ہیں۔ اُس نے نظارے کا کارڈ ہی دوسرا چلا دینا ہے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ کیا ہو گیا۔ ایک شخص یہ کہے گا کہ وہاں رستے میں بڑی بھیڑ ہوئی پڑی تھی' ٹریفک جام ہوا پڑا تھا' دھواں ہی دھواں اور گاڑیاں ______ بڑی پریشانی تھی۔ دوسرے کو بھی وہی راستہ ملا۔ وہ کہتا ہے کہ ٹریفک کی دِقت کے باوجود میں آ گیا۔ یہ شخص آنے پر زور دے رہا ہے اور دوسرا ٹریفک پر لیکچر دے رہا ہے کہ یہ کیا لاہور ہے' یہاں رہنے کی کیا حالت ہے' رکشہ بس کے ساتھ ٹکرا رہا ہے' بس رکشے میں لگ رہی ہے ______ تو یہ جھگڑا کر رہا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ ہاں حالات ایسے ہی ہیں مگر ہم پہنچ گئے۔ آپ پہنچ جانے کی بات دیکھیں کہ آپ کہاں پہنچ گئے

ہیں۔ یا تو پھر زندگی کی اتنی تلخیاں بیان کرو کہ اپنے مزار تک کبھی نہ پہنچو۔ مگر تم نے وہاں تو پہنچ جانا ہے۔ One fine morning تم وہاں پہنچے پڑے ہو گے۔ یہ محتاط آدمی یہاں کیسے آ گیا؟ کہتا ہے یہی راز تو سمجھ نہیں آتا کہ اتنا محتاط آدمی' پائی پائی کا حساب کرنے والا' سانس سانس کا حساب کرنے والا' خیال خیال کا حساب کرنے والا' دن رات کا حساب کرنے والا' یک لخت بے حساب وہاں پہنچ گیا ہے ______ یہ وہ ہے جو کمروں کو بہت صاف رکھنے والا اور مٹی سے بچنے والا تھا' اب مٹی کے اندر چلا گیا۔ تو یہ توبہ والی بات ہے۔ ایک جگہ قبر کھود رہے تھے تو وہاں ایک سیہ نکل آیا۔ اُسے مارنا چاہا تو ایک بزرگ وہاں بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ چھوڑ دو اسے کچھ نہیں کہتے۔ کیوں؟ یہ بڑا کام کرتا ہے' یہ نہ ہو تو ایک قبر میں دس دس مردے کیسے آئیں گے' اسے رہنے دو۔ اپنی اوقات اور اپنا انجام یاد رکھو۔ قبرستان میں جا کے دیکھو تو قبر کھودتے ہیں تو کہتے ہیں یہاں نہ بناؤ' یہاں اینٹیں لگا دو۔ پتہ چلتا ہے کہ پرانی ہڈیاں نکل آئی ہیں۔ میرا مقصد ہے کہ پتہ نہیں کہ اندر کیا سے کیا حساب ہوا پڑا ہے۔ اگر کسی آدمی کو نگاہ مل جائے' وہ نظر مل جائے جسے آپ تیسری نگاہ کہتے ہیں تو پھر اس کو محسوس ہو گا کہ انسان ہڈیوں کے اور ڈھانچوں کے ڈھیر کے اوپر بیٹھا ہوا ہے' ہر ہر جگہ انسانوں کی ہڈیاں' Skeletons and skeletons ہوں گے۔ سو بار تہذیبیں بنی ہیں اور سو بار تہذیبیں ختم ہوئی ہیں۔ انسان جب پروان چڑھتا ہے تو اللہ بٹن دبا دیتا ہے۔ انسان خود کو تباہ ہونے سے بہت بچاتا ہے' ایک آدمی بیمار ہو تو یہ سو ہسپتال بناتا ہے۔ اور اگر اس کی اَنا کے خلاف ذرا بات ہو تو چار ایٹم بم گراتا ہے۔ تو یہ

انسان ہی ہے جو توپیں بناتا ہے' گولے بناتا ہے' ٹینک بناتا ہے' تباہیاں پھیلاتا ہے۔ اور اُدھر سے ہسپتال بناتا ہے' دوائیاں بناتا ہے' انسٹرومنٹ بناتا ہے کہ بندہ بیمار نہ ہونے پائے' اس بندے کے لیے بڑی احتیاط ہے کہ ایمرجنسیاں لگائی ہوئی ہیں' ڈاکٹر ہیں' نرسیں ہیں' اوور ٹائم لگاتے ہیں' دُکھی انسانیت کی خدمت کرتے ہیں ______ اور پھر تباہی کے لیے گولے بنانا' جیٹ بنانا' بامبر بنانا' فائٹر بنانا' F-16' F-17' یا F-29 بنانا ______ تو یہ ہے انسان۔ ایک وقت آتا ہے کہ اللہ ایسا بٹن دبا دیتا ہے کہ تہذیب صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ اب اگر تھرڈ ورلڈ وار ہو جاتی ہے تو پھر فورتھ ورلڈ وار نہیں ہوگی کیونکہ نہ ورلڈ ہوگی اور نہ فورتھ وار ہوگی۔ خبر آتی ہے کہ ایک جگہ سے کئی ہزار میزائل ہٹا دیئے ہیں۔ وہاں باقی اور کیا پڑا ہوا ہے؟ یہ الگ کہانی ہے۔ کوئی پتہ نہیں کہ کس وقت کیا ہو جائے' انسان پر کس وقت بھوت سوار ہو جائے۔ آپ کے ملک میں یہ ہو رہا ہے کہ دونوں جماعتیں ماضی کے حوالے سے Simultaneously چلتی جا رہی ہیں۔ عجیب و غریب کھیل ہو رہا ہے۔ زندگی میں بھی سیاسی مخالف تھے اور اب بھی یہ واقعہ ہو رہا ہے۔ وہ لوگ یہ کہتے ہیں اور یہ لوگ وہ کہتے ہیں اور اصل واقعات کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ وہ تو جو کر گئے سو کر گئے لیکن جو منظر دیکھنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ پھر وقت ختم ہو جائے گا۔ زندہ آدمی جو ہے وہ کسی اور کام میں لگ جاتا ہے' کچھ اور ہی واقعہ ہونے والا ہوتا ہے' وہ کچھ اور ہی کر جاتا ہے۔ اس طرح انسان جو ہے وہ تہذیب میں ترقی کرنے کے بعد اپنے زوال کی داستان لکھتا ہے۔ اور اگر زمین کے نیچے نگاہ پڑے تو واقعی ہر طرف ہڈیاں ہیں' پتہ

چلے گا کہ کتنی تہذیبیں یہاں ختم ہوگئی ہیں ۔

کتنے دارا و سکندر کھو گئے
مل گئے مٹی میں مٹی ہو گئے

یہ سب آپ کے کہنے کی باتیں ہیں اور دیکھنے کے منظر ہیں لیکن تاریخ ساری پڑھ کے آپ بھول جاتے ہو۔ تاریخ میں دیکھو تو اکبر کون ہے' کدھر ہے مر گیا۔ بابر؟ وہ بھی گیا۔ اب جو مر گیا ہے تو پھر مر جانے کا عمل زیادہ طاقت ور ہوا۔ پھر تو اکبر' بابر کچھ نہ ہوئے یہاں پر۔ Even آپ اپنا ماضی دیکھ لیں اور دین کی تاریخ دیکھ لیں تو سب سے طاقت وَر عمل یہاں سے چلے جانے کا ہے۔ اور جب آپ تاریخ پڑھتے ہو تو یہ بھول جاتے ہو کہ سارے گزر گئے۔ کہتا ہے کہ سقراط نے یہ کہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ ہے کہاں؟ کہتا ہے وہ تو مر گیا۔ تو کہا اُس نے کیا؟ مقصد یہ کہ سارے کے سارے مر گئے۔ ابا حضور کہاں ہیں؟ ابا حضور بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ دادا؟ دادا جان تو پہلے چلے گئے تھے۔ پردادا بھی چلے گئے۔ اور تو بڑا جمان کا بڑا جمان ہے لیکن کب تک؟ کہتا ہے یہ سمجھ نہیں آتی۔ اور پھر بھی دوسرے کاموں میں لگا ہوا ہے' الجھنوں میں پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ اتنا ''جھلا انسان'' ہے کہ آخری دم تک کام میں گم رہتا ہے' اِسے سمجھ نہیں آتی Till such time کہ جب اسے کہا جاتا ہے کہ یہ وقت ختم ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اگر عزرائیلؑ کپڑا بیچنے والے دوکاندار کی طرف جائے گا تو وہ عزرائیلؑ کو گاہک سمجھے گا۔ عزرائیلؑ کہے گا کہ میں آ گیا ہوں۔ وہ کہے گا کہ ایک گز اور ماپ دو۔ وہ کہاں ماپنے دیتا ہے۔ ایک مستری کا آخری وقت آ گیا تو اسے کہا گیا کہ تو

کلمہ پڑھ' تو وہ کہتا ہے کہ ایک فٹ' دو فٹ' چار فٹ ______ وہ کلمہ نہیں پڑھے گا بلکہ فٹوں کے حساب سے چلتا جائے گا۔ تو ہر کوئی اپنے اپنے خیال میں ہے۔ تو جو آدمی جس خیال میں مرے گا اُسی خیال میں اُٹھے گا اور جس خیال میں وہ زندہ ہے اُسی میں مرے گا۔ اب یہ راز ہے اگر آپ کو سمجھ آ جائے تو۔ آپ جس خیال میں چل رہے ہیں یہی آپ کی عاقبت ہے۔ ابھی موت آ جائے تو اس خیال میں مرو گے اور اسی میں آپ اُٹھو گے۔ لہٰذا اپنے خیال کو' اپنے علم کو اور اپنی بات کو سمجھو کہ آپ کدھر جا رہے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ غلط پائے جاؤ۔ اگر یہاں پر سانس نکل جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے دل میں کوئی اور شعبہ پایا جائے۔ اس لیے دل کو ابھی سے صاف کرو۔ اس میں کوئی مہلت نہیں ہوتی کہ اس کو کل سے ٹھیک کر لیں گے۔ کیا کل قبر میں جا کے ٹھیک کریں گے۔ کل تو آنا ہی نہیں ہے' آج کا دن ہی ہے' آج کا واقعہ ہے۔ اس لیے دل کو خواہشات کے بتوں سے آزاد کر لو' پھر یہی کعبہ ہے۔ کعبۂ دل اسے کہتے ہیں' اسی کے اندر وہ رہتا ہے حضورِ قلب۔ یوں سمجھ لو کہ اس قلب کو حضورِ قلب ہے جس کو حضور ﷺ کی یاد ہے ______

سوال:

رحمٰن اور رحیم کے معانی تقریباً ایک سے لگتے ہیں' پھر یہ الگ الگ کیوں ہیں؟

جواب:

آپ نے جو پڑھا ہوا ہے اُسے یاد رکھیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے یہ آیا

ہے۔ بھیجنے والے نے یہ ایسے ہی بھیجا ہے۔ اس کے کام کو آپ تسلیم کے ذریعے سمجھیں۔ پھر وہ آپ کو بتائے گا کہ ایسا کیوں ہے اور اس کا مادہ ایک کیوں ہے۔ کیا رحمٰن Sufficient نہیں ہے؟ رحیم کی ضرورت کیوں ہے؟ کیا ایک چیز کافی نہیں ہے۔ کیا "اللہ" کہہ دینے سے سارے کام نہیں ہو جاتے؟ تو یہ سارے واقعات کیا ہیں؟ یہ تو پھر اللہ کی شانیں ہیں، اس کے واقعات ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے یہ آیا ہے۔ یہ سورۃ پہلے کیوں ہے؟ ترتیبِ نزولی کیوں نہیں آئی، جس طرح سے نازل ہوئی ہیں ویسے کیوں نہیں آئی؟ یہ سارے واقعات ٹھیک ہیں۔ جو کچھ ہے وہ ٹھیک ہے۔ بس۔ یہ ایسے ہی ہے۔ آپ اس الجھن کے سوال بتایا کرو جس سے آپ کی الجھن دور ہو۔ علم کے حصول کی کوئی الجھن نہیں ہے۔ یہ سوال کہ آپ کے ذہن کی لائبریری میں یہ کتاب کہاں لگے گی تو یہ پہلے لگ جائے یا پیچھے لگ جائے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ عمل کے باب میں آپ دیکھیں کہ کہاں فرق پڑ رہا ہے۔ علم کو علم کے باب میں نہ رکھنا۔ آپ کو علم اس لیے بتایا جا رہا ہے تاکہ وہ علم آپ کے عمل میں داخل ہو جائے۔ خیال کی اصلاح ہو جائے تو پھر عمل کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اس لیے آپ اس علم کی تلاش کیا کرو جو آپ کا عمل بنے۔ اگر عمل کو علم کہہ دیا جائے تو آپ دیکھو کہ آپ کے پاس کتنا علم ہے۔ جس علم کا عمل شاہد نہ ہو، کہتے ہیں کہ وہ علم پھر حجاب ہے۔ تو عمل شاہد ہونا چاہیے۔ اگر تسلیم و رضا کا آپ پیغام دیتے ہیں تو آپ کو تسلیم و رضا کی سمجھ آنی چاہیے۔ ہم لوگ اس بات کو کرتے ہیں جو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ تسلیم و رضا ہے، اس میں یہ نہ کرو، شور نہ مچاؤ، کھپ نہ مچاؤ، ایسے ہی چلنے دو۔ کچھ عرصے کے بعد

سمجھ آتی ہے کہ چلنے دینا ہی ٹھیک ہے۔اس لیے اللہ کے باب میں یہ ٹھیک ہے۔ رحمٰن اور رحیم ایسے ہی ہے۔آپ وہ سوال کریں جس کا آپ کے ساتھ تعلق ہو، آپ کے عمل کے ساتھ تعلق ہو، اور آپ کی اصلاح کے ساتھ تعلق ہو۔آپ کو جو بھی علم ملے گا وہ دوسری تفسیر میں دوسرا ہی ہوگا ______ آپ پوچھو ______

سوال:

جناب! کیا انسان کے سوچنے کا جو عمل ہے، وہ کسی مقام پر آ کے رُک بھی جاتا ہے؟

جواب:

بالکل رُک جاتا ہے۔ایسی سٹیج آتی ہے جب سوچ ختم ہو جاتی ہے، سوچ آگے نہیں چلتی۔ بالکل ایسا وقت آ جاتا ہے جب سوچ رک جاتی ہے۔ایک Vacuum آ جاتا ہے۔اس وقت جب آپ کسی ایک سوچ میں گم ہو جاتے ہیں تو باقی سوچیں تو ویسے ہی ختم ہو گئیں۔ یہ تو Logical بات ہے ناں کہ یہ خیال آیا تو باقی سب خیال ختم ہو گئے۔ جب ایک خیال آیا ہے کہ ہم نے سفر پر جانا ہے تو مکین ہونے کے سارے انداز آپ نے چھوڑ دیئے کیونکہ کل آپ نے سفر پر جانا ہے۔اب سفر پر جانے کے لیے آپ تیار ہیں تو یہ خیال صرف آپ کے ساتھ چلے گا۔ کچھ عرصہ بعد ایک بندہ آپ کو ملتا ہے اور کہتا ہے کہ میری انگلی پکڑ لو، اب وہ سوچ بھی آپ کی نہیں ہے۔انگلی آپ نے پکی پکڑی ہوئی ہے۔ جہاں وہ چلتا جاتا ہے آپ بھی چلتے جاتے ہو۔لہٰذا سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔شہر کا خیال آپ نے چھوڑا کیونکہ سفر پہ جانا تھا اور اب سفر کا خیال بھی چھوڑ و کیونکہ

آپ مسافرت میں کسی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ لہٰذا سوچنے کا مقام ختم ہو جاتا ہے۔ سوچنے کا مقام فیصلے پر ختم ہوتا ہے اور فیصلے کے بعد سوچ کا مقام رہتا ہی نہیں ہے۔ بس انسان چل پڑا۔ شادی سے پہلے انسان سوچتا رہتا ہے کہ کس قسم کی شادی ہونی چاہیے اور شادی کے بعد شادی کے بارے میں سوچنا ہی ممنوع ہو جاتا ہے۔ اب سب ختم ہو گیا کیونکہ شادی ہو گئی' سوچ ختم ہو گئی۔ نیند میں آپ ہر روز سوچ چھوڑ دیتے ہو۔ کسی کام میں لگے ہوئے ہو تو سوچ چھوڑ دیتے ہو' پھر سوچ نہیں پھیلتی' خیال بالکل نہیں چلتا۔ جب آپ عمل کر رہے ہوں آپ کا جسم جب جسمانی طور پر عمل کر رہا ہو تو خیال' خیالی طور پر بند ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ وہ پھر نہیں چلتا۔ بہت کم لوگوں کو یہ نصیب ہوتا ہے کہ ان کا خیال ہمہ وقت چلتا ہے۔ ان کا قلب ہمہ وقت چلتا ہے' خیال ہمہ وقت چلتا ہے' منظر اور نظارے ان پر ہمہ وقت چلتے ہیں۔ لیکن یہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔

اور بولو ـــــــــ پوچھو۔

سوال:

آپ کی کتاب میں ''حمد'' کی ایک نظم میں آپ کا ارشاد ہے کہ ''عدم اور وجود کا خالق اللہ ہے''۔ تو وجود کا خالق تو کچھ سمجھ میں آیا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ عدم کا خالق کیا ہے کیونکہ عدم تو عدم ہے' اس میں تخلیق کہاں ہے؟

جواب:

جو کچھ کائنات کے اندر ہے یہ سب تخلیق ہے۔ فی الحال آپ ''عدم'' کو ایک لفظ سمجھ لیں۔ وجود عالمِ وجود کے علاوہ عدم ہے۔ جس طرح خلق الموت

و الحیٰوۃ وہ حیات کا تو خالق ہے ہی لیکن موت کا بھی خالق ہے حالانکہ موت کوئی شے نہیں ہے' صرف حیات کے ختم ہونے کا نام ہے۔ تو حیات بھی کافی تھی' اللہ تعالیٰ حیات کا خالق ہے اور جب حیات ختم ہو جاتی ہے تو اسے موت کہتے ہیں۔ لیکن اس نے ''موت'' کا الگ نام بتایا کہ خلق الموت و الحیوۃ۔ تو یہ زندگی اور آخرت کی زندگی الگ الگ ہیں۔ اس لیے وجود اور عدم الگ الگ ہیں' ازل اور ابد الگ الگ ہیں حالانکہ ایک ہی شے ہے۔ یہ سارا اس کا اَمر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے اَمر ''کُن'' سے پہلے کسی شے کا تصور بھی نہیں کرنا۔ وقت تھا اور نہیں بھی تھا' کائنات تھی اور نہیں بھی تھی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس طرح اللہ تعالیٰ لاشریک' اپنی ذات میں تنہا اور مخفی' تنہا اتنا کہ بالکل یکتا۔ اب تخلیق کی بات آئی تو پھر سارے واقعات مکمل طور پر آ گئے۔ تو پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ وجود اور عدم تیری تخلیق ہیں' عیاں تیری تخلیق ہے' نہاں تیری تخلیق ہے' اول تو نے تخلیق کیا' آخر تو نے آپ تخلیق کیا' ظاہر بھی تو' باطن بھی تو' اول بھی تو' آخر بھی تو ____ تو یہ ساری اس کی تخلیقات ہیں اور وہ ہے ان کا خالق۔ اس لیے یہ ایک مقام ہے۔ اب وہ مقام تمہارے مشاہدے میں آ نہیں سکتا کیونکہ تمہارے مشاہدے میں تمہارا اپنا آپ آ جائے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ کائنات اتنی وسیع ہے کہ اگر کبھی تمہیں سمجھ آ جائے تو تم پاگل ہو جاؤ۔ اس لیے غفلت ہی اچھی ہے۔ بہتر ہے کہ انسان الگ ہی رہے۔ سورج کو سمجھ جاؤ گے تو خوف سے مر جاؤ گے۔ کائنات کی وسعتوں کے اندر آپ کا خیال دم توڑ جائے گا۔ بہتر ہے کہ دوستوں کے ساتھ محبت کر کے سفر کرتے جاؤ۔ مشاہدہ ہو گیا تو ذہن بالکل ماؤف ہو جائے

گا۔ مشاہدہ صرف یہ کرو کہ یہ انسان ہے' یہ کون ہے' یہ نماز ہے' یہ مسجد ہے' یہ دودھ ہے' یہ کھانا ہے' یہ پینا ہے ______ وہ کیا ہے' Immensity of time and space کیا ہے' وجود عدم کدھر ہے' عدم کے بعد کیا ہے' ازل سے پہلے کیا تھا' نہ تھا کچھ تو خدا تھا اور خدا نہ تھا تو کیا تھا ______ ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ نہ سوچنا۔ کیونکہ مخلوق کے لیے خالق تک پوری رسائی کا امکان نہیں ہے۔ بس یہ آپ کی مجبوری ہے۔ انسان کی طبیعت جوں جوں کشادہ ہوتی ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ میں اس جہانِ اجنبی میں ہوں۔ ویسے بھی مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ زندگی میں آپ کے دوست ہوتے ہیں' بزرگ ہوتے ہیں' ماں باپ ہوتے ہیں' رشتے دار ہوتے ہیں' ماموں چچا ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ خوش گپیاں۔ پھر کچھ عرصے کے بعد آپ دیکھتے ہو تو آپ تنہا بیٹھے ہیں یعنی اپنوں کے قافلے میں چلتے چلتے آپ بیگانوں میں گھر جاتے ہیں۔ اپنے کدھر چلے گئے؟ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کیسے چلے گئے۔ ایک گھر کے اندر کل پرسوں تک سارے اپنے ہوتے تھے اور چلتے چلتے یک لخت سارے کے سارے عنوان بدل گئے' سارے بندے بدل گئے۔ گھر تو وہی ہے۔ اب یاد ہی نہیں پڑتا کہ کیا ہو گیا تھا۔ اسی گھر میں جس گھر میں آپ رہتے ہیں آپ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے لیکن اب وہ لوگ کہاں ہیں' کہاں نہیں ہیں۔ تمہیں تو پتہ نہیں چلتا۔ اپنی اولادوں میں کھو گئے ہو۔ تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آ رہی کہ آدھے تو تم ویسے ہی مر چکے ہو۔ جتنے تم نے جنازے اُٹھائے تمہاری اتنی موتیں ہو چکی ہیں' تمہارے اندر رشتوں کے جتنے پردے تھے اتنے مر چکے ہیں۔ اندر آپ کے باپ کی جگہ تھی' چچا کی جگہ تھی' وہ سارے محبت نامے مرتے مرتے

ختم ہو گئے۔ اب کہتے ہو کہ ایک دوست رہ گیا ہے اور وہ وہاں دُور رہتا ہے' اس کو ملنے جاتا ہوں۔ تو آپ اپنی زندگی سے ملنے جاتے ہو' آپ اپنے آپ سے ملتے ہو۔ پھر آپ کہتے ہو کہ میری گواہی ایک آدمی دے سکتا ہے اور میرے ہونے کا ثبوت وہی ہے' وہ مجھے جانتا ہے۔ آپ کا ثبوت تو ماں باپ تھے' وہ اب نہیں ہیں' یا رشتے دار تھے' وہ بھی اب نہیں ہیں یا وہ جو بزرگ تھے وہ بھی نہیں ہیں' تو کوئی بندہ نہیں رہ گیا' اب ایک بندہ میرا ثبوت رہ گیا ہے جو میرے نام سے مجھے پکارتا ہے ____ تو وہ آپ کے ہونے کا ثبوت رہ گیا' باقی سب اجنبی ہیں' ان کو بتانا پڑتا ہے۔ آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ کہیں گے کہ میرے شہر میں یہ مجھ سے پوچھتے ہو' میرے محلے میں پوچھتے ہو کہ میرا نام کیا ہے۔ آپ یہاں کب سے رہ رہے ہیں؟ تو آپ کہتے ہیں کہ بیٹا تجھے کیا معلوم' تیری پیدائش سے پہلے میں یہاں رہ رہا تھا۔ جب آپ کو اپنا نام بتانا پڑ جائے تو سمجھو کہ یہ بڑا عجیب وغریب واقعہ ہے۔ اگر آپ کا کوئی پرانا واقف کار آپ کو دیکھے تو آپ کی شکل اتنی بدل گئی ہوتی ہے کہ وہ آپ سے پوچھے گا کہ یہاں کوئی سعید صاحب رہتے تھے ____ تو آپ کس منہ سے بتاؤ گے کہ میں وہی ہوں۔ وہ کہے گا کہ اوہ' آپ کی شکل تو بالکل بدل گئی' اتنی مدت کے بعد آپ کو دیکھا ہے۔ آپ کہیں گے کہ طبیعت ذرا خراب رہتی ہے۔ تو جو واقف ہوتے ہیں وہ اس حد تک ناواقف ہو جاتے ہیں۔ تو یہ زندگی ہے اور اسی کے اندر سارا کچھ ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے آپ عدم کی پرواہ نہ کریں۔ وہ عدم کا بھی خالق ہے۔ وہ ہر شے کا خالق ہے۔ بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ خیرہٖ و شرہٖ من اللہ تعالیٰ خیر کا بھی میں آپ خالق

ہوں اور شر کا بھی آپ خالق ہوں' شیطان کا بھی آپ خالق ہوں۔ کمال کی بات تو یہ ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یا اللہ آپ نے شیطان کو تخلیق فرما دیا' یہ کیا کر دیا' یہ کیا رونق ہے؟ وہ کہے گا کہ یہ رونق ہے' جلوے ہیں' اس میں دِقت کی کوئی بات نہیں۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کرے شیطان مر جائے یا یہ بھی نہ کہنا کہ خدا کرے کہ شیطان کو ایمان نصیب ہو۔ اس طرح آپ کا اپنا ایمان جائے گا۔ تو یہ نہ کہنا کہ یا اللہ شیطان کو معاف کر دے' تُو تو رحیم ہے' کریم ہے' تیرا کیا جاتا ہے۔ جس کی سفارش نبیوں نے نہیں کی ہے تم کیسے کر سکتے ہو۔ یہ راز ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سارا شر نیکی میں بدل جائے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ بس آپ یہ دیکھو کہ آپ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ تو وہ وجود کا بھی خالق ہے اور عدم کا بھی خالق ہے' ہونے کا بھی خالق ہے اور نہ ہونے کا بھی خالق ہے۔

اب بولو ــــــ سوال پوچھو گے تو پھر آپ کو چھٹی ملے گی ــــــ اِدھر اُدھر والوں سے بھی پوچھ لو ــــــ ریاض میاں بولو ــــــ

سوال:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے زمینوں سے اور آسمانوں سے اور پہاڑوں سے فرمایا کہ تم یہ امانت لے لو تو انہوں نے انکار کر دیا۔ تو کیا ان میں بھی کسی سطح پہ شعور ہو گا۔

جواب:

قرآن پاک میں یہ بڑی جگہوں پر ہے کہ شعور جو ہے یہ بیان کرنے والے کے اندر ہی ہے۔ جو چیز زمین اور آسمان میں ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہی

ہے۔اس سے بڑا شعور کیا ہوگا۔ جب وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے تو پھر شعور کی کیا بات ہے' شعور تو ہے۔اب اس کا شعور کیا ہے؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔اگر اللہ نے کہا ہے تو شعور ہے' آپ نہیں سمجھ سکتے۔جس طرح اللہ کہتا ہے کہ بل احیاء و لکن لا تشعرون وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں ہے۔اس بات کا ثبوت کیسے ملتا ہے کہ تمہیں شعور نہیں ہے؟ اس کا ثبوت ہے' مثلاً وہ بیماریاں جن کا علاج جڑی بوٹیوں سے ہوتا ہے' پرانے زمانے میں جو بوٹیوں سے عقاقیرا کٹھے کرتے تھے وہ جب بوٹیوں کے پاس جاتے تھے تو بوٹیاں بولتی تھیں۔ یہ تجربے سے نہیں ہوا کہ تجربہ کرلو تو یہ ہو جائے گا' تحقیق کرلو تو پتہ چل جائے گا ______ تو وہ بوٹیاں بولتی تھیں اور ان سے باتیں کرتی تھیں کہ میں اس کام کے لیے بنائی گئی ہوں۔تو وہ جو جاننے والا ہوتا تھا وہ بتاتا تھا کہ وہ بوٹی لے لو اور وہ فلاں کام کے لیے ہے' اس کو رگڑ کے لگا دو تو زخم ٹھیک ہو جائے گا۔تو یہ شعور تھا جو بوٹیوں کی طرف سے خود عطا ہوا' خالق کی طرف سے عطا ہوا یا بوٹی خود بولی کہ میں اس کام کے لیے ہوں۔ کچھ بزرگوں نے کہا ہے کہ بوٹیاں خود بولتی ہیں' درخت سلام کرتے ہیں کہ ہم کب سے اس جہانِ اجنبی میں کھڑے ہوئے ہیں۔تو ایسا واقعہ ہوتا ہے۔ایک وقت آتا ہے کہ وہ آپ سے ہم کلام ہو جاتے ہیں۔اس لیے ممکن ہے کہ یہ شعور گویائی بھی ہو' صرف شعور نہ ہو بلکہ گویائی بھی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے اندر وجدان بھی ہو۔ صاحب وجدان انہی بوٹیوں اور درختوں سے عرفان حاصل کرتے رہے ہیں۔ پہاڑوں کے اندر ان کو آوازیں آتی رہی ہیں۔ممکن ہے کہ وہ پہاڑ کی اپنی آواز ہو۔اس لیے جو بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سب جلوے ہیں۔

کبھی کیا ہوتا ہے اور کبھی کچھ اور ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں شعور عطا فرمائے تو تمہیں ان چیزوں کا شعور مل سکتا ہے' وجدان مل سکتا ہے۔ قبریں بولتی ہیں' مردے بولتے ہیں' کس آدمی کے ساتھ؟ اس آدمی کے ساتھ جس کے ساتھ یہ بولتے ہیں۔ تمہارے ساتھ تو زندہ آدمی نہیں بولتے۔ گھر آ کے اپنے بھائی کو ذرا بلا کے دیکھو وہ ایسا بولے گا کہ یاد کرو گے۔ یہ سگا بھائی ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ کچھ لوگوں کے ساتھ یہ بھی ہوتا ہے۔ یہ بھائی ہی ہوتے ہیں جو مخالفت کرنے والے ہوتے ہیں ___ تو بعض اوقات قبریں بولتی ہیں' سکوت بولتا ہے' سناٹا بولتا ہے' اندھیرا بولتا ہے' روشنی بولتی ہے' دِیے نے شاعر سے کیا کہا' شاعر نے دیے سے کیا کہا۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ اس کی مہربانی ہے۔ دعا کرو سب پہ وہ کرم کرے اور زندگی آسان آسان گزر جائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الرّٰحمین.

1. آپ سے درخواست ہے کہ سماع کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں کیونکہ طریقت کے کچھ سلسلے اس کو روا نہیں سمجھتے اور باقی اس کو روا سمجھتے ہیں۔اس بارے میں ہدایت فرمائیں۔
2. حضور! نماز کے لیے رغبت نہیں ہو رہی' اس سلسلے میں دعا فرمادیں۔
3. دعا فرمائیں کہ نماز عادت سے نکل کر سعادت میں داخل ہو جائے۔
4. موت کے بعد تو حساب ہوگا۔

سوال:

آپ سے درخواست ہے کہ سماع کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں کیونکہ طریقت کے کچھ سلسلے اس کو روا نہیں سمجھتے اور باقی اس کو روا سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں ہدایت فرمائیں۔

جواب:

میں نے شروع کے ایام میں ایک بات کی تھی کہ جب انسان کے اپنے جسم اور اس کے حواسِ خمسہ کے فنکشن کو اگر دین کے طور پر Train نہ کیا جائے تو پھر عین دین کے ساتھ وابستگی زیادہ دیر پا ثابت نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں' اللہ کے ساتھ لَو لگا رہے ہیں اور آپ کی آنکھیں غیر اللہ کا منظر آ جائے تو پھر وہ جو لَو لگائی ہے اس کے اندر کمی آ جاتی ہے۔ اللہ کریم نے مہربانی فرمائی ہوئی ہے کہ اسی دنیا میں مِلا جُلا کے خیر اور شر کو پھینک دیا۔ ایک تو خیر کے اندر شر اور پھر شر کے اندر خیر ہے۔ یہ اسی دنیا کے اندر ہے۔ ایک تو خیر ہے اور ساتھ دوسرا جو احوال ہے وہ شر ہے' ایک بھائی خیر ہے اور ایک بھائی شر ہے۔ یہ دونوں دنیا کے اندر ساتھ ساتھ' آس پاس' ملا جُلا اور بلیک اینڈ وائٹ موجود ہیں۔ پھر انسان کے اپنے اندر پیریڈز ہیں' خیر کا پیریڈ ہے' شر کا پیریڈ ہے' دونوں

سے بیزاری کا پیریڈ اور اللہ کی عبادت کا پیریڈ ہے۔ ہر آدمی کے اندر اس کے اپنے دَور آیا کرتے ہیں۔ یہ ادوار ہوتے ہیں۔ اس کو آپ یوں سمجھ لیں کہ بیٹھے بیٹھے جس طرح نیند کا ایک دَور آ جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیا آ گیا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو نیند آ گئی۔ حالانکہ اچھا خاصہ باتیں کر رہا تھا اور اچھا خاصہ باتیں سن رہا تھا' اچانک کہتا ہے کہ مجھے نیند آ گئی۔ تو کوئی چیز اس کے اندر آ گئی جو اس کو پرانے فنکشن کے اندر ویسے نہیں بیٹھنے دے گی جیسے وہ پہلے بیٹھا تھا۔ تو اچانک کوئی چیز آ گئی۔ اسی طرح بیداری ہے۔ تو انسان کو چلتے چلتے اچانک خیال آتا ہے کہ میں اللہ کو یاد کروں۔ ابھی کسی نے اس کو بتایا نہیں۔ یہ خود بخود اس کے اندر احساس پیدا ہو گیا۔ بڑھاپا بھی نہیں ہے' موت بھی نزدیک نہیں ہے' اچانک اس کو خیال آ گیا کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور عبادت کرتے کرتے اچانک خیال آ گیا کہ چلو پھر کبھی عبادتیں بھی کر لیں گے۔ انسان کی فطرت میں وسیع خیالات اور مختلف خیالات کے ساتھ وابستگی جو ہے وہ فطری عمل ہے۔ ابھی اس کو کسی نے ٹریننگ نہیں دی۔ ایک وقت آتا ہے کہ انسان کو اچانک خیال آتا ہے کہ چلو پیسہ جمع کر لیا جائے۔ تو اس نے پیسہ جمع کیا' گنتی شروع کر دی' پھر جمع کیا' پھر گننے لگا_____ پھر ایک دن خیال آیا کہ میں کیا جمع کر رہا ہوں' یہ خرچ ہی کر دوں۔ پھر وہ خرچ کرنے لگ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر فطرت کی طرف سے عجب عجب خیالات کی کارفرمائی بذاتِ خود فطری عمل ہے۔ ہر انسان جو ہے اس میں ہر قسم کی کیفیت کا پیدا ہونا ایک فطری بات ہے۔ یعنی وہ جو نیکی تلاش کرنے نکلا تھا وہ بدی بھی تلاش کر سکتا ہے۔ تو یہ انسان ہے۔ اس کو انسان اس لیے کہتے

ہیں کہ آخری دم تک نیک انسان کو بُرا ہونے کا خدشہ رہتا ہے اور بُرے انسان کے لیے نیک ہونے کے امکانات ہیں۔ اس لیے جب تک انسان مر نہ جائے اُسے نیک یا بَد نہ کہا کرو۔ عین ممکن ہے کہ ایک گناہ گار ولی اللہ ہو کے مرے۔ اس لیے اچھائی برائی کا فیصلہ بالکل کبھی نہ کرنا کیونکہ جب تک ایکشن ہو رہا ہے' گیم آف لائف جاری ہے' زندگی کا کھیل چل رہا ہے' تو گناہ کا جتنا بوجھ ہے تو اچانک ایک دن چٹھی آ جاتی ہے' اطلاع آ جاتی ہے کہ یہ معاف کیا۔ اگر گناہ معاف ہو جائیں تو گناہ کی وجہ سے جو ہم نے اُسے برا کہا وہ ہماری غلطی ہوگی۔ کیونکہ ہم کسی انسان کے حال اور ماضی کے متعلق جانتے ہیں اور اس انسان کا فیصلہ ابھی مستقبل میں ہونا ہے۔ اس لیے جب تک یہ پتہ نہ ہو کہ مستقبل کیا ہے تو اُس وقت تک فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ کچھ شخصیتوں کے Traits اور پہلو ایسے ہوتے ہیں کہ جس کے لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ غالباً امکان یہ ہے کہ اس کا آگے جا کے کوئی نہ کوئی حادثہ ہو جائے گا کیونکہ یہ آدمی اور برائی کر رہا ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو ظلمات سے نکال کے نور میں داخل کر دیا جائے' یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں' یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو نیک ساتھی مل جائے اور اچانک اس پر نیکی غالب آ جائے۔ اس لیے زندگی میں بڑے امکانات ہیں۔ چونکہ بکھرے ہوئے امکانات ہیں' خیر کے بھی امکانات ہیں' شر کے بھی امکانات ہیں' صحت کے بھی امکانات ہیں اور بیمار ہونے کے بھی امکانات ہیں۔ اس لیے ابھی فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہے کہ کسی انسان کے ساتھ کل کا کیا ہوگا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ عین ممکن ہے کہ صحت مند بیمار ہو جائے اور بیمار صحت مند ہو جائے' امیر جو

ہے وہ غریب ہو جائے اور غریب امیر ہو جائے۔ اللہ نے کہا ہے کہ میں رات سے دن اور دن سے رات پیدا کرتا ہوں۔ یہ بڑی خاص مثال ہے۔ اُس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں ملک دیتا ہوں' ملک لے لیتا ہوں' حکومت عطا کرتا ہوں اور حکومت چھین لیتا ہوں۔ حکومت کے بعد حکومت سے محرومی ایک عجب راز ہے۔ حکمران کے لیے حکمران نہ رہنا ایک عجیب کیفیت ہے۔ رعب دار باپ کے لیے بے رعب اور غیر ضروری اثاثہ بن کے گھر میں رہنا ایک عجب بات ہے۔ پہلے وہ اتنا رعب اور جلال والا آدمی تھا کہ گھر میں آتا تو در و دیوار سہم جاتے اور اب وہ آدمی جو ہے غیر ضروری بن کے ایک کونے میں پڑا ہوا ہے As it کہ وہ Happen ہی نہیں ہو رہا۔ وہی آدمی Same old man اب غیر ضروری ہو گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک عجب راز رکھا ہوا ہے کہ تُو نے جن کے لیے اتنے گناہ کیے' جن بچوں کے لیے اتنا بڑا اتر ڈ کیا' تو نے اللہ کو جن بچوں کے لیے چھوڑا' اب ان بچوں نے تجھے چھوڑ دیا۔ جن دوستوں کے لیے تو نے اللہ کو چھوڑا' آج وہ دوست تیرے پاس سے اجنبی ہو کے گزر رہے ہیں۔ تو یہ واقعات فطرت سکھاتی رہتی ہے۔ یہ اُتار چڑھاؤ' بادشاہت' غریبی' دیس' پردیس اور اس طرح کے واقعات میں کوئی خواہش شامل نہیں ہے بلکہ یہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ زندگی کے اندر ہر انسان پر اُتار چڑھاؤ کے حالات آتے رہتے ہیں۔ ٹریننگ نہ ہو تو وہ اچانک بغیر سوچے سمجھے چل پڑتا ہے کیونکہ اُس کے جی میں آئی کہ چلو نکل چلو۔ پھر خیال آیا کہ کہاں جانا ہے' چلو واپس چلو۔ تو انسان یہ سب کرتا رہتا ہے جب تک اُسے کوئی حکم دینے والا نہ ہو۔ پھر وہ نفس کے حکم پر چلتا ہے۔

نفس کا معنیٰ آپ ارادہ لے لو' خواہش لے لو' کہ چلو آج مٹھائی کھالو اور اگر مٹھائی سے نقصان ہے تو نمکین ہی کھالو۔ مقصد یہ ہے کہ انسان یہ کرتا رہتا ہے۔ اس دنیا کی ساری زندگی کے ساتھ' تمام نظاروں کے ساتھ اور دنیا کی تمام کیفیات کے ساتھ انسان کی وابستگی ہے۔ آپ کے ذمے صرف ایک چیز ہے کہ آپ اپنے اس وجود کو کسی خیر کے راستے پر گامزن کرو۔ روح کا گناہ کوئی نہیں ہے' روح تو بخشی بخشائی چیز ہے' روح کو سزا بھی نہیں ہے۔ تو یہ بدن اور روح کے رشتے کی بات ہو رہی ہے۔ آگے کیا ہوگا' اس کی بات بھی نہیں ہو رہی۔ آپ کے ذمے ایک کام ہے کہ جب تک آپ کے بدن اور روح کا رشتہ قائم ہے تو اس کو کامیاب راستوں پر چلانا۔ ہر آدمی کامیاب ہونا چاہتا ہے اور دیکھو تو ہر آدمی ناکام ہے۔ چور بھی اپنے آپ کو کامیاب چور بنانا چاہتا ہے لیکن یہ نہیں پتہ کہ یہ فنکشن بذاتِ خود ہی بُرا ہے۔ اس لیے کوئی آدمی اپنی ذات کے ساتھ برائی نہیں کرتا مگر آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ برائی کر گیا۔ اگر کسی کی صحت خراب ہو تو ڈاکٹر کہتا ہے کہ تم نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے' تم نے اپنی صحت کو خراب کر دیا' تم نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا ہے' تو نے کیا برائی شروع کر دی۔ گویا کہ وہ جو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے وہ نہیں جانتا کہ میں ہلاکت میں ڈال رہا ہوں' وہ اپنی طرف سے اپنے لیے بہتری کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی لگاتار جاگنا شروع کر دے اور صحت آگے پیچھے ہو جائے تو اس سے پوچھیں کہ تم نے یہ کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے تو اچھا سوچ کے کیا تھا۔ اس لیے اچھا سوچنے کے باوجود' اچھا کرنے کے باوجود' ضروری نہیں کہ وہ اچھی سوچ ہو اور اچھا عمل ہو۔ آپ بات سمجھ رہے

ہیں؟ اب میں نے یہ کہا ہے کہ ہر انسان کا اس دنیا کے خیر و شر کے ساتھ' احوال کے ساتھ' دو قسم کا رشتہ ہے۔ ایک تو یہ کہ اس خیر اور شر کی کیفیات کے ساتھ رشتہ ہے' وہ تحریر میں آئے' صرف خیال آ جائے' اچانک دل میں واردات پیدا ہو جائے ______ تو یہ خیال ہے۔ بعض اوقات کسی انسان سے رشتہ ہوتا ہے اور وہ انسان خیر اور شر آپ کے اندر Filter کرتا رہتا ہے' Infuse کرتا ہے۔ ہمیں اس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ ہم اُسے کہتے ہیں کہ یہ دوست ہے ہمارا' بیوی ہے' دوست ہے' رشتے دار ہے' یہ چیز تو کوئی ضروری نہیں ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر میرا خیال ہے کہ بہت ماڈرن لائف ہو گئی ہے' لہٰذا یہ چیز ضروری ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ اچھا کوئی بات نہیں' وہ کہتے ہیں تو کر لو۔ تو ''وہ کہتے ہیں'' اور ''کر لینے میں'' بڑا لمبا فاصلہ ہو جاتا ہے۔ تو کسی دوست یا رشتے دار کی بات کو مانا یا سماج کی بات کو بھی آپ نے مانا۔ مثلاً یہ جو برتھ ڈے منائی جا رہی ہے' جنم دن' پیدائش کا دن' اس کا کہتے ہیں کہ یہ تو بڑی معمولی سی بات ہے' بچے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ کرنے کرنے میں پھر گفٹ لو' گفٹ دو' ایک نئی رسم کا احیاء کرو' پھر گھروں کے اندر بات کہاں سے کہاں نکل جاتی ہے' بچے بچیوں میں خوشی کے مقامات پھر اور طرح کے ہو جاتے ہیں۔ شادیوں پر آپ دیکھو تو پہلے آہستہ آہستہ گانا' پھر رقص اور پھر پتہ نہیں کیا کیا ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بچے بچیاں ہیں' کوئی بات نہیں' شغل ہے' میلہ ہے۔ لیکن کرتے کرتے بات کہاں نکل جاتی ہے۔ سماج کے رواج' سماج کے تعلقات' کسی رشتے دار کے ساتھ رشتے داری' کسی دوست کے ساتھ تعلق' تو وہ آہستہ آہستہ آپ کو ایسے گمراہ کرے گا جیسے کہ

رہنمائی کر رہا ہے۔تو ایسی رہنمائی کرے گا کہ گمراہی دے جائے گا۔تو سب سے خطرناک دوست جو ہے وہ جب رہنمائی کے انداز میں جب آپ کے پاس آیا تو آپ کو رہنمائی کی بجائے غلط راستے پر چلا گیا اور ایک بُری عادت دے گیا۔تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔احوال کے اندر' دوستوں کے اندر' رشتے داری کے اندر' اچانک ایسے واقعات ہو جاتے ہیں۔بعض اوقات ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ انسان Pure نیکی کی تمنا میں نکلتا ہے' نیک لوگوں کی تمنا میں نکلتا ہے۔اور پھر جس طرح وہ چاہتا ہے اُسے نیک آدمی نہیں ملا تو وہ Rejected پھر دوسرے کے پاس گیا اور محسوس کیا کہ یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔تو وہ بھی Rejected' فیل۔اس طرح فیل کی عادت بن جاتی ہے۔جہاں جاتا ہے پہلے ہی فیل۔ایک آدمی کو کسی نے بتایا کہ دریا کے کنارے جو سنگریزے ہیں اُن کے اندر پارس ہے۔وہاں بے شمار سنگ ریزے تھے۔وہ وہاں بیٹھ گیا' ہاتھ میں لوہے کی ایک انگوٹھی لی' پتھر کو اُٹھاتا' انگوٹھی پر گھساتا' کچھ بھی نہ ہوتا تو اُسے دریا میں پھینک دیتا۔پھر وہ کنکر اُٹھاتا' پتھر کو رگڑتا اور پھینک دیتا۔حتیٰ کہ یہ اس کی عادت ہوگئی کہ اٹھایا' لگایا اور پھینکا۔پھر وہ کنکر اُٹھایا' لگایا اور پھینکا۔اتنے میں اس نے پارس کو بھی اٹھایا' لگایا اور پانی میں پھینک دیا۔پھینکنے کے بعد پتہ چلا کہ انگوٹھی تو سونے کی بن گئی ہے۔تو اس کی عادت سی بن گئی تھی۔یعنی کہ غلط کا انتخاب اور صحیح کا نہ انتخاب بھی آپ کی فطرت بن گئی ہے۔اب میں آپ سے یہ بات کر رہا تھا کہ انسان کا تعلق اپنے حواسِ خمسہ کے ذریعے بھی ہے۔پہلے کیا کہا تھا؟ کہ احوال کے ذریعے' سماج کے ذریعے' سماجی عادت کے ذریعے' طور طریقے کے ذریعے' رشتے داریوں کے

ذریعے، دوستی کے ذریعے ______ اور یہ بھی کہ حواس کے ذریعے۔ اب یہ حواسِ خمسہ جو ہیں ان کا نفس کی پہچان میں بڑا اہم مقام ہے۔ روح بعد میں آتی ہے یعنی روح کا مقام بعد میں ہے۔ ابھی حواسِ خمسہ کی بات کر رہے ہیں۔ اگر دیکھنے والی آنکھ موجود ہے تو نظارہ ضرور تاثیر دے گا۔ اب نظارے کا تعلق آپ کی آنکھ کے دم سے ہے۔ نظارے، خیر اور شر دونوں کے موجود ہیں۔ خیر بعض اوقات ایسے ہوتی ہے جس میں چمک نہ ہو حالانکہ وہ خیر ہے۔ اور شر بعض اوقات اس انداز سے آتی ہے کہ اس میں چمک ہو اور تاثیر ہو اور آپ پہچاننے میں غلطی کر جاتے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ جو آنکھ ہے اس نے دیکھنا ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو یہ بات بتائی ہوئی ہے کہ انسانی آنکھ کے دیکھنے کا تعلق آپ کی باطنی صلاحیتوں سے ہمہ وقت رہتا ہے۔ جب آپ نظارہ دیکھتے ہیں، آنکھ جب مصروف ہوتی ہے، محوِ نظارہ ہوتی ہے تو نظارہ بذاتِ خود تاثیر کرتے کرتے اور تاثیر بنتے بنتے آپ کے باطن میں اُتر جاتا ہے۔ اگر آنکھ وہ چیز یا واقعہ دیکھ رہی ہے اور واقعہ آپ کے ذہن میں اُترا تو آپ یہ سمجھ لیں کہ وہ جو واقعہ آپ دیکھ رہے ہیں وہ آپ کو عقل سکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین پھر تم دیکھو کہ کیا ہوئی عاقبت جھوٹوں کی۔ جب آپ دیکھ رہے ہو تو یہ بستی، یہ جو کھنڈر ہے کسی زمانے میں محل ہوتا تھا اور یہ بستی کبھی بستی ہوتی تھی، یہ اُجاڑ کبھی آباد تھی۔ پھر آپ کھڑے ہو کے کہتے ہیں کہ کہاں گئی وہ دنیا اور کہاں گئے وہ لوگ، یہ سارا دارِ فانی ہے، اور ان کی غرور والی فطرت جو ہے، سر پُر غرور جو ہے وہ چکنا چُور ہو گیا۔ اب آنکھ نے آپ کو خود بخود علم کا جلوہ

سکھا دیا۔ آپ نے خود کچھ بھی نہیں کیا۔ آنکھ نے ذہن کو Contact دیا۔ اگر آنکھ Trained ہو تو نظارے کو دل کی طرف بھیج دیتی ہے اور پھر آپ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔ تو کیا حُسن و جمال ہے یہ

پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے

اب آنکھ دیکھ رہی ہے اور دل پہ اثر ہو رہا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ خسروؒ نے دیکھا ہے یہ نظارہ۔ جب حضرت امیر خسروؒ یہ نظارہ دیکھیں گے تو وہ کیا دیکھیں گے؟

پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم

اب آنکھ نے حضرت امیر خسروؒ کو جلوۂ حقیقت دِکھا دیا۔ عین ممکن ہے کہ انہوں نے محفلِ شیخ ہی دیکھی ہو۔ مقصد یہ ہے کہ ''خدا خود میرِ مجلس'' میں انہوں نے عین خدا تو نہیں دیکھا کہ اللہ میرِ مجلس بن کے بیٹھے ہوں گے۔ اب اُن کو اپنے شیخ کی محفل میں وہی جلوہ نظر آیا

پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسروؒ
محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اب یہ آسمانی نقشہ ان کو زمین پر نظر آیا ہوگا۔ اب جو ان کی آنکھ تھی، سعید آنکھ تھی، اس نے سعادت دِکھا دی۔ آنکھ نے جلوے کو کہاں بھیجا؟ دل کی

طرف بھیجا کہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں' یہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ دیکھ رہے ہیں۔ اگر آنکھ جلوے کو دل کی طرف بھیجے تو اس کو پھر دلبری نظر آتی ہے۔ آپ کو یہ بات سمجھ آئی؟ دلبری سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات میں حُسن نظر آیا۔ آنکھ جب نظارہ آپ پر Convey کرتی ہے' دل کی طرف کرتی ہے" تو دل کے اُس نظارے کا حُسن جو ہے وہ آپ کو فطرت کے حُسن کے ساتھ ہم کنار یا ہم تعلق کرتا ہے۔ گویا کہ آپ کا رابطہ فطرت کے ساتھ' عقیدت کے ساتھ' کسی ایک منظر کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے یعنی پوری فطرت کے ساتھ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار مناظر پیدا فرمائے ہیں۔ مثلاً یہ پھول ہے' یہ خوشبو ہے' یہ بادل ہیں' یہ چاند ہے' یہ صرف اس لیے نہیں کہ آپ صرف انہیں دیکھتے رہیں بلکہ یہ فطرت میں داخل ہونے کے لیے سارے دروازے ہیں۔ آپ اگر کسی ایک چیز کو بغور دیکھنا شروع کریں تو یہ صناعیِ فطرت کے ساتھ ہی صنعت آپ کو بتا دے گی کہ صانع کی حقیقت کیا ہے۔ تو آدمی کا تعلق اس کی صنعت سے ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ؎

پہچان لیا تجھ کو تیری شیشہ گری سے
آتی ہے نظر فن سے ہی فن کار کی صورت

تو فن سے فنکار کا تعارف ہو سکتا ہے اگر آپ کی آنکھ اس نظارے کو آپ کے دل پر Convey کرے اور اگر وہ نظارہ نفس کی طرف چلا جائے تو پھر غلط خواہشات کے ساتھ آپ یہ کہیں گے کہ میرا خیال ہے کہ سارے ہی خزانے کو لوٹ رہے ہیں' اگر میں نے دو پیسے اُٹھا لیے تو کیا ہوا۔ تو وہ کہے گا کہ ایسا منظر تھا

کہ سارے ہی کھائے جا رہے تھے' سارے ہی لوٹتے جا رہے ہیں اور اگر میں نے اس میں سے دو اینٹیں اُٹھا لی ہیں اور مکان بنا لیا ہے تو کسی کا کیا جاتا ہے۔ اب وہ منظر آنکھ نے کہاں بھیج دیا' نفس کی طرف۔ اور وہ بھی اسی نفس میں مبتلا ہو گیا۔ یہی ہوتا ہے کہ شر کے ساتھ شر کو شعلہ ملتا ہے' آہستہ آہستہ۔ تو آنکھ نے وہ منظر نفس کی طرف Convey کر دیا۔ کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے احساسِ گناہ پیدا ہو جاتا ہے یا خواہشِ گناہ پیدا ہو جاتی ہے۔ ابھی خواہشِ گناہ ہے' حالتِ گناہ نہیں ہے مگر منظر کے ساتھ ہی خواہشِ گناہ کا پیدا ہونا ایک عجب بات ہے۔ حالانکہ زندگی کے سفر میں وہ بندہ صحیح سلامت جا رہا تھا' اچانک اس کو آنکھ نے غلط رپورٹ کر دی' ایسے مقام کو رپورٹ کر دیا جہاں شر کے سوا کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ تو آنکھ کی ٹریننگ نہیں تھی' اس لیے اس کو ایسی جگہ Convey کیا کہ انسان کا احساس جو ہے وہ پراگندہ ہونا شروع ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ زندگی ظلم ہے اور کیا ہے______ تو اس آنکھ نے زندگی میں صرف ظلم ہی دیکھا۔ دوسرا کہتا ہے کہ زندگی رحم ہی رحم ہے' میں نے ہزار بار دیکھا ہے لوگوں کو رحم کرتے ہوئے۔ کہتا ہے کہ لاہور شہر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو وہ پہلا آدمی کہتا ہے کہ یہاں تو گناہ ہی گناہ ہے۔ دوسرے سے پوچھا کہ تم بتاؤ لاہور شہر کے بارے میں تو وہ کہتا ہے کہ فقیر ہی فقیر ہیں سارے' یہ خانقاہوں کی بستی ہے۔ اب پہلے کو شر نظر آئے گا اور دوسرے کو خیر نظر آئے گی۔ یہ آنکھ کا کام ہے کہ جلوہ کدھر بھیج رہی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ آنکھ نے جدھر رپورٹنگ کرنی ہے وہاں تاثیر ہو

جاتی ہے' آنکھ نے بعض دفعہ ایسی چیز دیکھی کہ غصّہ پیدا ہو گیا۔کوئی اور بات نہیں ہوئی' صرف دیکھا اور غصّہ پیدا ہو گیا۔ایک آدمی دوسرے آدمی پر زیادتی کر رہا ہے اور تیسرا آدمی پاس سے گزر رہا ہے تو انہیں دیکھتے ہی اُسے غصّہ آ گیا۔آپ بات سمجھے ہیں؟ کسی کو دیکھتے ہی پیار آ گیا اور کسی کو دیکھتے ہی نفرت پیدا ہو گئی اور کسی کو دیکھتے ہی عبادت کا خیال پیدا ہو گیا اور کسی کو دیکھتے ہی عبادت سے محروم ہو گیا۔یہ سب صرف دیکھنے سے' دیدار سے ہے۔میں کہتا ہوں کہ دیکھنا بذاتِ خود ایک علم ہے اور منظر بذاتِ خود علم کی دعوت ہے۔یہ کتابوں کی بات نہیں ہو رہی۔اس لیے کہتے ہیں کہ دیکھنے میں جمالیات دیکھو' خدائی پیمانے دیکھو' جمالیات کے سانچے دیکھو' آستانے دیکھو۔آستانے سے اگر اور کچھ نہیں ملا تو آستانے سے کیفیت مل گئی۔تو کوئی ایسی بات ہے کہ ان لوگوں نے موت کو میلہ بنا دیا۔اس کے پیچھے بات ضرور ہے۔پھر آنکھ نے اس طرح جلوہ دکھایا کہ آپ کسی اور انداز کے انسان بن گئے۔بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر کوئی آدمی غلط نیت رکھتا ہو تو آنکھ اسے Misguide کرے گی۔تو وہ کہتا ہے کہ یہ آدمی میرا رشتے دار تھا' یہ امیر کیسے ہو گیا؟ تو وہ مقابلہ کرتے کرتے مر جائے گا۔کیونکہ آنکھ نے اس کو غلط راستے پر چلا دیا۔صرف آنکھ نے۔مثلاً پیار کی جو خوشبو ہے اس سے زندگی کٹتی جاتی ہے' خوشبو دھوکے کی بھی ہوتی ہے' خوشبو جو ہے وہ الطاف و اکرام کی بھی ہوتی ہے ۔

بھٹک رہا تھا میں سود و زیاں کے صحرا میں
تیرے دیار میں لائی مجھے تیری خوشبو

تو یہ خوشبو جو ہے اس دیار میں لائی ہے۔اسی طرح جو حجاز جانے والے ہیں وہ دیکھیں گے کہ مکّہ معظّمہ کی خوشبو اور ہے اور مدینہ منوّرہ کی خوشبو اور ہے۔تو خوشبو کا فرق ہے۔خوشبو جو ہے اس کا لطیف روحوں کے ساتھ تعلق ہے۔یہ الگ الگ خوشبوئیں ہوتی ہیں۔خوشبو کا تعلق آپ کے احساس کے ساتھ ہے۔تو آپ کی خوشبو کی Sense' آنکھوں کی Sense اور پھر آپ کا بولنا۔بعض اوقات انسان تُرش بولتا ہے' بعض اوقات آہستہ بولتا ہے۔کوئی غیر آ جائے تو بسم اللہ اور کوئی اپنا بندہ آ جائے تو کہے گا چل پیچھے ہو۔تو وہ غصّے سے بولتا ہے۔جس طرح اولاد کے ساتھ انسان غصّے کے ساتھ بولتا ہے۔تو جہاں غصّہ کرنا ہوتا ہے وہاں نہیں کرتا۔تو یہ زبان جو غصّے سے بولتی ہے یہ اس انسان کی کیفیت کی Indication ہے۔زبان کی ٹریننگ یہ ہے کہ اگر غصّہ آیا ہو تو بھی غصّے سے نہ بولو۔اگر زبان کی ٹریننگ ہو جائے تو زبان دعا دیتی ہے' زبان قرآن بولتی ہے اور ٹریننگ نہ ہو تو زبان بددعا دیتی ہے' فحش گانے گاتی ہے اور زبان ہر طرح کی حرکات کرتی ہے۔آدھے لوگوں کی گرفت زبان کی وجہ سے ہو گی۔گرفتار لوگوں میں آدھے لوگ شرِ نفس کے ہوں گے اور آدھے زبان کے ہوں گے۔تو آپ کے وجود کا یہ جو چھوٹا سا حصّہ ہے یہ بہت کارستانیاں کرتا ہے' یہ خیر کے راستے پر بھی اور شر کے راستے پر بھی۔بڑی مرصّع زبان والا بدنیت بھی ہو سکتا ہے' اُس کے بڑے الفاظ ہوں گے' زیروبم ہو گا اور واللہ باللہ کر کے آپ کو گمراہ کر سکتا ہے' کلمہ پڑھ کے جھوٹ بول سکتا ہے۔آنے والی جو حکومتیں ہوں گی وہ پتہ نہیں موجودہ حکومتوں کے بارے میں کیا کہیں گی۔مقصد یہ کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے

قرآن پڑھ کے سچ بولا یا جھوٹ بولا۔ تو زبان جو ہے یہ انسان کے لیے خیر اور شر کی سند ہے۔ انسان کا باطن عام طور پر اس کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس طرح آنکھ Receive بھی کرتی ہے اور Impart بھی کرتی ہے' جلوہ بھی دیتی ہے۔ جب یہ دوسری آنکھ سے ملتی ہے تو جلوہ دیتی بھی ہے اور Receive بھی کرتی ہے۔ آپ نے سُنا ہوگا کہ آنکھیں چار ہونا ایک محاورہ ہے۔ آپ سمجھتے ہیں ناں؟ تو دونوں کی آنکھیں جلوہ دے بھی رہی ہیں اور Receive بھی کر رہی ہیں۔ اب آیا آپ کا سوال کہ سماع کے بارے میں کیا خیال ہے۔ سماع کان کا فنکشن ہے۔ جب انسان کی روح اپنی تنہائیوں میں یا اپنے اندر خواہش کرتی ہے تو وہ کانوں کو مجبور کرتی ہے کہ تو کوئی نغمہ لے آ۔ پھر انسان اس سفر پر نکلتا ہے کہ کہیں سے کوئی نغمہ آئے' کیونکہ روح کو خوراک چاہیے' روح پژمُردہ ہو رہی ہوتی ہے' روح افسردہ ہوتی ہے' وہ کہتی ہے کہ دوست کی آواز ملے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تمہاری سب آوازیں سُن رہا ہوں مگر ان سب آوازوں میں وہ آواز نہیں ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ ان دونوں آوازوں میں تیری کون سی آواز ہے' یہ بھی آواز ہے' وہ بھی آواز ہے مگر وہ آواز کہاں۔ گویا کہ روح نے کچھ آوازوں کے ساتھ کسی زمانے میں آسودگی پائی تھی' اب ان میں سے کوئی آواز نہ ملے تو روح بے چین ہو جاتی ہے کہ وہ آواز کہاں ہے۔ روح آواز کی متمنی ہوتی ہے اور آواز کی تلاش میں نکلتی ہے۔ تو آوازوں کے سفر یا آواز سُننے کے سفر پر وہ چلتا جا رہا ہے۔ اگر آپ آواز کے طور پر سوچیں تو یہ دنیا آواز ہی آواز ہے۔ کسی زندگی کا ثبوت اس کی آواز سے ہے۔ ہر طرف آپ کو آوازیں آئیں گی۔ خاموش آوازیں بھی

آ ئیں گی۔ بولنے والی آوازیں بھی آ ئیں گی' سناٹوں کی آوازیں بھی آ ئیں گی' چیخنے کی آوازیں بھی آ ئیں گی' کرب کی آواز آ ئے گی' درد کی آواز آ ئے گی' نغمگی ہوگی' افسردگی ہوگی ______ تو بے شمار قسم کی آوازیں ہوں گی بلکہ ایک وقت ایسا بھی آ ئے گا کہ آواز سے انسان پہچانا جائے گا۔ جس طرح آپ شکل سے انسان کو پہچانتے ہیں کہ یہ کس قسم کا انسان ہے' اس کے Behaviour سے پہچانتے ہو اور کبھی کبھی بیس سال گزارنے کے بعد بھی نہیں پہچانتے کہ یہ کون ہے۔ تو آواز بھی پورا انسان ہے۔ اب بات سمجھ رہے ہیں؟ سب سے پہلے اس کائنات کی تخلیق میں اللہ کریم کی جس پہلی صفت کا اظہار ہے وہ تھا ''کُن'' اور ''فیکون'' اس کا عمل ہے' ''کُن'' اس کی آواز ہے یعنی کہ ''ہو جا''۔ گویا کہ پھر آوازوں کا سلسلہ چل پڑا۔ تو روح کی تمنا اگر ہو نغمے کی تو پھر انسان سماع کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اب اگر سماع میں صفات موجود نہ ہوں تو پھر اس نغمے کی خواہش جو ہے وہ گمراہ کر سکتی ہے۔ آواز کی اتنی طاقت ہے کہ اگر کہیں کہ ''بڑھے چلو مجاہدو'' تو وہ سارے جا کے مر جاتے ہیں' شہید ہو جاتے ہیں۔ تو وہ نغمہ ''صف شکن مجاہدو'' جب زیر و بم کے ساتھ آیا تو انسان کے اندر خون میں تیزی پیدا ہو گئی۔ اس طرح آواز جو ہے اس کا دیکھو کہ ''مثنوی مولانا رومؒ'' آواز سے شروع ہو رہی ہے کہ نَے کو دیکھو' بنسری کو دیکھو' اس کے اندر آواز کس کی ہے' غالباً کسی دوست کی جدائی کی فریاد لگ رہی ہے' یہ کسی درخت کے ساتھ تھی اور اب وہاں سے جدا ہو گئی تو اس سے نغمہ نکل رہا ہے' میں بھی بذاتِ خود ایک نغمہ ہوں' بہ جدائی ہے' ہم کسی اور دنیا سے آئے' اس دنیا میں ہم رہے' ہماری آواز اور ہمارا شعر و سخن بھی ایک

فریاد ہے ____ گویا کہ یہ نغمہ ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جب تک اس کی بھی ٹریننگ نہ ہو تو آواز گمراہ کرسکتی ہے۔ آواز کے بارے میں ایک بات یہ ہے کہ آپ نے صحرا دیکھا ہوا ہے' وہاں اونٹ کو مارنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے' صرف حُدی خوان کا ایک نغمہ ہوتا ہے' وہ اس طرح گاتا ہے' الاپتا ہے کہ اونٹ بھاگ پڑتا ہے۔ یعنی کہ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا کہ اونٹ تیز چل پڑے ہیں تو بتایا گیا کہ یہ جو حُدی خوان ہے اس کی آواز کی وجہ سے ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ ذرا میرے سامنے الاپو۔ اس نے الاپا تو اونٹ اچھلنے لگا۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ بس ____ آواز کی تاثیر اونٹ کے لیے ایک عجب مقام ہے جس طرح ڈھول کے مطابق اچھے خاصے شریف آدمیوں کے پاؤں ہل جاتے ہیں ؎

بہر طرزے کہ می رقصانیم اے یار می رقصم

تو جب "رقصم رقصم" ہوگا تو سارے وجود میں رقص شروع ہو جاتا ہے۔

یہ ہے آواز کی بات۔ اس لیے اگر نغمہ سننے کی خواہش ہو اور یہ خواہش نفس کی نہ ہو' یہ خواہش روح کی ہو تو پھر فرمایا فرمانے والوں نے کہ اس کی کچھ شرائط ہیں' پہلی یہ کہ گانے والا مصفا ہو۔ اگر گانے والا جو ہے وہ بد باطن ہے تو اس کی آواز غلط تاثیر دے گی کیونکہ وہ بد نیت ہے ہر چند کہ اچھی بات ہو اور اچھا قول ہو۔ اس لیے پرانے زمانے میں قوال بھی اچھا ہوتا تھا' قول بھی بزرگ کا ہوتا تھا' میرِ محفل بھی اچھے تھے اور سامعین بھی اچھے تھے' اس طرح ایک کیفیت مرتب ہو جاتی تھی' تو آواز' آواز میں ہی کام ہو جاتا تھا۔ اب تو نہ کوئی میرِ مجلس ہے اور نہ کوئی قوال ہے۔ قوال کی ذاتی زندگی ایک بھیانک قسم کی زندگی ہے۔ اس لیے یہ قوالی جو ہے اپنا فنکشن ترک کر چکی

ہے کیونکہ وہ میرِ مجلس نہیں ہے۔ جب انسان قوالی کی توجہ میں مصروف ہوتا ہے تو میرِ مجلس وہاں اپنی توجہ دے دیتا تھا۔ توجہ کے ذریعے اس انسان کا مسئلہ حل ہو جاتا تھا' عُقدہ کشائی ہو جاتی تھی۔ اور اس کے علاوہ یہ ضروری ہے کہ قوالی سُننے کے لیے انسان کو تین دن کا فاقہ ہو' بھوک لگی ہوئی ہو' روح سماع کو سُننا چاہے' کھانا بھی تیار ہو پھر روح اگر سماع کی طرف جانا چاہے تو پھر چلی جائے۔ جو انسان کھانا ترک نہیں کر سکتا' جو نیند ترک نہیں کر سکتا' اس کے لیے سماع کو سُننا منع ہے۔ کیونکہ سماع جو ہے یہ روح کی عبادت کا ایک حصّہ ہے اور یہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ وجود سے نکل آنے والے کے لیے سماع جو ہے یہ روح کی عبادت کا ایک حصہ ہے۔ اگر زندگی وجود میں رہنے والی ہے تو سماع نہیں ہے۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ مجھے بڑا شوق ہے سماع کا لیکن یہ جو رائج الوقت سماع ہے یہ ایسے ہے جیسے کوّے کی آواز ہے۔ تو یہ نو سو یا ساڑھے نو سو سال پہلے کی بات ہے۔ اس لیے اگر سُننے کی خواہش ہو تو قرآن سُنو' سُننے کی خواہش ہو تو نعت سُنو۔ یہاں تک تو بات صحیح ہے۔ مگر اس سے آگے بہت ساری باتیں قوالوں کی ذاتی زندگی کے نقص کی وجہ سے نقص والی ہو گئی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اب کسی کا نام کیا لینا ہے' آپ کو تو پتہ ہے کہ کون کیا کرتا ہے' کہ آپ کے ہاں ایک بڑی مشہور قوالی ہے جو کہ نعت بھی ہے' یہ بہت اچھی قوالی ہے' گائی بھی اس نے بہت اچھی ہے۔ اس کا ایک مصرعہ ہے کہ ؎

ہوس تھی دید کی معراج کا بہانہ تھا

اللہ کے نام کے ساتھ "ہوس" کا لفظ لگا کے آپ کو یہ قوالی سُننا منع ہے۔ بات سمجھ آئی؟ یہ اللہ کو کہہ رہا ہے کہ اس کو اپنے حبیبؐ کی "دید کی ہوس" تھی۔ یہ لفظ

اللہ کے احترام کے خلاف ہے۔ نعت سے ادب نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کا ادب نہ ہو۔ اس لیے تمام تر خوبیوں کے باوجود یہ سُننا منع ہے۔ اگر اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے مقامات کو Confuse کر دیا جائے تو پھر سماع کیا رہ گیا۔ پھر تو سماع نہ رہ گیا۔ ایک جگہ پر سماع ہو رہا تھا۔ میں نے خود دیکھا۔ قادری سلسلے کے بزرگ تھے۔ سگریٹ بھی جل رہا ہے' حقہ بھی چل رہا ہے' سماع بھی ہو رہا ہے۔ صبح کی اذان ہو گئی تو سماع بند ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ لو اب آیا مولوی اللہ کو ڈھونڈنے' اللہ تو ساری رات ہماری محفل میں رہا ہے_____ تو یہ بھی زیادتی کی بات ہے' کہ ساری رات سماع سُنو اور صبح نماز کی توفیق ہی نہ ہو۔ سماع سُننے والے بڑے احترام کے ساتھ' بڑی پابندیوں کے ساتھ' بڑی پاکیزگی کے ساتھ اپنی روح کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے سماع سُنتے ہیں' کہ یہ روح کی خواہش ہے۔ سماع جائز ہے' کب؟ جب کوئی سنانے والا ہو' اگر کوئی میرِ مجلس ہو اور اگر انسان بھوک کو ترک کرنا جانتا ہو۔ پھر سماع آپ کے لیے مباح ہے' جائز ہے۔ اور اگر آپ کو بھوک بھی لگتی ہے' کھانا بھی کافی کھاتے ہو' تین دن کا فاقہ نہیں کر سکتے ہو تو سماع کی بجائے تو میرا خیال ہے کہ آپ کھانا ہی کھاؤ' سماع نہ سُنو۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سماع نہ سُنو وہ بھی ایک سماع سُناتے ہیں اور وہ ہے اللہ کا ذکر۔ اللہ کا جب ذکر کرتے ہیں تو یہ آواز بھی ہے اور کیفیت بھی ہے۔ جب اللہ ھُو کا ذکر ایک ردھم میں آ جاتا ہے تو یہ بذاتِ خود ایک سماع ہے۔ جب لاالٰہ الا اللہ کا ذکر آ جائے' ردھم میں آ جائے تو یہ ایک سماع ہے' الا اللہ کا ذکر ہو جائے تو یہ ایک سماع ہے۔ سماع کا معنیٰ ہے وہ الفاظ سُننا جس سے آپ کے باطن کی اصلاح ہو اور یہ اصلاح کسی بزرگ کی موجودگی میں ہونی

چاہیے۔ تو وہ بزرگ وہاں ہونے چاہییں کیونکہ وہ قوالوں کو گائیڈ بھی کر سکتے ہیں کہ اب یہ وقت ہے تو اب یہ بات سناؤ۔ اور یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ قول جو ہے کلام جو ہو وہ کلام کسی رحمتہ اللہ علیہ کا ہونا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ ABC ہو ادھر اُدھر سے جو کلام مل گیا، کوئی غزل ہی سنادو یا موجودہ گانا ہی سُنادو۔ یہ پھر انسان کے لیے باطن کی تباہی ہے۔ اس لیے اس کو نہیں سُننا چاہیے۔ اگر سُنانے والی آواز ایسی ہے جس کا آپ کے باطن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ظاہر کے ساتھ اور نفس کے ساتھ تعلق ہے تو پھر بہتر ہے کہ Avoid کیا جائے۔ تو اس طرح سماع جو ہے وہ Avoid کیا جائے۔ شروع میں ہمارے ہاں جب یہ خواجہ صاحبؒ کے زمانے میں رائج کیا گیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جو ہندو اسلام کے دائرے میں داخل ہوتے تھے ان کے مزاج میں بھجن تھا۔ ان کو اس سے محروم نہ کیا جائے، تشنہ نہ کیا جائے، تو ان کو انہوں نے سماع میں احوال سُنائے، قوالی سُنائی اور یہ قول سُنایا ''من کنت مولیٰ'' اور آہستہ آہستہ ان کو اسلام کے فنکشن کی طرف راغب کیا۔ آواز جو ہے وہ انسان کو بہت گائیڈ کرتی ہے۔ آواز سے لوری دی جاتی ہے تو نیند آ جاتی ہے۔ یہ سماع کی تاثیر ہے کہ لوری آئے تو بچہ سو جاتا ہے اور جگانے والی آواز ہو تو وہ جاگ پڑتا ہے۔ مارچ آف دی آرمی ہو تو انسان کے اندر فوراً ولولہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ''آج دشمن کا تختہ اُلٹ جائے گا''۔ وہ جو آپ کے ہاں قومی ترانے، نغمے تھے، وہ بجتے تھے تو بڑا احساس پیدا ہو جاتا تھا۔ تو اُن ترانوں کا اثر ہوتا ہے۔ قرآن پاک پڑھا جائے تو سُننا فرض ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون تو یہ اللہ کا حکم ہے کہ غور سے سُنو۔ گویا کہ سُننا جو ہے یہ انسان کے لیے

فطری بات ہے۔ وہ بات تو سنو جو حق ہو۔ وہ بات سنو جو حقیقت ہو۔ وہ قول سنو جس کا کہنے والا کوئی معتبر ہو۔ اس قوال کو سنو جو بذاتِ خود معتبر ہو۔ اس محفل میں بیٹھو جو محفل معتبر ہو۔ پھر آپ کے لیے قول' قوال اور سماع بذاتِ خود ایک چیز ہے۔ اس کے علاوہ اگر بات ہو تو دور سے سلام کرو' کھانا کھاؤ' لنگر پکا ہوگا' اور پھر اپنے گھر چلے جاؤ۔ تو وہ بہتر ہے۔ اس وقت سماع کا ئیں کا ئیں ہو جاتی ہے۔ ورنہ تو سماع کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ سماع کے ذریعے علم آتا ہے اور سُننے والے سن لیتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے' وہ بھی کہا گیا ہے' اُس بزرگ نے یہ کہا۔ تو انسان کو کافی علم ان محفلوں میں سے مل جاتا ہے۔ لیکن محفل اگر صحیح ہو تو۔ تو یہ شرط ہے۔ ورنہ تو قوال پیسے کے لیے گاتا ہے۔

رقص جھوٹا ہوا ہے قوالی میں اب
جھوٹی شہرت کا یہ بھی بنا ہے سبب
پیسہ دینے کا ہے ہوش مستی عجب
سارے ابدال ہیں سارے یارانِ رب
میں بتاؤں تباہی کا کیا ہے سبب
اُٹھ گیا شہر سے نالۂ نیم شب

نیم شب اگر قوالی میں لگے رہو گے تو نالۂ نیم شب کہاں سے لو گے؟ مطلب یہ کہ اس کا بڑا احساس ہونا چاہیے کہ کہیں جھوٹا رقص ہی نہ شروع کر دو۔ ایک آدمی جو اچھا خاصا درویش لگتا تھا' قوالی کے دوران رقص کر رہا تھا اس سے کسی نے کہا کہ اب نہیں کر' تو وہ کہتا ہے کہ میں بڑی Investment کر چکا ہوں' بڑے پیسے خرچ کر چکا ہوں مجھے

کرنے دو۔ تو وہ بے ہوش ہو گیا اور اگر اُسے مِن چھو دو تو ہوش آ گیا۔ اب وہ بات نہیں ہے، بہت کم لوگ ہیں جو قوالی میں ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ قوالی سُن رہے تھے۔ جب قوال نے کہا کہ ؎

کشتگانِ خنجر تسلیم را

تو آپ کا اس مصرعے پر وصال ہو گیا۔ تو قوالی کے اندر ہی خنجر تسلیم سے وصالِ تسلیم ہو گیا۔ یہ تھا ایک مقام۔ جب ان کو کبھی قوالی میں مستی آتی تو ان سب بزرگوں کو جب اذان کی آواز آتی تو مستی بند ہو جاتی۔ بات سمجھے ہیں؟ تو یہ احترام ہے، وجود کے اندر بھی احترام ہے۔ اس لیے کچھ ایسی جگہیں ہیں جہاں آج بھی قوالی اپنے احترام کے ساتھ ہوتی ہو گی، ضرور ہوتی ہو گی۔ اگر اس مقام پہ جا کے کبھی سُننے کا موقع ملے تو ضرور سُن لینا۔ مثلاً کبھی تونسہ شریف جانے کا وقت ملے، عرس کا موقع ہو، رات کا وقت ہو تو یہ اچھی ہو گی۔ اسی طرح یہ گولڑہ شریف میں اچھی ہو گی، سیال شریف میں یا چشتی سلسلے کے لوگ جو ہیں ان کے آستانے پر قوالی اپنے پرانے احترام کے ساتھ ہوتی ہو گی۔ ورنہ تو روٹین میں قوال نے ایک مصرعہ بولا، آ گے گیا، پھر بدلا اور یوں چلتا گیا۔ نہ قوال نے کچھ کہا اور نہ انہوں نے سُنا۔ اسی طرح داتا صاحبؒ کے ہاں جو قوالی ہے کبھی آپ غور سے سُنیں تو آپ کو سمجھ نہیں آئے گی کہ کیا کہہ رہا ہے، کہنا کیا چاہتا ہے؟ کبھی قوالی میں کچھ بات کہہ گیا اور کبھی کچھ اور بات کہہ گیا۔ بعض اوقات قوالی احترام سے آگے پیچھے ہو جاتی ہے۔ ساغر صدیقی نے کہا ہے کہ ؎

آنکھ گلابی مست نظر ہے

اللہ ہی جانے کون بشر ہے

تو قوال یہ نعت کے طور پر کہہ رہا ہے۔ تو نعت کے لیے تو یہ بات نہیں بنتی۔

یہ تو بڑا بے باک اور گستاخ لفظ ہے۔ قوالی اس طرح بنتی ہے ۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

تو یہ قوالی بن سکتی ہے کہ ۔

سید و سرور محمدؐ نورِ جہاں

اور یہ قوالی بن سکتی ہے ۔

یادِ اُو سرمایۂ ایماں بود

ہر گدا از یادِ اُو سلطاں بود

تو یہ قوالی بن سکتی ہے۔ تو خود بخود پتہ چلتا ہے کہ یہ قوالی بن گئی۔

امیر خسروؒ بولیں تو قوالی بن سکتی ہے۔ عثمان ہارونیؒ کہیں تو قوالی بن سکتی ہے۔

منم عثمانِ ہارونی و یارِ شیخ منصورم

ملامت می کند خلقے من بردار می رقصم

تو یہ قوالی ہو سکتی ہے ۔

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہِ جانبازاں

بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم

مقصد یہ کہ ان بزرگوں نے ایک مقام پہ جا کے وہ بات کہی اور اس مقام کا

ریکارڈ ہے گویا کہ سماع سُنتا یوں اچھا ہے کہ سماع سے پرانے بزرگوں کے ریکارڈ نظر آتے ہیں کہ انہوں نے کہاں جا کے یہ بات لکھی۔تو وہ کون سا مقام ہے کہ ؎

خدا خود میرِ مجلس بُود اندر لامکاں خسروؒ

تو خسروؒ لامکاں تک کیسے گیا؟ یا پھر یہ ہوگا کہ یہ مقام کبھی لامکان ہو جاتا ہوگا۔اب آپ کے پاس ایک نیا پوائنٹ آ گیا ناں۔تو اسی مکان میں لامکان کا نقشہ ہے۔آپ کو نیا علم آ گیا۔تو کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کی بات سے انسان وہاں پہنچ جاتا ہے۔اسی طرح آپ نے سُنا ہوگا کہ ؎

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

مطلب یہ کہ وہ ایسا مقام ہے کہ جہاں انسان وہیں پہ اپنے باطن میں داخل ہو جاتا ہے۔تو یہ واردات کے اشعار ہیں۔مثلاً ؎

ڈبو دے یا اسے تو پار کر دے

اب یہ تیری مرضی ہے،ہم نے تو لنگر تیرے سہارے پر چھوڑ دیا ہے۔تو یہ ایک مقام ہے ؎

اہلِ جہاں کو کیا خبر کون ہے مجھ میں جلوہ گر
میں ہوں کہاں تمہی تو ہو اصل میں راز ہے یہی

تو یہ قوالی ہو سکتی ہے۔قوالی یہ ہو سکتی ہے کہ ؎

معمور ہو رہا ہے عالم میں نُور تیرا
از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا

تو قوالی یہ بھی ہوسکتی ہے ۔

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چُھپا دیکھا
کہیں بولا بلیٰ وہ کہہ کے الست
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا

تو یہ ایک مقام ہے۔ کہنے والا اگر صاحب مقام ہے تو قول بھی صاحب مقام ہے۔ اس لیے آپ قول کی تلاش کرنا اور یہ ضرور پوچھنا کہ بھئی تم یہ کون سا کلام سُنا رہے ہو۔ بابا بلھے شاہؒ کے کلام کا ایک مفہوم ہے، سلطان العارفینؒ کے کلام کا ایک اور مفہوم ہے۔ جب تک آپ ان کے سلاسل میں نہ ہوں یا ان کی طریقت میں نہ ہوں تو پھر وہ کلام اور قول آپ کو سمجھ نہیں آئے گا۔ تو بابا بلھے شاہؒ کی طریقت یہ ہے کہ ۔

گھڑیالی دیوو نکال نی
میرا پیا گھر آیا

اب "پیا گھر آئے" کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد آ گئی۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ۔

میری بُکل دے وچ چور

تو تم کیا جانو کہ کیا ہو گیا۔ تو ایک مقام ہے۔ اسی طرح میاں محمد صاحبؒ کے کلام کی قوالی ہوسکتی ہے ۔

مالی دا کم پانی دینا بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانا لاوے یا نہ لاوے

تو یہ مقام ہوسکتا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ

سورج دی اشنائی کولوں کی لبھا نیلوفر نُوں
اُڈ اُڈ موئے چکور محمدؐ تے خبر ناں یار قمر نُوں

تو وہ درد کو بیان کرتے ہیں۔ اس درد کی اور بات ہے۔ وصال کی اور بات ہے۔ اس لیے آپ نے قوالی کو یا سماع کو سُننے سے پہلے اس کی جانچ کرنی ہے۔ اچھے آدمی کے لیے قوالی اچھی شے ہے اور بُرے کے لیے بُری۔ اگر آپ کی کیفیت اچھی ہے تو یہ اچھی بات ہے اور اگر کیفیت اچھی نہیں ہے تو پھر آپ بچ جاؤ کیونکہ قوالی نے آپ کو متحرک کرنا ہے آپ کی Dominant صفت کے مطابق۔ تو وہ Dominant صفت، غالب صفت یاد رکھنا، اُسی کو قوالی نے Excite کرنا ہے۔ اگر وہ صفت وجود ہے تو قوالی آپ کو وجود بنا دے گی ______ تو آپ میں جو صفت ہے اس کو یہ تیز کر دے گی۔ تو قوالی یہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ میں نفس ہی ہو۔ نمائش ہی ہو، ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں شہرت کی خواہش ہو کہ وہ باباجی گھنگھرو والے آ گئے۔ تو ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یا علیؑ کا نام آ رہا ہے تو اس میں گھنگھرو کی کیا بات ہے، رقص کی کیا بات ہے۔ آپ ادب سے ان کا استقبال کرو کہ کون محفل میں کیسے آیا۔ اس لیے ہر چیز کی طرح، تمام اداروں کی طرح، تعلیمی اداروں کی طرح، تعلیمی شعبہ کی طرح، شعبہ صحافت، شعبہ علماء، شعبہ مشائخ کرام، شعبہ سیاست دان اور شعبہ حکمران کی طرح شعبہ سماع بھی ختم ہو گیا ہے۔ جو انحطاط باہر آیا ہے وہ قوالی میں بھی آ گیا ہے۔ اب تو آپ کی تنہا عبادت ہی محفوظ ہونی چاہیے۔ ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ آپ اس کو اُچھالو، کھولو یا کھیلو۔ بس آپ آرام سے، گمنام ہو کے زندگی بسر کرو۔

سادہ سادہ بات یہ ہے۔ اپنے آپ کو خود ہی واچ کرو' خود ہی نگرانی کرو' ابھی کسی پیر کا ملنا اُوکھی بات ہے' کہ وہ نگرانی کرے۔ اپنی نگرانی آپ کرو' اپنے احوال کا خود خیال رکھو۔ اللہ کے آگے تم نے جواب دہ ہونا ہے۔ آپ کی کسی وجہ پر یا آپ کے لیے کسی پیر نے جواب دہ نہیں ہونا۔ نہ آپ کے بارے میں آپ کے ماں باپ سے پوچھا جائے گا۔ آپ سے پوچھا جائے گا کہ کیا میرا پیغام ملا؟ کیا تم نے کچھ کیا؟ اُس کے بارے میں اب جواب دو۔ اور اگر خواہش پیدا ہو جاتی ہے کہ جامہ چاک کر دوں' تو پھر یہ ٹھیک ہے' قوالی سنو' پھر یہ چاک ہستی ہے' کر ڈالو وہ اور لوگ ہوتے ہیں' ان کی زندگی اور ہوتی ہے۔ آرزو کا قصہ اور ہے' احتیاط کا مقام اور ہے۔ آرزو بے احتیاط ہو جاتی ہے۔ احتیاط کا مقام رہے تو بہت بہتر ہے تا کہ بات وزن میں رہے۔ اس لیے قوالی سے اگر گریز کر سکو تو بہت اچھی بات ہے۔ اگر پھر بھی روح مجبور کرتی ہے تو کھانے کا اگر تین دن کا نہیں تو ایک دن کا فاقہ ضرور کرو۔ پھر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں لیکن تین ضروری کھانے نہ کھانا۔ ایک دن کے لیے' ناشتہ بھی نہ ہو' دوپہر کا کھانا بھی نہ ہو اور شام کے کھانے سے بھی پرہیز ہو۔ پھر قوالی سُن لینا۔ اتنی بات کر سکو تو قوالی سن لو وہ بھی کسی آستانے پر' کسی بزرگ کی محفل میں' کسی نیک قوال کی زبان سے۔ ورنہ تو یہ بیچارے پیسے کے لیے گاتے ہیں' آپ کو پتہ ہی ہے۔ ڈرامہ لکھ لکھ کے پاگل ہو جاتے ہیں' ڈرامہ اصلاح کے لیے نہیں لکھتے بلکہ پیسوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اگر ٹی وی والے کہیں کہ اب پیسے نہیں دیے جائیں گے اور آپ کو ڈرامہ لکھنے کی اجازت ہے تو ہمارے کئی دوست بھاگ جائیں۔ اگر پیسہ نہ ملے تو پھر کون ڈرامے لکھتا ہے۔ گانے والا پیسے کے لیے گاتا ہے۔ پیسے کے لیے گانا بذات خود ہی

گانے کی نفی ہے۔ پیسے کے دم سے سماع سُننا' یہ بھی جرم ہے کہ جیب میں پیسے ڈالے نئے نئے نوٹ ہیں' قوالی ہورہی ہے' گِنتے جاؤ' کرتے جاؤ' تو سارے کا سارا باب ہی الٹ گیا۔ پھر بچوں کی حالت گھر میں خراب ہوتی ہے۔ یہ سال میں ایک دن کے لیے داتا صاحبؒ جاتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں۔ میں آپ کو راز بتاتا ہوں' قوال کچھ لوگوں کو خود ہی پیسے دیتا ہے کہ میری محفل جب شروع ہو تو بسم اللہ کر دینا۔ وہ بسم اللہ کرتا ہے' نوٹ اٹھاتا ہے' دوسروں کی دیکھا دیکھی جوش جنوں آجاتا ہے اور پھر بات چل نکلتی ہے۔ یعنی کہ داتا صاحبؒ کے عرس پر ایک قوال کو ایک نشست میں صرف دس پندرہ منٹ ملتے ہیں۔ آدھا گھنٹہ بہت کم لوگوں کو ملتا ہے کیونکہ رش زیادہ ہوتا ہے۔ تو ایک نشست میں ان کو پانچ' دس ہزار روپیہ مل جاتا ہے۔ اس میں اَلاپ بھی ہوتا ہے' مصرعہ ایک ہی ہوتا ہے اور پھر بات ختم ہو جاتی ہے۔ تو پیسے کے لیے یہ سارا فنکشن ہوتا ہے۔ داتا صاحبؒ کا عرس نہ تو قوالی ہے کیونکہ داتا صاحبؒ نے سُنی نہیں۔ خواجہ صاحبؒ سُنتے تھے۔ بابا فرید صاحبؒ کے ہاں ہوتی ہے اندر آستانے میں ہوتی ہے' ایک فنکشن ہے' یہ ہوتا ہے۔ داتا صاحبؒ کا عرس نہ تو قوالی ہے' نہ وہ میلہ ہے جو بھاٹی دروازے سے لے کر اندر تک لگا ہوا ہے' وہاں تو کھانا پکا ہوا ہے' قصور کے اندر سے لگے ہوئے ہیں۔ ان کا تعلق عرس کے ساتھ نہیں ہے۔ ان کا بالکل کوئی تعلق نہیں عرس کے ساتھ۔ اس بھیڑ کا داتا صاحبؒ کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح کے جانے والوں کا داتا صاحبؒ کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس کا تعلق ہوتا ہے وہ اور ہوتا ہے۔ سارا سال دودھ میں پانی ملانے والا ایک دن وہاں خالص دودھ لے گیا تو کیا لے گیا۔ یہ تو داتا

صاحبؒ کو رشوت دیتے ہیں بلکہ یہ داتا صاحبؒ کے مریدوں کو لوٹنے کی رشوت ہے کہ سارا سال دودھ میں پانی مِلاتے ہیں اور ایک دن کے لیے مغفرت کروالی۔ اس دن داتا صاحبؒ پر Pure دودھ کی سبیل مل جاتی ہے۔ یہ زیادتی ہے اور یہ توہین ہے۔ داتا صاحبؒ کے رستے پر ان کے نقشِ قدم پر چلنے کے لیے کوئی خواہش مند نہیں جاتا کہ پوچھے کہ مجھے بتائیں کہ راستہ کیا ہے۔ وہاں تو جاتے ہیں آرزوئیں لے کر "گنج بخش" کو سمجھتے ہیں کہ شاید وہ خزانہ لے کر بیٹھے ہیں۔ وہ گنجِ باطن ہیں' گنجِ علوم ہیں اور گنج ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کا' اللہ کی محبت کا اور اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت کا۔ تو یہ وہ خزانہ ہیں۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ دے داتا پیسے دے۔ اُن کا تعلق خزانے کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ فیضِ عالم ہیں اور مظہرِ نورِ خدا ہیں اور نور کا طالب غالباً وہاں جاتا ہی نہیں۔ تو اس کو جانا چاہیے۔ اس لیے آپ وہاں جائیں۔ سالہا سال کے بعد کوئی ایک آدھ آدمی جاتا ہے۔ جب خواجہ صاحبؒ آئے داتا صاحبؒ کے پاس تو نقشہ بدل گیا اور اجمیر شریف میں جلوے ہو گئے۔ آپ لوگوں کو بھی پتہ ہے کہ جلوے ہو گئے۔ ان کی محنتوں سے جو بندے مسلمان ہوئے انہوں نے ہاتھ کھڑا کر کے پاکستان بنا لیا۔ یہ بزرگوں کا کمال ہے اور یہ ان کی خاص بات ہے۔ قوالی سُنا سنا کے لوگوں کو مسلمان کر لیا اور پاکستان کی بنیاد رکھ دی۔ جب بابا فرید صاحبؒ آئے تو اس جگہ کا نام اجودھن تھا اور انہوں نے پاک نام رکھنے کا آغاز کیا' اس کا نام پاک پتن رکھ دیا' اور پاکستان کی ایک قسم کی ابتدا تو وہاں سے ہوئی ہے' کہ اپنی بستی کو پاکیزہ کرنا' اجودھن کی راجدھانی کو انہوں نے پاکستان بنا دیا' پاک پتن شریف بنا دیا۔ یہ کمال ہوتا ہے اس بزرگ کا کہ اس بستی کو شریف بنا دیتے ہیں' کلیر شریف' پاک

پتن شریف' اجمیر شریف' سرہند شریف ______

آپ اپنی خواہشات اوران خواہشات کے ذرائع کا جیسے کہ حواسِ خمسہ ہیں' ان کا حقیقت کے ساتھ رجوع ضرور کردیں۔ حواسِ خمسہ کو مسلمان کرنا ہے۔ آپ کی دیکھنے کی قوت جو ہے وہ اگر دیکھے تو غیرِ حق نہ دیکھے۔ اگر شہر میں غیرِ حق زیادہ ہے تو سفر کر جاؤ' مسافرت کر جاؤ' باہر جا کر نظاروں کو تلاش کرو' اس بستی سے الگ ہو جاؤ' جس بستی میں گمراہی زیادہ ہو۔ تو اسے کہتے ہیں کہ سیروا فی الارض کا مقام آ گیا۔ اگر گھر میں کہیں دِقت ہو رہی ہو تو یہ سوچو۔ نیک آدمی کو دیکھنے سے نیکی پیدا ہوتی ہے' نیک نظارے کو دیکھنے سے نیکی پیدا ہوتی ہے ______ تو نیک آواز کو سننا' نیک واقعات کو دیکھنا' نیک واقعات کو سُننا ______ ان سے انسان نیکی کی طرف راغب ہوتا ہے۔ یہ صرف ابتدا ہے اور اس کے بعد جب آپ کو شوق مل جاتا ہے تو پھر آپ کہتے ہیں کہ اللہ کے راستے تو ہر جگہ ہو سکتے ہیں۔ ویسے تو اللہ کے راستے ہر جگہ ہو سکتے ہیں' ہر آدمی نے اُسے تلاش کیا ہوگا' یہ اسلام کے علاوہ بھی ہیں' اور بھی مذاہب ہیں' اور بھی ادیان ہیں' تو پھر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک راستہ اختیار کرنا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے دین کا یہ راستہ یعنی اسلام۔ پھر اسلام میں جو فرائض طے ہو گئے اس میں بحث نہیں ہے کیونکہ وہ طے ہو گئے ہیں۔ یہ حکم ہو گیا کہ نماز پڑھنی ہے' روزہ رکھنا ہے۔ اب روزے کی وضاحت نہ کرنا کہ اس سے یہ ہو جاتا ہے' وہ ہو جاتا ہے' اصلاح ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ حکم ہے اور حکم کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس طرح حج کرنے کے قابل ہے تو اس کی اطاعت۔ اس طرح جو تمام احکام ہیں ان کی اطاعت۔ ان کے بعد اگر وقت بچ جائے تو پھر آپ اپنا شوق پورا کر لو' پھر

باطن کے کام اور سماع کرلو

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

پھر آپ کو ہر طرف سے آواز آئے گی۔ تو اس وقت یہ فنکشن ہو جاتا ہے۔

اس لیے آپ کی وہ خواہش ٹھیک ہے کہ سماع کے لیے آپ کا دل کرتا ہے لیکن انسان کا سُننے کا تعلق روح کے ساتھ ہو ______

اب کوئی اور سوال کرو ______ کیونکہ سوال کا سسٹم ہے اس لیے سوال پوچھو ______

سوال:

حضور! نماز کے لیے رغبت نہیں ہو رہی' اس سلسلے میں دعا فرما دیں۔

جواب:

اس کے لیے دعا ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ یہ ہو جائے گی۔ آپ کے لیے دعا کرتے ہیں کہ آپ کو یہ رغبت ملے۔ یہ مل جائے گی۔ یہ سستی ہے' اور کوئی بات نہیں ہے۔

اور کوئی سوال ______ فاروقی صاحب بولیں ______

سوال:

دعا فرمائیں کہ نماز عادت سے نکل کر سعادت میں داخل ہو جائے۔

جواب:

یہ اللہ تعالیٰ کو' زندگی کے پیدا کرنے والے کو پتہ ہے کہ انسان کی زندگی کہاں آ کے بہتر ہوتی ہے۔ پیدا فرمانے والے نے آپ کی آسانی کے لیے'

آپ کی باطن شناسی کے لیے ایک دین عطا فرمایا۔ پیدا تو اس نے فرمایا' خیر شر کی رونقیں اس نے لگائیں' یہ اسی کی رونقیں ہیں' میلہ ہے اور پھر آپ کو ایک راستے کی طرف راغب بھی اس نے فرمایا۔ اور اسی کے بتائے ہوئے راستے سے ہی آپ کے اندر نیکی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ راستہ کوئی نہیں ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کے لیے کیا چیز بہتر ہے۔ اطاعت کا معنی ہے حکم۔ جب اس نے آپ کو حکم دیا تو اس حکم کی افادیت' اس کا احسان' آپ کے لیے وہ حکم کیا لائے گا' یہ اللہ کریم کو بہتر معلوم ہے۔ آپ جب حکم مان رہے ہیں تو آپ کے اندر عبادت آ گئی۔ چلو عادت کی عبادت آ گئی' کہ یہی ایک چیز عبادت کا ذریعہ ہے اور اس ذریعہ میں اگر کہیں آپ کا تعلق باطن کے ساتھ مل گیا تو یہ سعادت بن گئی۔ یہ بھی حقیقت کے دروازے ہیں۔ حواسِ خمسہ بھی یہی ہیں۔ آپ کے لیے خیر اور شر کا دروازہ ہے۔ اسی طرح یہ جو عبادت کے ذریعے ہیں ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تقرب کے درجات ہیں۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو نماز In itself کوئی شے نہیں ہے بلکہ اللہ کے قریب آنے کے لیے آپ کی عبادت کا پسندیدہ پوز ہے۔ ورنہ تو آپ ہر وقت اللہ کے قریب ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کے تقرب کی انتہائی حالت جو ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کریم نے بڑے شوق سے فرمایا کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ تو یہ دعویٰ ہے سجدہ کرنے سے اللہ کے تقرب کے ملنے کا۔ تو آپ جب سجدہ کرتے ہیں تو کبھی تقرب ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا۔ اگر آپ کو ایک بار تقرب مل گیا تو باقی ساری زندگی مقربین کی سی ہو گی۔ تقرب صرف ایک لمحے کا ہوتا ہے جس طرح ایک لمحے کی آنچ ہوتی

ہے اور ہمیشہ کے لیے بدن جھلس جاتا ہے۔ تو وہ ایک لمحے کی آنچ تھی۔ ایک لمحے کی چکاچوند روشنی جو ہے وہ آپ کی بینائی کو خراب کر دیتی ہے' ایک لمحے کا غم ساری زندگی غمگین کر گیا' ایک لمحے کی مسرت آپ کو ہمیشہ کے لیے خوش کر گئی' ایک لمحے کا کسی خوبصورت شے کا دیدار زندگی میں بہار کر گیا۔ تو یہ سب ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں شاعرانہ تو نہیں ہیں بلکہ موجود ہیں۔ اسی طرح کبھی آپ کا ایک بھی سجدہ آپ کو مقبول ہو گیا تو ساری زندگی مقبول ہو گئی اور اگر آپ کا ایک عمل ناراضگی کا عمل بن گیا تو پھر' ساری زندگی گمراہ ہو گئی تو حبطت اعمالھم ہو گیا۔ اللہ نے جب یہ فرمادیا کہ و اذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ہم نے فرشتوں سے کہا کہ اِس کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔ تو اس نے کفر کیا اور اللہ نے اسے نکال دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ اپنی انتہائی بے نیازی بیان کر رہا ہے کہ میں اس کی کروڑوں سال کی عبادت رائیگاں کر سکتا ہوں۔ تو تم تو کتنے ہی احکام سے روگردانیاں کرتے رہتے ہو' من مانیاں کرتے رہتے ہو اور پتہ نہیں کیا سے کیا کرتے رہتے ہو۔ اس لیے یہ خیال رہے کہ وہ بڑی ہی بے نیاز ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس کے باوجود اس نے آپ کو راندۂ درگاہ قرار نہیں دیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے کے تقرب بتا دیئے ہیں۔ شکر کرو کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے مقرب حضور پاک ﷺ کی امت سے پیدا کیا۔ یہ تو آپ نذرانے دو۔ اسی خوشی میں آپ قوالی سن لو

میں ہن سنیا

میرا شوہ نگری وچ آیا

تواس خوشی میں یہ قوالی بھی ہو جائے۔اس میں کوئی ہرج نہیں۔لیکن یہ نہ کرنا کہ ساری عمر قوالی ہی سُنتے رہنا۔اللہ کریم نے آپ کو نماز کا بتایا ہے تو نماز میں اگر نا سمجھی کا ایک لمحہ آیا اور اس سے غلطی ہوئی' پھر وہ ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب شیطان تمہیں گمراہ کرتا ہے اور انسان کفر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں انی اخاف اللہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں' یہ تو تُو نے کام کیا ہے۔تو اللہ سے وہ بدستور ڈرتا ہے اور آپ نڈر بھی ہو جاتے ہو اور Violate بھی کرتے ہو' پھر آپ کو اعتماد کس کا ہے؟اس کا نام بتاؤ۔اگر وہ نام معلوم ہے تو پھر اعتماد ٹھیک ہے۔اگر حضور پاک ﷺ کی رحمت کو بھی نہیں مانتے ہو' گناہ بھی کرتے ہو اور پھر اعتماد بھی کرتے ہو تو یہ آپ کس خیال میں بیٹھے ہو۔اگر آپ نے وزن کر کے عبادت کرنی ہے تو پھر اگلے آپ سے گِن کے لیں گے۔ایسی تو کوئی بات ہے نہیں آپ کے پاس' صرف کمی ہے اور خامی ہے اور شفاعت کو آپ مانتے نہیں۔یہ تو آپ کا برا حال ہے۔شفاعت کا جب تک نہ مانو تب تک اعمال کے اپنے دامن میں مال ہی نہیں ہے۔نتیجہ یہ کہ آپ کے اعمال ہی خالی ہیں۔اگر نامۂ اعمال خالی ہے تو کم از کم آپ کے دل میں اللہ کی یاد ہونی چاہیے' اللہ کے حبیب ﷺ کی یاد ہونی چاہیے۔اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ اے میرے حبیبؐ میں کیسے ان پر عذاب ڈالوں جب کہ آپؐ ان میں ہیں۔جب دل میں آپؐ کی یاد ہو تو وہ شخص دوزخ میں نہیں جا سکتا۔تو یہ راز

ہے۔اور اگر دل میں اس کا حبیب ﷺ نہ ہو تو پھر تو دوزخ ہی دوزخ ہے اور اگر دل میں عشقِ حبیبؐ ہے آپؐ کا نام ہے تو اللہ سزا دینا Afford ہی نہیں کرتا کہ اپنے محبوبؐ کے کسی طالب کو سزا دے۔ یہ تو عشق کی روایت کے خلاف ہے۔ ایسا ہو نہیں سکتا' کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص یہودی تھا اور وہ سرکار ﷺ کے پاس آیا۔ کہتا ہے کہ میں اسلام لاؤں گا لیکن پہلے میرے ساتھ کشتی کریں۔ جب آپؐ نے اس کا ہاتھ پکڑا تو اس نے کہا کہ اب آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے' یہ یاد رکھیے گا کہ میں گناہ گار ہوں' میں کلمہ پڑھ رہا ہوں مگر میرے پیچھے کوئی اعمال نہیں ہیں' اس کا خیال رکھیے گا ______ تو ایسے ایسے لوگ بھی آئے' اس انداز سے بھی لوگ آئے۔ تو اللہ سے ڈرنا بھی چاہیے اور جب آپ کا شفاعت پہ اعتماد ہو تو ڈر نکل بھی جانا چاہیے۔ اس لیے آپ لوگوں کے پاس ایک Redeeming Factor ہے کہ آپ اس اُمت سے ہیں اور اعمال کی کوئی بات نہیں۔ لوگ Preach کرتے ہیں ناں کہ یہ ہونا چاہیے' وہ ہونا چاہیے' حیات النبی ﷺ ہے کہ نہیں ہے ______ تو اگر اعمال گن کے حساب دینا ہے تو پھر بخشش بڑی مشکل بات ہے۔ اگر اعمال گنے جائیں' اعمال تولے جائیں' تو پھر انکار بھی تولا جائے گا۔ تو پھر آپ سے جو درگزر کیا گیا' جو آپ سے سہو ہو گیا' جو غلطیاں ہو گئیں اور اچانک دوسرے واقعات ہو گئے تو پھر اعمال تول کے آپ کی بخشش کا کوئی امکان نہیں ہے' یہ تو کوئی اور حساب ہے۔ اس لیے جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت سے پیدا فرمایا تو ادھر سے ہی کوئی مہربانی ہو رہی ہے' وہ خود ہی مہربان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب یہ مہربانی کر رہا ہے تو یہی مہربانی ہے' اللہ تعالیٰ

احسان جتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ زندگی کا احسان نہیں جتا رہا' آپ کو بینائیاں عطا کرنے کی بات نہیں ہو رہی ہے' اللہ تعالیٰ نے بے شمار چیزیں عطا کی ہیں' ہمیشہ ہی عطا کرتا ہے مگر یہ جتایا ہے کہ میں نے مومنوں پر احسان کیا ہے کہ میں نے ان میں مبعوث کیا ایسے رسولؐ کو جو ان کو آیتیں سُناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں' حکمت کی بات بتاتے ہیں اور ان کو میرا تقرب عطا فرماتے ہیں۔ تو یہ میرا احسان ہے تم پر۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کا احسان قبول ہے' مہربانی ہے۔ بس یہی احسان ہے۔ تو یہ جو احسان ہے دراصل یہ آپ کو راستہ بتایا گیا' یہ بتایا گیا کہ یہ بخشش کا راستہ ہے ورنہ اعمال کے ذریعے تو بخشش نہیں ہو سکتی۔ صرف اس تعلق کی وجہ سے بخشش ہے۔ اللہ تعالیٰ جب یہ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے ان رحمتی وسعت علی غضبی تو مخلوق پر خالق کا غضب تو نہیں ہوتا۔ غضب سے کیا مُراد ہے؟ اگر اللہ انصاف کرنے پہ آ جائے تو غضب ہو جائے۔ لیکن اللہ انصاف کی بات نہیں کرتا کیونکہ اس کی رحمت وسیع ہے' غضب سے زیادہ ہے اور اس کی رحمت ہمارے ہاں مجسم ہو کے آئی ہے وما ارسلنك الا رحمة للعلمین اور ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کے بھیجا' ساری کائنات کے لیے رحمت' اس کا اللہ نے پہلے فیصلہ کر دیا۔ تو آپ ﷺ ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں' کافروں' مومنوں کے لیے بھی۔ اگر کوئی واحد ہستی ہے جو سب کے لیے بخشش کی دعا کر سکتی ہے تو وہ حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ یہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ کافروں کے لیے بھی کر سکتے ہیں۔

یہ سُن کے رحمۃ اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا

کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اور یہ کہ ؎

بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

تو آپؐ دعا کر سکتے ہیں۔ تم لوگ بھی دعا کیا کرو۔ اگر حضور پاک ﷺ کی اُمت میں سے ہونے والا کسی مسلمان کو دوزخ کی نوید سُنا دے تو اس شخص کے اُمت سے فارغ ہونے کا امکان ہے۔ جس کا مال ہے وہ فیصلہ کرے گا۔ جس کی امت ہے وہ فیصلہ کرے گا۔ جنہوں نے اِس کو اس امت میں پیدا فرمایا وہ فیصلہ کریں گے۔ یہ اللہ کے حبیب پاک ﷺ جانیں اور اُمت جانے، تم کون ہو درمیان میں بولنے والے ______

سوال:

موت کے بعد تو حساب ہو گا۔

جواب:

موت کے بعد صرف موت ہی ہے، اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کی یاد ہے۔

اِس لیے ہم تو کہتے ہیں کہ ؎

ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

تو غالبؔ کیا کہتا ہے؟ یہ کہ ؎

دلِ ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر

ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

تو ہم تو ہیں ہی انہی کے۔اس لیے کبھی اس بات سے غافل نہ ہونا کہ آپؐ کا سہارا بڑا ہی ہمدرد سہارا ہے' بڑا ہی شفیق سہارا ہے اور بڑا ہی قوی سہارا ہے اور یہ حضور پاک ﷺ کی یاد اور اُلفت ہے۔اپنے نامۂ اعمال پر بھروسہ نہ کرنا اور آپؐ کی رحمت پہ بڑا بھروسہ کرنا۔اللہ کی رحمت اس کے غضب سے وسیع ہے۔اس لیے وہ شخص جو آپ کو اعمال کی دعوت دیتا ہے حضور پاک ﷺ کے عشق کے مقابلے میں' تو پھر غور کرو کہ Something is wrong some where. اور اگر عشق بھی ہو اور اعمال بھی ہوں تو پھر تمہارا حال بہت اچھا ہے اور یہ مبارک کے قابل ہے۔اسے کہتے ہیں کہ ؎

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ھو

تو ایمان تو سب سلامت مانگتے ہیں' اصل میں عشق کی سلامتی مانگو۔

ایک بار حضور پاک ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے بات کی۔آپؐ نے پوچھا تمہیں میری بات سمجھ آ گئی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ آپؐ کا پیغام سُن لیا۔آپؐ نے فرمایا کہ بتاؤ کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے دہرایا کہ اللہ پر ایمان لانا' فرشتوں پر ایمان لانا' اول کتابوں پر اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب پر' رسولوں پر' مابعد پر یعنی مرنے کے بعد پر______ تو جیسا کہ بتایا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے۔تو یہ سب ایمان کی تعریف ہوتی جا رہی تھی۔ایک آواز آئی کہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔تو اصل میں بات یہ تھی کہ آپؐ پر ایمان بھی نثار ہے' آپؐ کہیں تو ہم سب ماننے کو تیار ہیں۔تو آپ لوگوں کی وابستگی اسی بات پہ ہونی چاہیے۔اسے کہتے ہیں کہ ؎

کافر عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں
بُت پرستی کے سوا اور مجھے کام نہیں

یہ ایک بہت بڑے درویش کا اپنا شعر ہے۔ اب اُس درویش کا آپ کو نام بتا دوں، خواجہ شاہ نیاز احمد بریلویؒ۔ بڑے جیّد فقیر، عالم اور آستانے کے مالک تھے۔ ان کے بے شمار شعر آپ سُنتے رہتے ہیں، ان کے کلام سے اکثر سُنتے رہتے ہیں۔ انہوں نے یہ جو کہا ہے کہ "میں بندۂ اسلام نہیں" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں روایت کا عادی نہیں ہوں۔ اگر محبت بھی ہو اور شریعت بھی ہو تو پھر آپ کا کام بن گیا اور یہ مکمل ہو گیا۔ صرف محبت Minus شریعت، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے اور صرف شریعت Minus محبت، یہ بات شاید وزن پہ پوری نہ اُترے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور شیطان اپنی گمراہی یا انکار سے پہلے معلم تھا، معلم الملکوت تھا اور اس کے بڑے بڑے نام تھے۔ بہر حال وہ اللہ کریم کے جلال سے نہ بچ سکا اور وہ انکار کر گیا۔ تو جب تک آپ کے اندر انکار ہے اور آپ کئی باتوں سے گزر جاتے ہیں، کئی حکم پورے نہیں کر سکتے تو پھر آپ کو بخشش کا ضرور خیال رہے۔ آپ کہو کہ یا رب العالمین تو احسان فرما ۔

سنگِ درِ حبیبؐ ہے اور سر غریب کا
کس اوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا
اب احتساب میرے گناہوں کا چھوڑیے
اب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیبؐ کا

بس اس بات پہ آج کی محفل کا اختتام کرو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ

لوگوں کو اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت عطا فرمائے اور ہمیں اور ہمارے اعمال کے
کے مطابق Judge کرنے کی بجائے اپنی رحمتوں کے مطابق ہمیں Judge کرنا شروع کر
دیا کرتا ہے۔ اس رحمت کی دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ سب سے ضروری ہے کہ
ہم پر ان مشکلات کے بے نقاب ہے جن لوگوں کو ان بزرگ نصیب ہے تو ان کو
رستے کا مسافر بنادے۔ سفر کے مقامات سے آگاہ فرمائے اور جن لوگوں کو مرشد میسر نہ ہو
اللہ تعالیٰ ان کو مرشد کامل عطا فرمائے تاکہ وہ اس رستے پر چل سکیں۔ یا رب
العالمین سب کی دینی اور دنیوی مشکلات آسان فرما۔ یا اللہ ہمیں سیدھی سی آسان
آسان باتیں سمجھا دے تاکہ ہم سیدھے تیرے پاس خوش ہو کے آجائیں۔
ہمیں الجھنوں سے بچا۔ دنیا میں بھی آسانی کردے۔ مایوں پر تو کوئی گزارا نہیں
ہوتا تو اپنا فضل کرتا کہ ہمارے گزارے ہو جائیں اور ہماری زندگیاں اچھی ہو
جائیں ہم ایک دوسرے کے لیے بے ضرر ہو جائیں اور منفعت بخش ہو جائیں۔ یا
رب العالمین ہم تیرے نام کے مسافر ہیں!

صلی اللہ تعالی علی خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء
والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا و سندنا و مولنا محمد و آله
واصحابه اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الرحمین ______

ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

تصانیف حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	(Aphorisms)
6	Ocean in a drop	(Essays)
7	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	بات سے بات	(نثر پارے)
10	گمنام ادیب	(خطوط)
11	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
12	مکالمہ	(مذاکرے مقالات انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	گفتگو۔1	(سوال جواب)
15	گفتگو۔2	(سوال جواب)
16	گفتگو۔3	(سوال جواب)
17	گفتگو۔4	(سوال جواب)
18	گفتگو۔5	(سوال جواب)

301-A، جوہر ٹاؤن-لاہور

http://www.wasifaliwasif.org

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہو گا۔
- دعا دراصل ندا ہے' فریاد ہے' مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے' جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؔ﴾

دوست

☆ اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ (البقرہ)

☆ جو اللہ کا دوست ہوتا ہے اس کے سب دوست ہوتے ہیں۔

☆ سچی دوستی ہمیشہ دل سے ہوتی ہے زبان سے نہیں۔

☆ دوست کی تعظیم کیا کرو' اچھا دوست اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہوتا ہے۔

☆ دوست پر احسان کر کے بھول جاؤ۔

☆ دوست ہمیشہ اس کو بناؤ جس کے اندر وفا ہو اور اگر وفا سیکھنا ہے تو پھول سے سیکھو جو ٹہنی سے الگ ہوتے ہی مرجھا جاتا ہے۔

☆ اصل دوست وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست کی عدم موجودگی میں بھی اس کی خیر خواہی کرے۔

☆ دوستی ہمیشہ پرہیز گار آدمی کے ساتھ رکھو' برے آدمی کے ساتھ دوستی رکھنے سے دنیا بھی بے کار اور آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے۔

(حضرت واصف علی واصفؒ)

علم

- اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔
- ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔
- علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔
- کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا' تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔
- ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔
- ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔
- علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔
- لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔
- آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاشِ روزگار کے لیے ہے اور تقربِ پروردگار کے لیے نہیں۔
- وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجابِ اکبر ہے۔
- زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔
- علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو' کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

واصف علی واصفؒ

توبہ

ﷺ اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
ﷺ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
ﷺ اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
ﷺ توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
ﷺ جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
ﷺ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
ﷺ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
ﷺ نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
ﷺ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
ﷺ اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

واصف علی واصفؒ

نعت ﷺ

کرتے ہیں کرم جس پہ بھی سرکارؐ مدینہ
ہوتا ہے نصیب اس کو ہی دیدار مدینہ

پڑھتا ہے درود آپؐ کی جو ذات پہ ہر دم
ملتا ہے اسے سایہ دیوار مدینہ

اس شخص کو دنیا کا کوئی غم نہیں ہوتا
وہ شخص جو رہتا ہے طلب گار مدینہ

جس دل میں بسی رہتی ہو ولیوں کی محبت
رہتے ہیں اسی دل میں ہی سرکارؐ مدینہ

داتاؒ کی گلی کافی غریبوں کے لئے ہے
داتاؒ کے بھی روضے پہ ہیں انوار مدینہ

واصف علی واصفؒ

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشمِ بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر' خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

(واصف علی واصفؒ)

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا باعث ہوتا ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾